MRP Rs. 40/-
Not for Resale

(النور)

موالات و معاملات کا شرعی حکم

تصنیف

علامہ سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ

رضا اکیڈمی

يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات الى

النور

يعنی

حالاتِ حاضرہ پر ایک مصلحانہ نظر

نوشتہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

خدا داند کہ حافظ را غرض چیست

وعلم اللہ حسبی عن سؤالی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

در مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ میں ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء طبع ہوا

(اور وہیں سے شائع ہوا)

بار اوّل] [قیمت عمر

بفیض حضور مفتیٔ اعظم

حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ عنہ

موالات ومعاملات

کا

شرعی حکم

(النور)

تصنیف

علامہ سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ

رضا اکیڈمی

۵۲، ڈونٹاڈ، اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی۔ ۹

سلسلۂ اشاعت نمبر ٦٥٧

نام کتاب : موالات ومعاملات کا شرعی حکم (النور)

تصنیف : علامہ سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت خصوصی : بموقع ۹۲ ر سالہ عرس رضوی، نوری

بار اوّل : ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء

ناشر : رضا اکیڈمی، ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، ممبئی-۹

فون: 022-66342156، فیکس: 022-66659236

طابع : رضا آفسیٹ، ممبئی-۳

تعداد : ۱۱۰۰ (گیارہ سو)

خصوصی قیمت مجلد : Rs. 40=00

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

ھُوَالحقُّ

انسدادِ گاؤکشی کی سابقہ کوششیں

سن ستاون کا ہنگامہ اور ستارۂ صلاح و فلاح مسلمانانِ ہند کا غروب بمفہوم مرادف ہے۔ مسلمانوں کے اس تنزل سے اُن کی ہمسایہ قوم نے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور بہت جلد مسلمانوں کے املاک اور دیگر جاہ و عزت کے سامان اہلِ ہنود کے دستِ تصرف میں آگئے۔

ہندوؤں کو جب اِس طرف سے ایک گونہ اطمینان پیدا ہوگیا تب اُنھوں نے مسلمانوں کے مذہب پر حملہ آوری شروع کی۔ مظالم و جفاکاری کا ایک کوہِ آتش فشاں تھا جس سے انواع و اقسام کے شعلے پھٹ کر نکلتے اور جا بجا مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو اُن کے حقوق کے ساتھ خاک سیاہ کرنا چاہتے تھے۔

یوں تو مسلمانوں کا ہر رکنِ مذہبی اہلِ ہنود کو چراغ پا کردینے کا کافی بہانہ تھا لیکن بقرعید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو تلاطم اور ہیجان ان میں پیدا ہوتا اُس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ لیکن غیرت مند مسلمان اپنے اس دینی وقار اور مذہبی استحقاق کے قایم رکھنے میں ہمیشہ استقلال و ہمت سے اُن کی ستمگاریوں کی مدافعت کرتے رہے۔

محض سفاکی و بے رحمی کو چند سال کے تجربہ نے جب کہ ناکافی ثابت کیا تو اہلِ ہنود تدابیر و حیل کی آمیزش اپنی جفا کاری میں ضروری سمجھ کر تدلیس و تلبیس سے بھی کام لینے لگے۔ چنانچہ ۱۲۹۸ھ ہجری میں اہلِ ہنود نے ایک عبارت استفتا مرتب کرکے بنام زید و عمر مختلف شہروں سے متعدد علمائے کرام کی خدمت میں روانہ کی۔

استفتا میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ موقع بقرعید پر گائے کی قربانی جب کہ موجب فتنہ و فساد ہے اور امن عامہ میں اس کی وجہ سے خلل آتا ہے اگر مسلمان گائے کی قربانی موقوف کردیں تو کیا مضائقہ ہے۔

حضرات علمانے نہایت مدلل طریقہ پر اس کا یہی جواب تحریر فرمایا کہ شریعت نے جو انعام عطا فرمایا ہے اُس سے فائدہ اُٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے خوف فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیے بہ پاس خاطر ہنود یا خوفِ ہنود اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز روا نہیں۔

دو تین برس بعد پھر اسی قسم کا استفتا جاری ہوا اور پھر دربارِ شریعت سے یہی فتویٰ صادر ہوا۔ مولانا المفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا رسالہ انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ ہجری کا تصنیف ہے اُسے ملاحظہ فرمایئے، اور مجموعۂ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم مطالعہ کیجئے۔ ساری حقیقت واضح ہوجائیگی۔ اس کے بعد ۱۳۱۲ھ ہجری اور ۱۳۲۹ھ ہجری میں پھر اسی سوال کا اعادہ کیا گیا اور دارالافتا سے اُسی اگلے جواب کا اعادہ فرمایا گیا۔

گویا اور مئو میں جب کہ ہندوؤں نے ایک حشرِ عظیم بپا کیا اور بعد قتل و غارت گری اور بے حرمتی

مساجد اس کوشش میں سرگرم ہوئے کہ حکام کچہری پر یہ ثابت کریں کہ قربانی گاؤ سے ہندوؤں کی دل آزاری ہوتی ہے اور گائے کی قربانی حسبِ اجازت مذہبِ اسلام نہیں اُس وقت علامہ حبر یا کوٹی مولٰنا محمد فاروق صاحب عباسی نے ایک رسالہ چھپوا کر شایع فرمایا جس میں دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے اچھی طرح ثابت فرما دیا کہ اہلِ ہنود کا ادعائے باطل محض بے بنیاد ہے۔ نیز واقعۂ مؤ کی مستند تاریخ ایک مسدس میں نظم فرمائی جو ہندوؤں کے مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت و استقامت کی ہو بہو تصویر ہے۔ یہ دونوں رسالے چھپ کر ملک میں شایع ہو چکے ہیں۔

اشاراتِ صدر سے صرف اِس قدر ثابت کرنا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے شعارِ دین کی توہین اور ارکانِ مذہبی کے نیست و نابود کرنے میں اپنی پوری جسمانی مالی اور دماغی قوت گوناگوں طور پر صرف کرنے میں پچاس برس سے مسلسل ساعی و کوشاں ہیں لیکن علمائے کرام اور عامۂ مسلمین آج تک اُن کے دامنِ ہنود میں پناہ لینے سے اظہارِ بیزاری کرتے رہے۔

قرآن و مساجد کی بے حرمتی ہندوؤں نے جوشِ وحشت میں آکر قرآن مجید کے ساتھ بارہا بے ادبی کی ہے مساجد کی بے حرمتی میں ہمیشہ اُنھوں نے ظالمانہ ہاتھ بڑھایا ہے مسلمانوں کی جانوں اور عصمتوں کو نہایت بیباکی سے اُنھوں نے تباہ و برباد کیا ہے۔ غرض اُن کے اختیار و قوت میں جس قدر مسلمانوں کے دین پر حملہ کرنا ممکن تھا اُس سے یہ کبھی باز نہ رہے۔ اہلِ ہنود کے وہ مناظرِ خونیں جو مواقع محرم الحرام یا اذان وغیرہ پر ہوا کیے ہیں اُن کی فہرست مظالمِ بقرعید سے علاوہ ہے۔

کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کیا یہ امر محتاجِ دلیل ہے کہ ہندوؤں میں اس کی طاقت کہاں تھی جو وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرتے اس کی قوت ان میں کب تھی جو عراق و شام پر یہ فوج کشی کرتے۔ ایسے سامان انھیں میسر کہاں تھے جس سے مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ پر یہ اپنا تصرف کرتے یا جزیرۃ العرب کو اپنے دائرۂ حکومت میں داخل کرتے۔ ان کی انتہائی قوت بس اسی قدر تھی کہ مسلمانانِ ہند پر بزدلانہ

حملوں سے اپنی اُس سپاس گذاری اور منت پذیری کا ثبوت دیں جو امتنان واحسان مسلمانوں نے اپنے ایام سلطنت میں اُن کے ساتھ مرعی رکھے۔

کانگریس اور مسلم لیگ کا مفاہمہ و مابعد

۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ نے بعد مفاہمہ اتحاد کا آوازہ بلند کیا اُس وقت مسلمانوں کی خلافت مقدسہ دول یورپ کے نرغہ میں پھنسی ہوئی تھی اس لیے مناسب یہی تھا کہ مسلمانانِ ہند مقامی اور وطنی نزاعات کو صلح اور آشتی کے ساتھ طے کرلیں اور پوری توجہ سے خلافت اور مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت پر تدابیر سوچ کر عمل آرا ہوں۔ لیکن ہندو مسلمانوں کے اس عالم پریشانی سے بغیر فائدہ حاصل کیے کیونکر رہ سکتے تھے۔ ایک دو بڑے ہندو لیڈروں نے تو سحر آمیز افسوں خوانی لیڈران مسلم کے کانوں میں بصیغۂ راز شروع کی اور مابقیہ نے ملکر ایک قیامت آرہ اور شاہ آباد میں بپا کی دوسرے سال کرتار پور میں اپنی عداوت کا نہ مٹنے والا ثبوت پیش کیا۔

عین ایسے موقع پر جب کہ مسلمان انتہائے اضطرار و بےچینی کے عالم میں مبتلا تھے۔ اِن دونوں مقامات پر یکے بعد دیگرے آتش فساد مشتعل کرنے سے ہندؤں کا یہی مقصد تھا کہ مسلمانانِ ہند اپنے مصائب میں پھنس کر خدمتِ خلافت سے محروم رہ جاویں اور یورپ کی وہ سلطنتیں جو اسلامی مرکز پر حملہ آور ہیں ہندؤں کے اِس فتنہ وفساد سے مظاہرہ واعانت کا فائدہ حاصل کریں۔ الہ آباد و بریلی وغیرہ میں عشرۂ محرم الحرام کے موقع پر جو فساد ہندؤں نے کیا وہ اِس کے علاوہ ہی۔

اتحادیوں اور ہندؤں کا اتحاد

اتحادیوں میں فوج کشی اور ملک گیری کی قوت تھی اس لیے وہ اپنی اس قوت سے کام لے رہے تھے اور ہندؤں میں یہ طاقت تھی کہ ایسی نازک حالت میں مسلمانانِ ہند کو مقامی آفات میں اُلجھا کر ارض مقدس کی خدمت سے باز رکھیں اس لیے وہ اپنی اسی طاقت کو عمل میں لا رہے تھے۔ غرض اس انتہائی ایام مصیبت میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی میں اتحادی

سلطنتیں اور اُن کے ملکی بھائی دونوں برابر کے شریک وسہیم تھے۔ ملکی بھائیوں نے بعد اتفاق و اتحاد ذرہ برابر بھی غارت گری اور درندگی میں کمی وکوتاہی روا نہ رکھی اور اپنے اُس ظلم کو جسے پچاس برس سے پرورش کر رہے تھے آرہ شاہ آباد اور کٹار پور کے مسلمانوں کے خون سے پھر ایک بار سینچا۔

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا طرزِ عمل

ہندوؤں کے اس برتاؤ اور برادرانہ سلوک کے مقابل میں اگر مسلمانوں کا طرزِ عمل دیکھا جائے تو اچھی طرح فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ حقِ ہمسائگی کی رعایت کس نے ہمیشہ ملحوظ رکھی ہے۔

بہت سے رواسم شرک وکفر ہندو اس طرح انجام دیتے ہیں کہ اُن کے طرز واد اپر مسلمانوں کو اُن کا مذہب اُس کے استیصال اور ممانعت کا حکم دیتا ہے لیکن کوئی واقعہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں دور ودراز کے مسلمانوں نے اجتماعی حالت سے کہیں ہندوؤں پر حملہ آوری کی ہو۔

رام لیلا، گنیش، اور ہولی وغیرہ ہندوؤں کے ایسے تہوار ہیں جن میں بارہا ہندوؤں کی جانب سے اشتعال انگیزی ہوا کی ہے۔ لیکن ناگزیر ومفرط حالتوں میں بھی بجز مقامی مسلمانوں کے کوئی قوت وجمعیت دیگر اضلاع سے کھینچ کر مدافعت کے لیے کبھی مجتمع نہوئی۔

انتہائے برادر نوازی اور حق ہمسائگی کی تازہ ترین مثال واقعہ کٹار پور ہے ہندوؤں نے تو مسلمانوں کو بند مکان میں آگ لگا کر جلایا اور اُن کی جان مال اور آبرو کو نہایت بیدردی و بےرحمی سے تباہ کیا لیکن جب مقدمہ حکومت کے ہاتھوں میں پہونچا تو باوجود اس کے کہ عمائد ہنود اُن خونریز ہندوؤں کی حمایت میں ہر طرف سے ہر طرح کی امداد پر آمادہ ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے لیڈروں نے بجائے معاونت اور حقیقی غمگساری یہ تلقین شروع کی کہ مسلمانانِ کٹار پور درخواستیں دیں عرضداشتیں بھیجیں کہ ہم اپنا دعویٰ واپس لیتے ہیں۔ گورنمنٹ ان مجرموں کو رہا کر دے۔ پھر جب کہ فیصلہ پھانسی کا

سنا گیا اُس وقت بھی سلمانان کٹار پور کو دبا کر عفو کی خواستگاری میں انتہائی کوشش عمل میں لائی گئی اور آخر کار گورنمنٹ میں درخواست بھجوا ہی دی گئی۔ اس بذل و کرم کے اسباب موز و اسرار ہیں بجز لیڈروں کے اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ مسلمانان کٹار پور کا خون رائگاں کیوں قرار دیا گیا۔ اُن کے ورثا کو اس سنگدلی کے فیصلہ پر راضی ہو جانے کے لئے کیوں مجبور کیا گیا۔ ہندوؤں نے کیا عوض اس احسان کا پیش کیا۔ اِن سوالوں کا جواب حضرات لیڈر ہی دے سکتے ہیں بشرطیکہ اِن سوالوں کا قابلِ جواب ہونا خیال بھی فرمائیں۔

ستم ظریفی ہنود نوازی میں مبالغہ وغلو اس سے سمجھنا چاہیے کہ دورانِ مقدمہ میں مسلمانان کٹار پور کے پاس لیڈروں کے صحایف پہونچنے لگے کہ گائے کی قربانی موقوف کرو ان صحائف میں مستغنی عن الالقاب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب مُیں دہلی کے صحیفہ کو امتیاز خصوصی حاصل ہے۔ بعض حضرات خود تشریف لے گئے تاکہ مسلمانان کٹار پور کو گائے کی قربانی سے باز رکھا جائے حالانکہ انصاف کا یہ فیصلہ تھا کہ ہندو لیڈروں سے یہ اپیل کی جاتی کہ آپ کی قوم ہنود نے جب انتہائے وحشت و بربریت کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم و ستم کیا ہے تو اُن کی مظلومیت کی داد یہی ہو سکتی ہے کہ خود ہنود قربانی کے موقع پر گائے فراہم کریں تاکہ مسلمانوں کی کچھ اشک شوئی ہو جائے۔

بہرحال خلاصہ مدعا یہ ہے کہ اس طرزِ عمل اور حقوقِ مسلم کی حفاظت اور جماعت مسلمین کی لیڈری حضرات لیڈر اُس وقت فرما رہے تھے جس وقت نہ تو خلافت کمیٹی کی بنیاد پڑی تھی نہ کوئی تحریک خلافت کے متعلق عام مسلمانوں کے سامنے پیش کی گئی تھی نہ ہندوؤں نے یومِ خلافت میں مسلمانوں کے ساتھ اپنی دکانیں بند کی تھیں نہ کسی طرح کی ہمدردی کا اظہار خلافت کے متعلق ہندوؤں کے عوام یا خواص یا اخص الخاص نے کیا تھا پھر بھی لیڈرانِ مسلم اِس کوشش میں سرگرم تھے کہ مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے باز رکھ کر ہنود کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جائے۔ غالباً یہ اثر اُسی

سحر و افسوں کا ہوگا جو اخص لیڈرانِ ہنود نے بصیغۂ راز لیڈرانِ مسلم کی کانوں میں پھونک دیا تھا۔

اگر قوم ہنود اور اُن کے فدائیانِ مسلم سے سوال کیا جائے کہ کوئی واقعہ ایسا ہی شش کیا ٹم رپور کے پیش کریں جس میں مسلمانوں نے ہندوؤں پر اس طرح وحشیانہ ظلم کیا ہو پھر ہندو لیڈروں نے اپنے عوام کو اس طرح درگذر کرنے پر مجبور کیا ہو اور ان سب مراحل کے بعد اپنی قوم سے اسی مذہبی عمل کے ترک کرنے کی اپیل بھی کی ہو اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر اس پرپیچ لیڈری اور رژدلیدہ خیر خواہی ملت و مذہب کے سمجھنے میں اگر کچھ الجھن پیدا ہو جائے تو اس پر عتاب و خفگی کیوں نازل کی جائے۔

کچھ عرصہ سے جو مسلمانوں نے پولٹیکل کروٹ بدلی ہے اُس کے منافع و مصالح تو ہنوز زیر دۂ غیب میں مستور ہیں ہاں جو کچھ بظاہر محسوس ہے اُس سے کسی طرح کی صلاح و فلاح کی اُمید ایک خیالِ باطل اور وہم فاسد ہے۔

موجودہ ہادیانِ قوم ایک مدت سے قوم کی باگ چند ذی اثر اور ذی وجاہت اشخاص کے ہاتھوں میں رہنے کا معمول و دستور ہے قوم اسی کی خوگر ہو رہی ہے کہ اعضا اس کے شل ہوں اور دماغ سے اِس کے جمود کا پردہ اُٹھنے نہ پائے۔ لیڈر جو کچھ ارشاد فرمائیں قوم بے سوچے سمجھے آمین کہدے۔

لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ غلامی اور ذلت کا طوق گراں سے گراں تر اور بوجھل سے بوجھل تیار کریں اور اپنی قوم کی گردنوں میں ڈال کر اُن کا گلا گھونٹتے رہیں۔ اور پھر اس طرح مٹا دینے اور فنا کر دینے کا خراجِ تحسین بھی قوم سے وصول کریں۔

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند کا عہدِ حکومت جب ختم ہوا اور لارڈ چیمسفورڈ کا دَور آیا تو بعض ذی وجاہت حضرات کی باریابی اس دورِ جدید میں چنداں شاندار نہ رہی توقعات بھی

مایوسیوں سے بدلنے لگے اور اُمید کا چہرہ بالکل ہی تاریک پڑ گیا مجبور ہو کر قوم کی طرف اپنی عنایتوں کا رُخ اِن حضرات کو پھیرنا پڑا اسی کے ساتھ بعض نفس آرا خود نما ہنگامہ افزا اشخاص کے ساتھ ملنے پر مجبور رہوئے۔ مذہب و ملت کے سچے ہمدرد اُسی وقت کھٹک گئے تھے کہ یہ عنایات اور یہ باہمی آمیزش مسلمانوں کے کسی وطنی و مذہبی حق کو بغیر سلب کئے نہ رہیگی۔ چنانچہ یہ نتیجہ آج اُسی عنایت اور قران کا ہی جو گائے کی قربانی مسلمانوں سے چھوڑائی جاتی ہی موحدین کی پیشانیوں پر قشقہ جو شعار شرک ہی کھینچا جاتا ہی مساجد اہلِ ہنود کی تفرج گاہیں ، مندر مسلمانوں کا ایک مقدس معبد ہی۔ ہولی شعار اسلام ہی جس میں رنگ پاشی اور وہ بھی خاص اہلِ ہنود کے ہاتھوں سے جب کہ وہ نشۂ شراب میں بدمست ہوں عجب دلکش عبادت ہی۔ بتوں پر ریوڑیاں چڑھانا ہار پھولوں سے اُنھیں آراستہ کرنا پھولوں کا تاج اصنام کے سروں پر رکھنا خالص توحید ہی یہ سارے مسائل ان صورتوں میں اس لیے ڈھل گئے کہ ہندوؤں کی دلنوازی اور استرضاء سے زیادہ اہم نہ توحید ہی نہ رسالت نہ معاد نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا پہلا دور ہندوستان میں جب ہی سی علامتیں اپنی سلطنت کی مٹ گئیں اور برٹش حکومت ہر پہلو سے مضبوط ہو گئی اُس وقت مسلمانوں کے لیڈروں نے مرتبہ افراط میں آکر اس سلطنت کے برکات اور اس حکومت کے فیوضات کا خطبہ جو پڑھنا شروع کیا تو یہ معلوم ہوا کہ تلاوتِ کلام پاک سے بھی زیادہ ثواب اس وقت اس میں ہی کہ حکومت کی حمد و ثنا سے زبان تر رکھی جائے انگریزوں کے حقوق اور مسلمانوں کی وفاشعاری اور اطاعت گزاری پر جو رسائل لکھے گئے اُن سے یہی سمجھا جاتا تھا کہ نزول قرآن اور تعلیم اسلام کا خلاصہ اور جوہر یہ ہی کہ انگریزوں میں اس طرح اپنے کو مل کر فنا کر دو کہ نہ تو غیری نہ من غیرم کی شکل پیدا ہو جائے۔ پھر کوئی بڑے سے بڑا مبصر بھی یہ نہ بتا سکے کہ اصل کون ہی اور نقل کون۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے لیڈروں نے قوم کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔

تقلید جامد اور اتباع کورانہ

ایک عرصہ تک اس تقلید جامد اور کورانہ اتباع کے لطائف میں لیڈروں کو مدح خواں اور ثنا گستر بھی پایا گیا لیکن امتداد زمانہ نے جبکہ اُس کیف دور دور میں حالت مساوات پیدا کر دی تو اب یہ فیصلہ ہوا کہ غلامی سے کسی زندگی کا بہتر ہونا اور وہ بھی مسلمانوں کیلئے یہ تو ناممکن اور امر محال ہے لیکن حکومت اور سلطنت کی غلامی اپنے منسوب الیہ کے اعتبار سے ایک علو و بلندی رکھتی ہے اب تک مسلمان جو برکات غلامی سے محروم رہے وہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی غلامی نسبت عالی رکھتی ہے وقت آگیا اور ضرورت اس کی عیاں ہو چکی کہ مسلمان اپنے اُس قوم ہمسایہ کی جس پر کسی عہد میں اُنھوں نے صدیوں تک حکومت کی تھی بکمال عقیدت غلامی اختیار کریں تاکہ ثمرات غلامی سے بدرجہ اتم واکمل بہرہ مند ہو سکیں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھتے ہوئے لیڈروں نے قوم کی رفتار دوسری جانب موڑنے کی کوشش کی۔

پہلی منزل

مسٹر مانٹیگو کے سامنے دہلی میں جس وقت اعیان ہند کے وفود پیش ہو رہے تھے جب آل انڈیا مسلم لیگ کی پیشی کی نوبت آئی تو اس جماعت کا جو ایڈریس تھا اُس میں یہ گزارش بھی پر زور الفاظ میں کی گئی تھی کہ ہندوستان سے گائے کا ذبح کرنا موقوف کیا جائے جدید آقا کے دربار میں جو نذور عبودیت و عقیدت کے ہاتھوں پیشکش ہونے والے تھے اُن میں سب سے زیادہ پسندیدہ یہی نذر تھی جس کا سامان اس طرح انجام دیا جانا قرار پایا تھا یہ وفد بوجوہ پیش نہ ہو سکا لہٰذا نئی سرکار میں اس ایثار کی کچھ نمایاں قدردانی بھی نہ ہو سکی۔

قربانی کا مسئلہ چونکہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں سے متعلق تھا اس لئے محض لیڈروں کے ہاتھوں کا نذرانہ قابل قبول سرکار ہنود ہرگز ہو نہیں سکتا تھا اس کے لئے لیڈر حضرات کو کوئی ایسا حیلہ ایجاد کرنا ضرور تھا جس کی وساطت سے قلوب عوام پر اس طرح قابض و متصرف ہو جائیں کہ حامیان

ملت و مذہب کے ہدایت کی گنجائش باقی نہ رہی۔

مسلمانوں کے لیڈر اسی خیال میں تھے کہ کانگریس کا جلسہ دہلی میں منعقد ہوا صدر مجلس کانگریس مسٹر مدن موہن مالویا بالقابہ اپنی آخر نشست میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری سے باز رہیں اور ان کی طرف برادرانہ محبت سے ہاتھ بڑھائیں"۔

اس دل آزاری اور محبت کی تفسیر بھی براہ مہربانی خود ہی صدر نے مابعد میں فرمادی کہ "اگر مسلمانوں کے مذہبی نقطۂ خیال سے گائے کی قربانی نہایت ضروری ہے تو باوجود اس تکلیف کے جو مجھے اس معاملہ میں ہوگی میں قربانی کو خود اپنی آنکھ سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں"۔

قابل غور یہ نکتہ ہے کہ مسلمان لیڈر جبکہ جوش محبت ہنود میں خود ہی بغیر تحریک ظاہری ہنود کرتارپور جیسے مقام پر جہاں اس شدت و بیرحمی سے ہندوؤں نے قربانی گاؤ پر ہجوم اور حملہ آوری کی تھی جس حملۂ و ہجوم نے مسلمانان کرتارپور پر گائے کی قربانی واجب کردی تحریک ترک کی بانواع گوناگوں کر رہے ہیں پھر گورنمنٹ سے بواسطہ مسٹر مانٹیگو اپنے ایڈریس میں یہ چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند کوئی ایسا قانون وضع کرے جس سے ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا قانوناً جرم قرار پاجائے ایسی حالت میں مدن موہن مالویا جیسا خیر خواہ ہندوستان کانگریس جیسے ذیشان جلسہ میں خود اپنے منہ سے یہ کہے کہ مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری سے باز آئیں یہ سمند شوق و آرزو پر ایسا تازیانہ ہے کہ ایک لمحہ کا سکون و قرار بھی تعجب سے خالی نہیں اس پر بھی لیڈروں نے کامل ایک سال تک انتہائے ضبط و خودداری سے کام لیا اور اس عرصہ میں وہ اجزاء و عناصر فراہم کئے گئے جس سے تحریک ترک قربانی گاؤ ہمہ گیر ہوجائے۔

تالیف قلوب کا سنگ بنیاد ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کا جلسہ بھی دہلی میں ہی منعقد ہوا تھا

مجلس استقبالیہ کے صدر نے جو اپنا خطبہ اُس وقت پڑھا ہے اُس میں مسئلہ خلافت کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہوئے ترکوں کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کی ہے برسوں کا بھولا ہوا سبق جو آج یاد آیا ہے یہی عامہ مسلمین کے تالیف قلوب کا پہلا سنگِ بنیاد ہے جسے ڈاکٹر انصاری صاحب نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ مسلم لیگ اپنے ہاتھوں سے رکھا۔

اس سال کی قومی و ملکی مجالس میں صرف اسی قدر کارروائی ہوئی کہ مدن موہن مالویا صاحب نے مسلمانوں کو دل آزاری ہنود سے منع فرمایا اور ڈاکٹر انصاری صاحب نے حمایت خلافت کا علم بلند فرمایا۔

علمارسیاسی نے بھی وقت شناسی سے کام لے کر اس موقع پر اپنے فتوے کا اعلان ضروری سمجھا۔

خلافت کمیٹی کا سنگ بنیاد

اسی کے ساتھ یہ گزارش بھی سُن لیجئے کہ انھیں ایام میں مسٹر گاندھی اپنے دوران سفر میں بعض ایسے لیڈروں سے ملاقات کرتے ہیں جو قومی اور ملکی مجالس میں اپنی معذوریوں سے شریک نہیں ہو سکتے تھے پھر اسی کے ساتھ ستیاگرہ اور ہڑتال عام اور رفع امتیاز مسجد و مندر جس کے محرک مسٹر گاندھی ہیں اسے بھی منضم کر لیجئے۔ جب یہ متفرق اعمال جن میں بظاہر کوئی سلسلہ معلوم نہیں ہوتا اپنے اپنے محل و موقع پر انجام پا چکے تو اب ۱۹۱۹ء میں بتاریخ ۲۰ نومبر بمقام دہلی خلافت کمیٹی کا سنگ بنیاد پڑتا ہے اس موقع پر ہنود بھی ایک کافی تعداد میں بحیثیت نمایندہ شریک ہوئے جن میں خصوصیت کے ساتھ مسٹر گاندھی کا نام قابل ذکر ہے جنھوں نے اس خالص مذہبی جلسہ کی ایک اجلاس میں صدارت بھی فرمائی تھی اور علمارسیاسی نے آپ کے تشکر دامتنان میں وہ سب کچھ ارشاد فرمایا جس کا جذبہ عقیدت اور جوش اتباع و تقلید مقتضی تھا۔

اظہار تشکر کے ذیل میں مولانا صاحب نے اس کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھا کہ مسٹر گاندھی صاحب کے اخلاق اور گفتگو سے میں یہاں تک متاثر ہو چکا ہوں کہ گائے کی قربانی میں نے ترک کردی جلسہ خلافت کے مقاصد اور اصول عمل اسلامی دینی سے ترک قربانی گاؤ کا تعلق کچھ ہو یا نہو لیکن یہی جملہ جو بطور حکایت بیان ہوا اور جو الفاظ سرسری طور پر اثنائے تشکر و امتنان میں آگئے فی الحقیقت یہ ایک زبردست دیباچہ اور مقدمہ تھا اس کتاب کا جو آیندہ ماہ دسمبر میں اسی سال عامہ مسلمین کے لئے تصنیف ہونے والی تھی اسی کے ساتھ خلافت کے نام سے جو ایک ہڑتال ہوئی اُسے تمہید کتاب سمجھ لیجئے۔

قومی مجالس کا انعقاد

اب دسمبر کا مہینہ آتا ہے اور قومی مجالس کا انعقاد امرتسر میں ہو رہا ہے مسلم لیگ کے صدر مستغنی عن الالقاب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی اپنا خطبہ صدارت پڑھتے ہیں جس کی بیشمار کاپیاں ملک میں تقسیم ہو چکی ہیں تقریباً چار صفحوں میں صدر مسلم لیگ نے مسئلہ قربانی سے بحث فرمائی ہے ابتدائی جملہ یہ ہے۔

"گاؤ کشی کا ذکر ہم لوگ ایک عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں کرتے رہے ہیں لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا جائے"

صفحہ ۳۳ میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ ہندوؤں کی عنایت و کرم کا اظہار فرمایا گیا ہے اور صفحہ ۳۴ پر مذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلہ سے بحث کرتے ہوئے یوں ارشاد ہوتا ہے "ہندوستان کو چھوڑکر تمام عرب شام مصر طرابلس اور ایشیائے ترکی وغیرہ کے مسلمانوں کو دیکھئے جن میں سے کروڑوں کی تعداد نے زندگی بھر اس سنت کو بغیر گائے کی قربانی کے ادا کیا ہے" عوام بیچارے اس پر پیچ تاریخی جملہ سے یہ سمجھے کہ گائے کو قربانی کے لئے تمام بلاد اسلامیہ کے مسلمان چھوتے بھی نہیں لیکن خفیف سا یہ شبہ عوام کو رہ جاتا تھا کہ شاید اس دور سے پیشتر عہد رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں گائے قربانی ہوتی ہو یا ہوئی ہو اس شبہ کو مٹا دینے کے لئے حکیم صاحب نہایت شد و مد سے ایک حدیث میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ "اس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہی کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا"

مسلم لیگ میں جب رزولیوشن پیش ہونے لگے تو ڈاکٹر انصاری صاحب نے ترک قربانی گاؤ کا رزولیوشن پیش فرمایا جو تھوڑی خوش بیانیوں کے بعد منظور ہو گیا۔ مولنا عبدالباری صاحب فرنگی محل نے قومی و ملکی مجالس سے مراجعت فرماتے ہوئے سہارنپور میں ایک تقریر فرمائی جس میں مسئلہ قربانی کے متعلق جو کارروائی مسلم لیگ نے انجام دی تھی اُس کی تائید و تحسین میں کافی زوردار الفاظ ارشاد فرمائے۔

مستغنی عن الالقاب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی کا مسلمانان کٹارپور کے پاس صحیفہ متعلق ترک قربانی گاؤ بھیجنا۔ ڈاکٹر انصاری صاحب کا خلافت کی حمایت میں ایک قبل صد لٹے احتجاج بلند فرمانا۔ پھر نومبر میں جلسہ خلافت کا انعقاد اور گاندھی صاحب کی ایک جلسہ میں صدارت اور مولانا عبدالباری صاحب کا اثنائے تشکر و امتنان میں ترک قربانی گاؤ کا سرسری تذکرہ پھر دوسرے ہی مہینے میں چند ہفتوں بعد مسلم لیگ کا جلسہ اور اُس میں انھیں ارکان ثلثہ کا یکے بعد دیگرے اس مسئلہ کو اس طرح طے کر ڈالنا کہ مستغنی عن الالقاب عالی جناب حکیم صاحب خطبہ صدارت میں ملکی سیاسی اور مذہبی پہلو سے ترک قربانی گاؤ پر زور دیتے ہیں ڈاکٹر انصاری صاحب رزولیوشن کی شکل میں پیش فرماتے ہیں جو منظور ہو جاتا ہے۔ مولنا عبدالباری صاحب سہارنپور پہونچکر تحسین و تائید فرماتے ہیں اب وہ نذرانہ اور گراں بہا تحفہ جو سرکار ہنود میں پیش ہونے والا تھا جس کے لئے سارے اہل دربار ہمہ تن چشم براہ تھے۔ جس کا ذکر مسٹر مانٹیگو کے

سامنے پیش ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے وفد نے اپنے ایڈریس میں کیا تھا نیز جس کے متعلق عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں ذکر ہوا کرتا تھا اب وہ اس قابل ہوگیا کہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں کا ہاتھ اس نذر و ہدیہ میں شامل ہو۔

واقعات اور نتیجہ واقعات صدر کو ذہن میں رکھکر ہر سمجھدار اور ذی فہم اپنے طور پر اس کا فیصلہ کرلے کہ ترک قربانی گاؤ کا فیصلہ لیڈروں نے کب سے کر لیا تھا۔

توقف کی ساعتیں محض اس تدبیر میں بسر ہوئیں کہ ایسے اسباب و وسائل مہیا ہو جائیں جن کی وساطت سے عوام لسے حق تلفی نہ سمجھیں بلکہ مذہبی اعانت سمجھکر دفعۃً لبیک کہہ اٹھیں۔ اگر واقعات کے تسلسل اور افعال کی کڑیوں کو یکجا ترتیب دینے سے کوئی نتیجہ صحیح پیدا ہو سکتا ہے تو پھر واقعات مذکورۂ بالا کے تسلسل سے اس صحیح نتیجہ پر پہونچئے کہ یہ دلفریب اور الجھانے والی باتیں محض کہنے کے لئے ہیں کہ مقاصد خلافت کی اہمیت اور بقائے خلافت کی شرعی ضرورت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ گائے کی قربانی کو خلافت پر سے قربان کر دیا جائے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اگر ہندو ترک قربانی گاؤ کی تحریک کرتے تو عامۃ مسلمین ہرگز ہرگز اس کو تسلیم نہ کرتے۔ لیڈر صاحبان بھی اگر اس کی اپیل سیاسی اور ملکی پہلو سے پیش فرماتے تو ناکامیابی کا ظن غالب تھا اس جیسے مسئلہ کے لئے اسی کی ضرورت تھی کہ شرعی اور مذہبی لباس میں اسے مسلمانوں کے سامنے لایا جائے یہ نپولین کی پالیسی تھی کہ وہ مذہب کا نام نہایت گرمجوشی سے لیتا اور مذہبی بننے میں کمال مبالغہ سے کام لیتا تھا یہاں تک کہ بعضوں کو اُس کے اسلام و مسلمان ہونے کا دھوکا ہو جاتا تھا کہ تالیف قلوب کا یہی ایک واحد ذریعہ ہے جسے ہمہ گیری کا حق حاصل ہے۔ نپولین کی اسی پالیسی کو مدنظر رکھکر اس وقت لیڈروں نے بھی مقاصد کانگریس کی تکمیل کے لئے جو مجلس منعقد فرمائی ہے اُسے دلکش و دلگیر بنانے کے لئے

خلافت کمیٹی کا لقب دیا ہے تاکہ نہایت سہولت سے مسلمانان ہندوستان کی گردنیں ہندوؤں کی غلامی و اطاعت میں سر بسجود ہو جائیں۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

کانگریس کے دو اصول | مقاصد کانگریس کے دو اصول کلیہ ہیں جن کے تحت میں سارے جزئیات داخل ہیں ایک کا تعلق حکومت سے ہے اور دوسرے کا مسلمانوں سے۔

مطالبات و اختیارات ملکی کا تعلق حکومت ہند سے ہے جس کے لئے ہندوؤں نے ہر طرح کی کوششیں کیں۔ بندہ ماترم کا پرجوش نعرہ ایجاد کیا۔ سُدیشی کی تحریک کی یورپ کو بائیکاٹ کرنے کی قوم میں اپیلیں شائع کیں۔ ہڑتال عام کی بنیاد رکھی۔ انتہا یہ کہ بم بنانا سیکھا اور متعدد مواقع پر اپنے استعمال کی مشاقی بھی ظاہر کی۔ لارڈ ہارڈنگ کا واقعہ صفحات تاریخ میں بہت نمایاں مقام رکھتا ہے۔ جس کے پہلو میں کوئی دوسرا واقعہ لکھا نہیں جا سکتا۔ غرض جد وجہد کے جس قدر راستے ممکن تھے اُن سب پر یہ چلے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن

مقصد کانگریس کا دوسرا حصہ جس کا تعلق مسلمانوں سے تھا اس کے اُس خاص شعبہ میں تو ہندوؤں کو کامیابی ضرور حاصل ہوئی جس کا تعلق دفاتر ملازمت اور ممبری کونسل و میونسپل و لوکل بورڈ وغیرہ سے تھا۔ لیکن اہم ترین جز یعنی امور مذہبی میں ذرہ برابر بھی انھیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ مسلم جب ظلم و ستم سے یا بغیر حق شرعی ہلاک کیا جائے تو وہ مرتبہ شہادت سے فائز ہوتا ہے۔ یہی ذوق شہادت تھا جس نے مسلمانوں کو جادہ استقامت سے ہٹنے نہ دیا۔ ہندوؤں کے ہر طرح کے مظالم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور اپنی روحانی قوت اور ایمانی طاقت سے ہندوؤں کے جم غفیر کو خس و خاشاک ثابت کر دکھایا۔

وہ پریشان کن مہلک تدبیریں جن کی وساطت سے ہندوؤں نے سلطنت سے بہت کچھ

حاصل کر لیا مسلمانوں کے مقابل میں سب کی سب بے سود ثابت ہوئیں لیکن آج ہنود کے انھیں مطلوبات اور مقاصد کی تکمیل جلسہ خلافت کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے پھر اسے اگر کوئی کانگریس کا مرادف کہے تو یہ غلط کیوں کر ہو سکتا ہے۔ ہنود گائے کی قربانی میں پچاس برس سے مزاحمت کر رہے ہیں ظلم و درندگی کی کوئی قسم ایسی نہیں جسے نہایت بیباکی سے مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں نے برتا ہو لیکن آج سیاسی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہنود گائے کی قربانی چھوڑنے کی تحریک کریں یا اس پر مزاحم ہوں تو صورت مسئلہ کی بدل جاتی ہے۔ مباح و مستحب مسلمانوں پر واجب ہو جائے گا۔ اس قضیہ شرطیہ کے سمجھنے کے لئے جس خاص دماغ کی حاجت ہے وہ علماء سیاست داں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مؤ۔ گوپا۔ باڑھ۔ بہار۔ اجودھیا۔ آرہ۔ شاہاباد اور کٹارپور میں جو واقعات ہوئے شاید ان ہنگاموں اور خوں ریزیوں کی علت قربانی گاؤ پر ہندوؤں کا مزاحم اور حملہ آور ہونا نہ ہوگا۔ بلکہ ہندو گائے لاکر مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے تھے کہ تم انھیں گاؤں کی قربانی کرو۔ جو ہماری پروردہ و مملوکہ ہیں اور جسے ہم برادرانہ حیثیت سے تمھیں ہدیۃً پیش کرتے ہیں اور مسلمان اُن گاؤں کی قربانی کرنے سے بخشونت و تندی انکار کرتے تھے۔ آخر بات بڑھی اور فساد ہو پڑا۔

علمائے سیاسی سے ایک استفسار براہ مہربانی سیاسی علماء اسے واضح طور پر بیان فرمائیں کہ یہ سارے جاں ستان واقعات جبکہ اُن کے نزدیک نہ منع کرنا ہے نہ روکنا ہے نہ مزاحمت ہے حد یہ کہ ان واقعات کا مرتبہ درخواست کا بھی نہیں تو آخر ہنود مسلمانوں کے ساتھ اور کونسا طریقہ ظلم اختیار کرتے جسے آپ مزاحمت سمجھتے اور یہ فتویٰ دیتے کہ مسلمانان ہند پر گائے کی قربانی اب واجب ہو گئی اس لئے کہ ہندوؤں کی جانب سے مزاحمت اور منع پایا گیا۔

لیڈر ترک قربانی گاؤ کے لئے جن افسوسناک طریقوں کو عمل میں لائے سمجھ میں

نہیں آتا کہ ایسی بیبا کی پر باوجود مسلمان ہونے کے اُنھیں جرأت کیوں کر ہوئی۔ عام طور پر مسلمانوں کے سامنے یہی پیش کیا گیا کہ ہم خلافت اور مقامات مقدسہ کے لئے انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہیں اور اُن کے مظالم کا عوض لیتے ہیں ہندو ہمارا ساتھ دیتے ہیں تم بیت اللہ اور حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم) کو بچالو گے اگر گائے کی قربانی موقوف کر دو۔

خاص دہلی میں عشرہ ذی الحجہ کے موقع پر اُونٹوں کا گشت جن پر جلی قلموں میں اس طرح کے فقرات تختوں پر چسپاں جن سے ہر مومن کا دل کانپ کانپ اُٹھتا تھا لکھکر خوب خوب مشتہر ہوئے پھر نہایت سختی سے بعض مجبور کرنے والی تدابیر سے بھی انسداد کافی کیا گیا۔ بمبئی کے مسلمانوں پر بھی خلافت کمیٹی نے قربانی گاؤ پر ستم کرنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ خلافت کمیٹیاں کیا ہوئیں کہ گائے کی قربانی کرنے والوں پر ایک آفت وبلا ہوئی۔ اس سے قبل جو حصّہ ظلم کا ہندوؤں سے باقی رہ گیا تھا اسے فدائیان ہنود نے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں پر تمام کر دینے کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔ یا ارحم الراحمین ہم مسلمانوں پر رحم فرما اور اس آئے ہوئے فتنہ کو ہمارے سروں سے دُور کر بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد۔ طرفگی یہ کہ اگر کوئی بر سبیل خیر خواہی و نصیحت دینی ان لیڈروں کے طرز میں کچھ اصلاح پیش کرے یا ترمیم کا خواستگار ہو تو اُسے کافر بیدین قوم فروش غدار وغیرہ کہکر مجمع و محفل میں فضیحت کر ڈالیں عوام کی فوج ان کے ہاتھوں میں ہے اُنھیں جس پر چاہا بھڑ کا دیا لہکا دیا اہلِ حق اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے ہیں اور اپنی مظلومیت کی مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں نجات کی دعائیں مانگتے ہیں یہ ظلمہ اپنے نشۂ ظلم میں سرشار و غافل اُمت کی تباہی میں سرگرم ہیں۔ وہ ساعت دُور نہیں جبکہ رحمت الٰہی مظلوموں کی فریاد پر لبیک عبدی فرمائے۔

مسٹر گاندھی اور ان کے چار پانچ مسلمان متبعین اس وقت اس طرح غوغا و ہنگامہ برپا کر رہے ہیں

کہ حق کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ آج کفر کا فتویٰ اُن کی بارگاہ سے صادر ہو رہا ہے جو خود حقیقت کفر و شرک اور ایمان و اسلام دونوں سے ناآشنا ہیں۔

تعلیم و تلقین کا اہل

اسلامی تاریخوں پر جن کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ فتنہ کچھ انوکھا اور عجیب نہیں ہی گمراہ کرنے کے لیے بہت تھوڑا سامان اور قلیل مہلت چاہیئے ہاں ہدایت ایک امر اہم ہی جس کے لیے حق سبحانہ نے ایک خاص سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری فرمایا جو ہمارے پیغمبر پر آکر ختم ہوگیا پیغمبر روحی فداہ کے بعد وہی کچھ ہدایت کرسکتا ہی جس کا قدم منہاج نبوۃ پر ہو اور جس کی تعلیم و تلقین تحت وحی الٰہی واحادیث مصطفوی ہو۔

دوستو! عوام کی فوج جس سرعت دعقیدت کے ساتھ دوڑکر آتی ہے اُس سے بہت زیادہ تیزی سے دوڑکر بھاگ بھی جاتی ہے۔ پھر انھیں معتقد بنانے کے لیے عقائد اسلامیہ کو کیوں تباہ کرتے ہو ان کی ارادت و خوش عقیدگی کیوں کر تمہاری زندگی میں حلاوت بخشے گی جب کہ تمہارا مولیٰ عزوجل تم سے ناراض ہوگیا۔ ان کے انکار و اکراہ سے ڈرتے کیوں ہو جبکہ تمہارے کاموں کو تمہارا رب العزۃ پیار و رحم کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہی ؎

از پئے رد و قبول عامہ خود را خر مکن ۔۔۔ زانکہ نبود کار عامہ خر خری و فرفری

گاو را دارند باور در خدائی عامیاں ۔۔۔ نوح را باور ندارند از پئے پیغمبری

سیلاب مغالطات و تحریف حدیث

جلسہ خلافت کی بنیاد ۱۹۱۹ء کی ۲۲ نومبر کو بمقام دہلی جبکہ ہندو اور مسلمانوں نے مل کر رکھی اور پھر اس کی کارروائیاں اخبار و جرائد میں مطبوع ہوئیں حیرت ہوتی تھی کہ الٰہی یہ مسلمانوں کی عقل کو ہو کیا گیا ہے جواب عالم الغیب قادر مطلق سمیع و بصیر سے بھی پالیسی کرنے لگے اسی حیرت میں تھا کہ لیگ کا جلسہ ہوا اور حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب کا خطبہ صدارت دیکھنے میں آیا وہاں بھی وہی رنگ مغالطہ سرتاسر

پایا گیا بلکہ حکیم صاحب نے ایک قدم بڑھکر یہ جرأت بھی فرمائی کہ حدیث شریف کا ایک جملہ نقل کرتے ہوئے ایک لفظ بڑھا دیا اور الخ لکھکر ترجمہ اور نتیجہ بیان فرمایا وہی لفظ جس کا اضافہ فرمایا گیا دار و مدار دلیل اُسی کی وجہ سے چند سطور کی تحریر الخ لکھکر نقل ناتمام چھوڑنے سے یہ فائدہ کہ ناظرین کا ذہن اس بے ربط اضافہ سے متوحش ہونے پائے۔ چند روز تک سمجھ میں نہ آیا کہ اس طرح جعل اور تحریف سے کیا مدعا و مقصود ہے آخر ایک خط لکھا جس میں نہایت نیاز مندانہ طور پر یہ سوال تھا کہ حضرت ام سلمہ سے مروی روایت کس کتاب سے آنجناب نے نقل فرمائی جواب میں سکوت رہا شاید خط ضائع ہوا۔ فقیر خود دہلی گیا یہ رجب کی اوائل تاریخوں کا ذکر ہے مسلم یونیورسٹی کا وفد اس وقت دہلی گیا ہوا تھا۔ درِ دولت پر جا کر معلوم ہوا کہ طبیعت ناساز ہے پاؤں میں کچھ شکایت ہو گئی ہے دوسرے دن پھر پہونچا معلوم ہوا کہ مدن موہن مالویا صاحب سے کچھ مشورہ ہو رہا ہے۔ بعض حضرات اہلِ علم جن کی آمد و رفت جناب حکیم صاحب کے یہاں جاری ہے اُن کی خدمت میں پیام بھیجا کہ حدیث شریف میں جو غلطی ہو گئی ہے اُس کی تصحیح کی طرف حکیم صاحب کو توجہ دلائیے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کوشش بھی بے اثر ثابت ہوئی۔

چوتھی رجب کو سرکار اجمیر آستانہ غریب نواز پر حاضر ہوا۔ ایک دن بعض علماء سیاسی سے ملاقات ہوئی عرض کیا کہ یہ فتنہ عظیم ہے ہنود کی خاطر مسلمانوں کا گلا نہ گھونٹئے۔ دیکھئے حدیث میں جعل و تحریف تک کی نوبت آگئی تین مہینے گزر گئے اور کوئی اعلان نہیں کرتا ہے کہ اصل حدیث میں لفظ تشاءنہیں ہے غلطی سے لکھا گیا ہے۔

ہر ایک شخص جس کے پاس خطبہ صدارت مُسلم لیگ ہو اس مقام خاص کی تصحیح کرلے نیز علماء موسسین اتحاد ہندو مسلم کا یہ فرض ہے کہ اتحاد کے حدود متعین فرمائیں عوام کو قشقہ

لگانے اور مندروں میں جاکر ریوڑیاں بتوں پر چڑھانے سے منع کریں اور ان افعال کی شناعت کھُلے لفظوں میں بیان فرمائیں ورنہ ایمان کی بربادی کا خطرہ ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فقیر کی اس التماس کی علماء سیاسی کی خدمت میں بھی ذرہ برابر شنوائی نہ ہوئی آج تک وہی سکوت ہے وہی اعراض ہے وہی چشم پوشی ہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رہے سہے اعمال قبیحہ مسلمانوں نے تلک آنجہانی کی مصنوعی لاش کے موقع پر ادا کئے اور علماء سیاسی نے پھر اپنے سکوت سے ان امور کے جواز و استحسان پر تازہ مہر ثبت فرمادی۔

جمعیت کا پہلا اجلاس اور فقیر کی التماس

کانپور میں بماہ رجب ایک بڑے پیمانہ پر علماء کا جلسہ ہوتا ہے وہاں کے بعض کارکن علماء سے یہ استدعا پیش کی گئی کہ مسلمانوں کو اعمال شرک وکفر میں شریک ہونے سے باز رکھئے اور قربانی گاؤ کے متعلق غلطی تسلیم کر لیجئے لیکن جواب وہاں سے بھی سکوت ہی میں ملا ہر طرف سے مایوس ہوکر انتہائے بیقراری میں فقیر نے رسالہ الارشاد لکھا اور مسلمانوں کو امر حق سے آگاہ کیا اس رسالہ کی اشاعت اوّل عشرہ رمضان المبارک میں ہوئی لیڈران قوم کے پاس ٹکٹ چسپاں کرکے نسخے بھیجے گئے تین ماہ کے عرصہ میں تقریباً تین ہزار نسخے مختلف امصار و قصبات میں تقسیم ہوئے اب آکر جبکہ خطبۂ صدارت مسلم لیگ کو آٹھ مہینے اور الارشاد کی اشاعت کو کامل تین مہینے گذر چکے حکیم صاحب اپنی غلطی کا اعتراف پیچ در پیچ اعتراض و سوال و اپیل کے لپیٹ میں تحریر فرماتے ہیں حالانکہ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ ایسی خطائے فاحش تھی جس کا اعلان بلا جواز توقف حکیم صاحب کو بذریعۂ تار مختلف و متعدد اخبار و جرائد میں اب سے بہت قبل کرنا تھا ساتویں ذی الحجہ کا اخبار البشیر جو بیرونجات میں عین بقرعید کے روز پہونچا ہوگا اس میں اس طرح اعتراف کرنے سے یہ مقصد ومطلب ہے کہ مسلمانوں کو اقرار کا علم بھی اُس وقت ہو جب کہ سب مراحل قربانی کے طے

پاجائیں اسی کے ساتھ حق پسندی کی داد ملجائے گی۔

خیر یہ تو اپنا اپنا ذوق مذہبی ہے جس کے دل میں حدیث مصطفوی کی عظمت ہے وہی یہ بھی جان سکتا ہی کہ اس طرح کی خطا کا کفارہ کیوں کر ادا ہوتا ہے مجھے تو حکیم صاحب کے ایک سوال کا جواب دینا ہے جسے صاحب موصوف نے اپنی غلطی کا اعتراف فرماتے ہوئے آخر میں پیش فرمایا ہی حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں "میرے اوپر ایک یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ حدیث اذا اراد اللہ ان یضحی بالشاۃ میں آخری لفظ شاۃ کا کسی کتاب میں نہیں ہی میں اس اعتراض کو قبول کرتا ہوں اور یہ بات ظاہر کرنی ضروری خیال کرتا ہوں کہ یہ لفظ محض غلطی کی وجہ سے لکھا گیا دراصل یہ کسی حدیث کا جزو نہیں ہی لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اعتراض کرنے والے بزرگ اس سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں"

ارشاد پر اعتراض کا جواب

فقیر نے حکیم صاحب پر اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ ایک حقیقی اور واقعی امر کا اظہار تھا رہا فائدہ وہ حکیم صاحب ہی بیان فرمائیں کہ کون سا مقصد حاصل کرنا تھا جس کے لئے حدیث میں اضافہ کی حاجت ہوئی اور اب کہ غلطی کا اعتراف ہی اُن پانچ سطروں کا خطبۂ صدارت میں کیا فائدہ ہی۔

فقیر کا اس کشفِ حقیقت سے صرف یہی مدعا تھا کہ عالی جناب حکیم صاحب اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں اور مسلمانوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھانا اور اُسی اضافہ کو مقام استشہاد میں لانا اس خطبۂ صدارت میں صرف اُسی ایک جگہ ہوا ہی جہاں حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہی بقیہ ہمارے حوالے اعیان و وزرائے انگلستان کے صحیح ہیں کسی طرح کے شک و شبہ کو اُس میں دخل نہ دینا چاہیئے اس کے سوا نہ کوئی مدعا نہ کچھ اور فائدہ۔

ارباب بصیرۃ جن کی آنکھیں نورِ ایمان سے منوّر ہیں اُنھوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ آیا اسلام

اور اسلامی خلافت کی حمایت کی جا رہی ہے یا کفر و شرک کا طغیان ہے جو مسلمانان ہند پر لایا جا رہا ہے۔

جنگ بلقان اور موقع مناسب کا اتلاف

شاید مسلمانوں نے ابھی وہ عہد فراموش نہ کیا ہو جب کہ جنگ طرابلس شروع ہوئی اور اُس کے ختم ہونے سے پیشتر بلقان کی لڑائی چھڑ گئی اُس وقت خلافت کی ہمدردی میں جو جوش مخلصانہ مسلمانوں میں پیدا ہوا تھا وہ موجودہ حمایت خلافت سے اپنی شکل و صورت اور طرز و انداز جداگانہ ہی رکھتا تھا اُس میں نہ تو کسی ہندو کی لیڈری تھی نہ مسلمانوں کو ان کی غمگساری کی حاجت وہ ایک ایسا موقع بیداری کا مسلمانوں کے لئے آیا تھا کہ رہنمایان قوم اگر چاہتے تو مسلمانوں کی آنکھوں سے نیند کا خمار بھی دفع ہو جاتا لیکن ہزار افسوس اس بدنصیب قوم پہ جسے بیداری کے بعد پھر خواب آور دوا پلا دی گئی۔

وفد طبیہ کا قسطنطنیہ سے واپس آنا تھا کہ اسلامی جذبات خالص سیاسیات ہند کی طرف پھیر دیئے گئے میدان جنگ میں ایک لمحہ کے لئے خاموشی کیا ہوئی کہ لیڈروں نے بھی خلافت کی خدمت گزاری کسی آیندہ موقع کے لئے اُٹھا کر رکھدی۔

حوادث پیہم و مسلسل وقوع پذیر ہوتے رہے مہینہ پر مہینہ گزرتا رہا برس پر برس ختم ہوا کئے لیکن نہ کوئی چندہ حرمین شریفین کے لئے جمع کیا گیا نہ مسلمانوں کے سامنے خلافت کی ضرورت پیش کی گئی نہ کوئی خالص مذہبی تحریک محض اسلامی نقطۂ نظر سے سامنے لائی گئی گویا ساری تحریکیں موسمی تھیں جن کا وجود تغیر موسم کے ساتھ نیست ہو گیا اس عرصہ میں انجمنیں ہوتی رہیں محفلوں میں بھی گرما گرمی رہی لیکن مذہب و ملت کی کس مپرسی علیٰ حالہ رہی اس بیکس کی طرف کسی نے ایک نگاہ بھی نہ ڈالی لیڈروں کی اب یہ کوشش تھی کہ مادر وطن جس کی خدمت گزاری

کی سعادت سے مدتوں محرومی رہی اُس کے حقوق ادا کرنے کا وقت آگیا رہے مذہب کے حقوق (بشرطیکہ اُن کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے) پھر دیکھا جائے گا کہ ملکی بھائیوں کی غمگساری اور پشت پناہی کے مقابل میں دینی بھائیوں کی امداد کا ذکر بھی گناہ ہے لہذا اُن سے اعراض و چشم پوشی ہی چاہیئے۔

یہ سارا عہد سکوت اسی میں بسر ہوا کہ مسلمان لیڈر کانگریس اور لیڈران کانگریس میں مدغم ہو جانے کے لئے ہر طرح کی سعی کرتے رہے یہاں تک کہ رولٹ بل کا وقت آیا اور ستیاگرہ کی ایجاد ہوئی اُس وقت عجیب عجیب طرح سے مسلمانوں نے دین کی توہین کی تاکہ اہل ہنود کو یہ یقین ہو جائے کہ تمہاری اطاعت کے سامنے مذہب کی اطاعت یوں قربان کیجا سکتی ہے۔

واقعۂ پنجاب اور یادِ خلافت

پنجاب میں ستیاگرہ کے موقع پر کچھ ایسی پیچیدگیاں پڑ گئیں کہ معاملہ مارشل لاء تک پہونچا یہ زخم ہندوؤں کے دل پر ایسا گہرا لگا کہ اُس کا اندمال کب ہوگا اور کیوں کر ہوگا اسے کوئی بتا نہیں سکتا اب اُنھیں ضرورت ہوئی کہ مسلمانوں میں بھی کوئی عام اشتعال ہوتا تو اس گرما گرمی میں اُس مقصد کی راہ جس کی طرف آربندو گھوش نے رہنمائی کی اور جس سوراج کی دلربا تصویر اُس نے دکھائی تھی بہت جلد طے ہو جاتی ہے۔

ہندوؤں میں اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ جاں نثاروں نے فوراً خلافت کا مسئلہ تیار کر لیا اُسی بیکس مذہب اور اُسی کس مپرس دین کا نام لے کر مسلمانوں کو للکارنے لگے خلافت کے لئے بزم ماتم قایم ہوئی جلسہ ہوا ہڑتال کی تجویز ہوئی اور روزہ کا بھی حکم دیا گیا دیکھئے اطاعت اس کا نام ہے ستیاگرہ کے موقع پر مسٹر گاندھی کا یہی حکم تھا کہ فلاں روز روزہ رکھا جائے دوکانیں بند ہوں رزولیوشن پاس کئے جائیں اور مندر و مسجد میں دعائیں بھی ہوں رولٹ بل پر ہندوستانی اس طرح اظہار ناراضمندی کریں آج خلافت کے متعلق بھی اُسی سبق کو بعینہٖ وبجنسہٖ

دہرا دیا گیا گویا مسلمانوں کے مذہب میں دفع مصائب و آلام کے متعلق بالکل سکوت ہے یا مسٹر گاندھی کی تجویز مذہبی تعلیم سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اب خلافت کمیٹی کی بنیاد پڑی چندہ کی تحریک ہوئی ماتحت کمیٹیاں ہر شہر و قصبات میں قایم کی گئیں علماء سے فتویٰ پوچھا گیا غرض خلافت کے لئے ہر ممکن العمل تجاویز کا یکبارگی آغاز ہوگیا۔

خلافت کا نام اور سوراج کا کام

عوام اور سطحی نظر رکھنے والوں کو یہ نظر آیا کہ دین کی خدمت ہمارے لیڈر بڑی جانبازی و سرفروشی سے کر رہے ہیں لیکن تعمق نظر سے جب تحریکات پر کسی نے نظر ڈالی تو اُسے صاف معلوم ہوگیا کہ ہندوؤں کے چبائے ہوئے نوالے ہیں جسے ہمارے لیڈر منہ میں پھیر رہے ہیں وہی سودیشی جس کی ایجاد کو بیس پچیس برس ہوئے وہی بندہ ماترم بایں الفاظ کہ ہندو مسلمان کی جے وہی بائیکاٹ یورپ وہی ہڑتال یہ سب تجویزیں بخط مستقیم صلاح و فلاح ملک سے متعلق ہیں اور ان سب کے ایجاد کا سہرہ ہندوؤں کے سر ہی جو ہندوستان کو اپنا ملک کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں جن کا دعویٰ ہی ہند دار ہندوستان رہے مسلمان اُن کا تعلق اسی سے سمجھئے کہ ایک امر شرعی و مذہبی جس کا مرتبہ استحسان و استحباب کا بتایا گیا ہو نہایت خوشی سے مسلمانوں نے ہندوستان اور یہاں کی دولت و تعلقات کو ترک کر اسکتا ہی جیسا کہ مسئلہ ہجرت کے وقت عملاً ثابت ہو چکا۔

ہر وہ ایجاد اور ہر وہ تحریک جو کسی قوم کی ہو جب اُسے دوسری قوم اختیار کرے تو یہ اُس ایجاد و تحریک کی انتہائی کامیابی ہے پس یہ ساری تحریکیں ہندوؤں نے اپنے ملک کے لئے کی تھیں جنھیں آج مسلمانوں نے اختیار کر کے اُن کی کامیابی پر مہر لگا دی سودیشی اور بائیکاٹ کی ایجاد ہندوؤں نے اس لئے کی تھی کہ ملک کی دولت ممالک غیر میں کھنچکر

جانے سے محفوظ رہے صنعت و حرفت جس کا نام و نشان بھی اب باقی نہ رہا ان کا نہ صرف رواج ہو بلکہ مرتبہ کمال تک انھیں پہونچایا جائے اہلِ ملک آسودہ ہوں اور خود ملک صنعت و حرفت دولت و تجارت سے بارونق ہو جائے۔

ہڑتال کی ایجاد

ستیا گرہ کے موقع پر ہڑتال کی ایجاد ہندوستان میں مسٹر گاندھی کی تحریک کا نتیجہ ہے یہ وہی چھیڑ چھاڑ ہے جس کا مزہ بتیس برس سے ہندو لے رہے ہیں۔ ہندوؤں کا قدم ہر روز آگے کی طرف بڑھتا جاتا ہے جو آج اُن کا مقصد ہے کل آئندہ وہ حاصل ہو کر اپنے سے بلند مقصد کے لئے واسطہ بن جاتا ہے۔

سُدیشی اور بائیکاٹ کی اُسی مدت تک گرما گرمی رہی جب تک تمام ہندواس کی اہمیت و خوبی نہ سمجھ لئے۔ جب ملک نے اس تحریک کی حقیقت سے آشنائی حاصل کر لی تو پھر اُنھیں آگے بڑھنے کے لئے کہا گیا آخر ایک وہ وقت آیا کہ ایک محدود دائرہ میں ہڑتال کی تحریک پیش کی گئی اور کامیابی بھی ہوئی یہ بہت ہی پر لطف اور بار آور چھیڑ ہے ابھی ہڑتال دو کانوں تک ہی ذرہ اس کے فوائد اہلِ ملک سمجھ جائیں تو پھر اس کا دائرہ وسیع کیا جائیگا غرض اس وقت تک خلافت کمیٹی نے جو عملی تجاویز مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں وہ سُدیشی اور ہڑتال ہی سدیشی کی تحریک بہت قدیم ہی لیکن ہڑتال کی ایجاد ستیا گرہ کے موقع پر ہوئی ہے ان دونوں کا اصلی تعلق صلاح و فلاح ہند سے ہی ہوم رول اور سلف گورنمنٹ کے استقبال کرنے ولے خدام انھیں تحریکات کے نتائج و اثرات ہیں۔

نان کو آپریشن

اب نان کو آپریشن کے مسئلہ کو لیجئے اور یہ سُن کر حیرت زدہ ہو جیے کہ یہ دوسرا شعبہ ہڑتال کا ہی تعلیم یافتوں کا حلقہ اس کا دائرہ عمل ہی ابھی ہڑتال کی بہت سی اعلیٰ شاخیں برگ و بار کے لئے مناسبت موسم و اتمام کی منتظر ہیں

صبر کیجئے اور دیکھتے جائیے۔

اگرچہ نان کوآپریشن کی صدا عام مسلمانوں کے کانوں میں خلافت کمیٹی ہی نے پہنچائی ہی لیکن ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہی کہ ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ اُستاد ازل گفت ہماں میگویم

مناسب ہوگا اگر دیگر دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا وہ خط جو نان کوآپریشن کے متعلق چھپ کر تعداد کثیر میں شائع ہو چکا ہے نقل کر دیا جائے تاکہ ہر صاحب عقل اس خط کے ایک ایک فقرہ پر غور کرے اور یہ دیکھے کہ اس مسئلہ کو مذہب اسلام سے کوئی تعلق ہی یا نہیں۔

مکرمی دام مجدہم۔ السلام علیکم

جناب کا تار وصول ہوا فقیر نان کوآپریشن کے مسئلہ میں بالکل پیرو گاندھی صاحب کا ہی کیونکہ اس طریق کار کا واقف کار نہیں ہی ان کو اپنا راہ نما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہی ؎

عمر یکہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستے کردی

مولانا کے صدق و صفا کا مسلمانوں کو بدل ممنون ہونا چاہیئے جو آپنے اس طرح کھلے اور صاف لفظوں میں حقیقت واقعی کو بالکل ہی بے نقاب فرما دیا اس مسئلہ کو اگر دین و مذہب سے کچھ بھی تعلق ہوتا تو مولانا کھلے الفاظ میں اپنی ناواقفیت کا اقرار نہ فرماتے اگر شریعت اس کی رہنمائی فرماتی تو مولانا صاحب مسٹر گاندھی کو اپنا راہ نما نہ بناتے اگر اس مسئلہ کی تعمیل حکم قرآن و حدیث سے

مسلمانوں پر ضروری تھی تو پھر مولنٰنا صاحب یہ کیوں ارشاد فرماتے "جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں" ہر مسلمان جب کہ خدا اور اُس کے برگزیدہ رسول کے حکم کو مانتا ہی تو ایک عالم دین کی شان تو کہیں اس سے ارفع و اعلیٰ ہونی چاہیے۔ خود اپنے نفس نفیس کے لئے جب یوں ارشاد ہو "بس تو گاندھی صاحب کا ہی" تو پھر مولنٰنا کے متبعین و مریدین کا حلقہ بگوشی سے گاندھی صاحب کے دعوی خروج سلسلہ ارادت کو اُن کے مجروح کرتا ہی وہ بھی حافظ شیرازی کا یہ شعر اپنے موافق حال وجد و طرب میں اگر پڑھ سکتے ہیں ؎

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں
روبسوئے خانۂ خمّار دارد پیر ما

ایک مغالطہ کا ازالہ

ہاں بعضوں کو یہ مغالطہ دیا جا سکتا ہے کہ اگر نان کوآپریشن ہڑتال کا ہی ایک شعبہ ہی اور یہ وہی ستیا گرہ ہی جسے لباس بدل کر سامنے لایا گیا ہی جس کی کامیابی ہوم رول اور سلف گورنمنٹ کی نقیب و چاؤش ہی تو پھر کانگریس میں مخالفت کیوں ہوئی تین دن تک مباحثہ کی گرما گرمی کیوں تھی ہندوؤں نے یہ کیوں کہا کہ ہم ہنود اس مسئلہ کو محض مسلمانوں کی خاطر سے منظور کرتے ہیں اس مسئلہ کا تعلق چوں کہ محض مسلمانوں سے ہی اس لئے پہلے عمل بھی اُنہیں کو کرنا چاہیے مسلمان نمونے اور مثالیں پیش کریں تب ہندو اس پر عمل آرا ہوں گے یہ مغالطہ ادنیٰ تامل سے رفع ہو سکتا ہی۔

ہندوؤں کی جماعت مجسّمہ عمل ہی اُن کے لیڈر ایسا کوئی رزولیوشن پاس نہیں کرنا چاہتے ہیں جس کی تائید میں ساری قوم لبیک نہ کہہ اُٹھے۔ بیشک اس مسئلہ میں بعض لیڈران ہنود کا خیال تھا کہ ابھی ملک اس شعبہ میں ہڑتال کے لئے آمادہ نہیں ہی تکملہ ہڑتال کے لئے تدریج دا ہستگی سے کام لینا چاہیے لیکن مسٹر گاندھی کے خیال میں دہکتے لوہے کو فوراً کوٹنا چاہیے ورنہ ٹھنڈا

ہو کر ہرگز کوٹا نہ جائے گا۔

مسٹر گاندھی نے اپنی پالیسی سے جو گرمی کہ اس وقت مسلمانوں میں پیدا کی ہے اُس کا بجھنا ہڑتال کے کمال پذیر ہونے میں سم قاتل ہی اس لئے اُن کے خیال میں یہ محض ضروری تھا کہ جلد سے جلد ہڑتال کے تمام شعبے اپنی عملی صورت میں آجائیں۔

رہا ہندوؤں کا یہ کہنا کہ محض مسلمانوں کی خاطر ہے اس لئے عملی نمونہ مسلمان پہلے پیش کریں یہ صرف اس لئے کہا گیا ہی کہ مسلمانوں کی قوت عملی سے ہنود بہت اچھی طرح باخبر و آگاہ ہیں

مسلمانوں کی پیچ میر ترلفاظیاں

جہاں تک رزولیوشنوں کا تعلق ہی یا تقریر کا میدان باندھنا ہے وہاں مسلمانوں کا قدم سب سے آگے ہی دشوار سے دشوار بلکہ ناممکن سے ناممکن امر کے لئے مسلمان رزولیوشن پاس کر دینے کے لئے فوراً آمادہ نظر آئیں گے اسٹیج پر ایسی تقریریں بھی ہو جائیں گی کہ اجنبی یہ سمجھے کہ زمین و آسمان کا طبقہ یہاں سے اُٹھکر یہ قوم اُلٹ دے گی لیکن جہاں سے عمل کا میدان آتا ہی وہاں اس قوم کا سایہ بھی نظر نہ آئے گا۔

ایسی سست و کاہل قوم سے کام لینے کے لئے یہ ضرور تھا کہ ہندو ان پر اپنے احسان کا چھپر رکھیں اس دباؤ کا پورا زور پہونچائیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں سب تمہارے لئے ہی ورنہ ہمیں کیا غرض پڑی ہی جو کچہریوں کو چھوڑیں کونسلوں کو بائیکاٹ کریں اس لئے کہ حکومت برطانیہ سے ہمیں تو کچھ شکایت ہی نہیں ہاں تمہارے محروسہ و مقبوضہ سلطانی کو سلطنت برطانیہ اپنے تصرف میں لائی ہی اور مقامات مقدسہ کے متعلق وزرائے انگلستان نے اپنے مواعید پورے نہیں کئے تم ہمارے وطنی بھائی ہو لہذا تمہاری دردمندی میں خطابات اعزازی عہدے اور وکالت و بیرسٹری یہاں تک کہ کونسل کی ممبری تک سے ہم دست بردار ہوتے ہیں۔

مسئلہ ہڑتال یا نان کوآپریشن کی صورت تحریکات سابقہ سے بالکل جداگانہ شکل رکھتی ہی

سودیشی اور بائیکاٹ وغیرہ ایسی تحریکیں تھیں جن میں کامل اتحاد و اتفاق کے بغیر بھی ایک حد تک کامیابی ہو سکتی تھی اور ہوئی لیکن ہڑتال اپنے کسی شعبہ میں بھی اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اہل ملک کا کامل اتفاق و اتحاد نہو۔

ہڑتال اور مسٹر گاندھی کی فیلسوفی

ایسا ملک جس میں ایک ہی قوم آباد ہو وہاں ہڑتال کی تحریک جلد بار آور ہو سکتی ہی لیکن ایک ایسا ملک جس میں مختلف قومیں آباد ہوں وہاں تحریک ہڑتال سے پیشتر ملک کی آبادی کا کسی ایک مرکز وفاق پر اجتماع ازبس ضروری ہے مسٹر گاندھی کی دُوربین نگاہوں نے جب یہ دیکھا کہ مادر وطن کا نام لے کر مسلمانوں کو من حیث القوم حرکت میں نہیں لایا جا سکتا چاہے چند ذی وجاہت یا شہرت پسند شریک ہو جائیں لیکن قوم کی قوم کی شرکت متعذر ہے تو وہ ہندوؤں کے سامنے آزادیِ ہند کو شیفع لائے اور مسلمانوں کے سامنے مسئلہ خلافت پیش کیا اور اس ایک مرکز پر کہ انگریزوں کا وجود دونوں کی گرفتاری اور پائمالی کا موجب ہی۔ ہندو مسلم دونوں متضاد قوموں کا اجتماع کر دیا۔

لیکن اسی کے ساتھ مسٹر گاندھی کی کمال ہنر مندی کا اظہار اس یکسانہ طرز عمل سے ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں صرف اُنھیں مقاصد و اغراض کے تکملہ اور تحصیل کے لیے لا کر کھڑا کر دیا جس سے ہندوستان کی آزادی برسوں کی راہ گھنٹوں میں طے کر لے یہ ملک جس قدر آزادی سے قریب ہوتا جائے اُسی قدر خود مسلمانوں ہی کے جد و جہد سے ہندوؤں کی حکومت یوماً فیوماً قوی ہوتی جائے اور مسلمانوں کی ہستی ہندوستان میں مٹتے مٹتے شودر کے مرتبہ پر پہونچ جائے۔

شاید مسلمانوں کو ہندو لیڈروں کی اُس زمانہ کی پالیسی ابھی یاد ہو گی جب کہ یورپ کے میدان کارزار میں جنگ کی آگ ایسی بھڑکی جس کے شعلوں اور چنگاریوں سے ہندوستان کا

مصئون ومحفوظ رہنا بھی معرض خطر میں تھا اُس وقت خصوصیت کے ساتھ مسٹر گاندھی کی پالیسی مسلمانوں کے ساتھ اُن کی مخلصانہ محبت کا اچھا سراغ بتاتی ہی۔

لیکن جنگ کا خاتمہ جب کہ ایسے پہلو پر ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا قبضہ ایشیا کے حصص میں زیادہ ہو گیا اور ان جدید محروسات کی آبادیوں کا فوج ولشکر کی صورت میں ہندوستان میں رکھا جانا قرین قیاس معلوم ہوا تو اب ہندوستان کی آزادی اور ہندوؤں کا اقتدار اخص لیڈران ہنود کو محل خطر میں نظر آنے لگا جیسا کہ لالہ اجپت رائے نے اپنی تقریر میں ان دونوں خطروں کو کھول کر بیان بھی کیا ہی۔

یہ عجیب کشاکش کا وقت ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے لئے تھا اگر دونوں قومیں ایک دوسرے سے اجنبی رہتی ہیں تو مدعا فوت ہوتا ہی اور اگر ایک بڑھکر دوسری سے اتحاد کی استدعا پیش کرتی ہی تو استدعا کے ساتھ ہی دوسرا فریق اس مستدعی کو اپنے میں جذب کرلینا چاہتا ہی انفراد میں ناکامیابی ومایوسی ہے اور اتحاد واجتماع میں تجاذب وادغام۔

اس عقدہ لاینحل کو مسٹر گاندھی نے اپنے ناخن تدبیر سے ایسا سلجھایا کہ مسلمانوں کی عقلیں اُلجھ گئیں اسی اُلجھن میں مسلمانوں نے اتحاد کا ہاتھ بڑھانے سے پیشتر مدغم ہو جانے کی کوشش کی قشقہ کھینچا مندروں میں گئے چڑھاوے چڑھائے بتوں پر پھولوں کا تاج رکھا گئو ماتا کی جے پکاری قربانی گاؤ سے توبہ کی منبر ومکبرہ پر ہنود کو تبلیغ وہدایت کے لئے جگہ دی اب مضامین لکھے جاتے ہیں کتابیں شائع ہوتی ہیں وعظ کہے جاتے ہیں جن کا موضوع یہ ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین میں جذب ہو جانا عین دین اسلام ہی۔

کانگریس سے مسلمانوں کے اعراض کی وجہ

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ہندوستان کی آزادی یا نظام سلطنت ہند کی

ایسی تبدیلی جس سے اہل ملک اور ارباب حکومت سطح مساوات پر آجائیں یا مساوات سے قریب تر ہو جائیں اُس وقت تک ناممکن ہے جبتک یہاں کی دونوں بڑی آبادیاں یعنی ہندو اور مسلم باہم متحد و ہمنوا نہ ہو جائیں اسی اصل کا لحاظ رکھتے ہوئے ابتدائے عہد کانگریس میں ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں کو اپنا ہم آہنگ بنانے کی کوشش بلیغ کی گئی لیکن اُس وقت یہی مصلحت قرار پائی کہ مسلمانوں کو سیاست میں اُس وقت تک دخل نہ دینا چاہیے جب تک علوم مغربیہ کا ایک کافی حصہ مسلمان حاصل نہ کرلیں۔

ہندوؤں کی رفتار ترقی کی سمتیں ہندوؤں نے جب مسلمانوں کی نہ صرف کنارہ کشی بلکہ کانگریس کے مقاصد و طرز عمل سے مخالفت و بیزاری دیکھی اور اُن کی جانب سے اُنھیں مایوسی ہوئی تو اُنھوں نے نہایت ہی عزم و استقلال سے حکیمانہ انداز پر اپنی قومی رفتار کی حرکت تین سمتوں میں منقسم کر دی۔

ایک جماعت نے اقتصادیات کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اکتساب دولت کے جس قدر ذرائع اور وسائل تھے اُنھیں اپنے ہاتھوں میں لے لینے میں ساعی و کوشاں ہوئے خصوصیت کے ساتھ ساہوکاری کو اس سلیقہ سے انجام دیا کہ پچاس برس کے عرصہ میں مسلمانوں کی تقریباً ساری دولت سمٹ کر ہندوؤں کی ملکیت ہوگئی اِلّا ماشاءاللہ۔

دوسری جماعت نے تعلیم اور اُس کے ثمرات کی طرف قدم بڑھایا اور اس راہ میں بھی اُنھیں بے انتہا کامیابی حاصل ہوئی خاص ہندوؤں کی تعلیم گاہوں کا شمار جو کیا گیا ہے اور پھر اُس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی درسگاہیں رکھی گئیں تو ان کا وہی نقشہ سامنے آگیا ہے جو سماں دولت کا مقابلہ کرتے ہوئے پیش نظر ہو چکا ہے۔

تعلیم کے بعد ملازمت اور علمی پیشہ کا میدان سامنے آتا ہے یہاں بھی ہندوؤں کا مقابلہ مسلمانوں سے وہی نتیجہ دیتا ہے جو سابق کے دو مقابلوں میں

حاصل ہو چکا ہے۔

تیسری جماعت نے عملاً سیاسیات کی طرف اپنا قدم بڑھایا اور نہایت عزم و استقلال سے اس حوصلہ شکن صبر آزما راہ پر چلنے لگے اس میں شک نہیں کہ سیاست کی راہ بہت ہی پرخطر تھی اس کی سنگلاخ زمین قدم قدم پر ایک پرخار وادی سامنے لاتی تھی جس پر چلنا اپنے تلووں کو زخموں سے چور چور اور پاؤں کو گھائل بنانا تھا لیکن ہندوؤں کے عزم اور ہمت مردانہ کی داد دینی چاہیئے جنھوں نے نہایت ذوق و شوق سے اس پیچ در پیچ خارزار سے نہ صرف گزر جانیکا بلکہ اس راہ کو صاف کر دینے کا عزم کر لیا تھا۔

اُن کے لئے ہر نوک خار لذت افزا اور ولولہ انگیز تھی ہر ٹھوکر سنگ راہ کی اُن کے سمند شوق کے لئے مہمیز تھی قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھریاں قصر و ایوان کی راحت فضا سے ہمسری کرتی تھیں طوق و سلاسل کی جھنکار اور آہنی زنجیروں کی سیاہی مرصع زیوروں کی چمک دمک اور اُن کی آواز سے زیادہ گوش نواز اور نظر افروز تھی۔

سلف گورنمنٹ کا نذرانہ

یہ سب کچھ تھا لیکن حکومت کی ہمکناری جس چڑھاوے اور قربانی کی خواہاں تھی اب تک ہندوؤں کے ہاتھوں نے وہ نذرانہ پیش نہیں کیا تھا اسی لئے سلف گورنمنٹ اور ہوم رول کا خوشنما منظر قریب تو ہو گیا تھا لیکن حجابات کے پردے ہنوز اُس پر پڑے ہوئے تھے ضرورت تھی کہ بہت سی جانیں حکومت کی دیوی پر بھینٹ چڑھا دی جائیں

سیاست کے سارے منازل میں یہ منزل سخت ترین تھی قرب شوق کی آگ بھڑکا رہا تھا اور جان کی اضاعت دامن پکڑتی تھی نکمی اور رائگاں جانوں کی تلاش تھی بالآخر امعان نظر اور تعمق فکر کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ تینوں جماعتیں اپنے اپنے سی سالہ کمائے ہوئے سرمایہ کی اس طرز خاص سے ایک جھلک مسلمانوں کو دکھلائیں کہ اُن کی نگاہیں خیرہ اور عقول حیرت زدہ

ہو جائیں کچھ اپنا خیر و شر اُنھیں نہ سجھائی دے نہ سمجھ میں آئے ہاں اس پراگندگی حواس میں اپنی رہی سہی ہستی کھو بیٹھیں اس عمل سے قربانی کی ضرورت بھی پوری ہو جائیگی اور یہ پہلو کا کانٹا (وجود مسلم) بھی نکل جائے گا۔

سحر سامری کا کرشمہ اس سحر سامری کو مسلمانوں کی آنکھوں نے جب دیکھا تو اُنھیں صاف نظر آیا کہ ہندوستان کی دولت اور سرمایۂ دولت ایک جماعت کے ہاتھوں میں ہے ماہرین علوم مغربیہ جوق در جوق ایک دوسری جماعت کے ساتھ ہیں۔ تیسری جماعت سلف گورنمنٹ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے اور اشارۂ قریب کر رہی ہے وہ ساعت دُور نہیں جب کہ یہ جماعتیں متحد ہو جائیں تو دولت علم اور حکومت تینوں کا اجتماع قوم ہنود میں ہوا جاتا ہے۔

مسلمانوں نے للچائی ہوئی نظر سے اس جماعت کو دیکھا اور تڑپ کر رہ گئے اس لئے کہ اس دور فرصت میں جب کہ ہندو اپنی قوم میں زندگی کی رُوح پھونک رہے تھے اور حکیمانہ طرز پر اُن اسباب کی فراہمی میں مصروف تھے جن کے اجتماع کا نتیجہ قوم کا زندہ ہو جانا ہے مسلمان نہایت اطمینان و سکون سے اُس راہ پر برابر قدم بڑھائے جا رہے تھے جس کا نتیجہ نیستی اور اور مُردہ قوم بن کر رہنا ہے۔

یہ دولت بگاڑتے تھے وہ ثروت بنا رہے تھے یہ بیچتے تھے وہ خریدتے تھے یہ قرض سُودی لیتے تھے وہ سُود در سُود کے پیچ میں ان کی جائدادیں وصول کرتے تھے وہ پڑھ رہے تھے پڑھا رہے تھے یہ تعلیم کے نام سے کانپ کانپ اُٹھتے تھے وہ محنت کرتے تھے جفاکشی اُٹھاتے تھے یہ کاہلی اور تن آسانی کی لذتیں لے رہے تھے وہ معاشرت میں کفایت شعاری ملحوظ رکھتے تھے یہ اپنی حیثیت سے کہیں بڑھکر معاشرت میں رنگینی پیدا کرتے تھے وہ باوجود باہمی مخالفت مذہبی پھر بھی ایک زبردست مرکز اتحاد رکھتے تھے یہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اختلاف پیدا کرتے

تھے اور عداوت کی حد تک اُسے پہونچا کر چھوڑتے تھے آخر اس کا نتیجہ یہی تھا کہ یہ دنیا میں باقی تو رہیں لیکن مفلس جاہل اور بد اخلاق ہو کر نہ عبرت و بصارت ہوں نہ ان میں حمیت ہو نہ غیرت نہ صدق وصفا پایا جائے نہ عہد و وفا۔

ایسی حالت میں حریصانہ نظر سے ہندوؤں کی طرف دیکھنا بجز اس کے اور کیا ثمرہ دیتا کہ حسرت و ارمان دل میں خون ہو کر رہ جائیں موجودہ حالت میں یہ کس مرض کی دوا رہ گئی تھے جو انھیں ہنود اپنے میں شامل کرلیتے۔

حصول غلبہ کی ایک مجرب تدبیر

یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر ایسی قوت جس کا اپنے میں نہ پایا جانا اپنے ضعف کا موجب ہو تو پہلے کوشش اُس قوت کو حاصل کرنے کی ہونی چاہیئے لیکن اگر اُس کا حصول متعذر ہو تو پھر اُس قوت کو فنا کر دینا ضروری ہے تاکہ کسی وقت اُس سے تصادم ہو کر اپنے ضعیف و مضمحل ہو جانے کا خطرہ باقی نہ رہے ہندوؤں نے اس اصل کو سمجھا اور بکمال دانشمندی سے برتا۔

ابتداء عہد کانگریس میں مسلمانوں کی ایسی حالت ضرور تھی کہ ان کی شرکت و موافقت کی ہندوؤں کو تمنا رکھنی لابد تھی لیکن ان موجودہ ایام میں جب کہ ہندوؤں نے اپنے کو ہر پہلو سے اس قدر مضبوط کر لیا ہے کہ اب اُن کی کامیابی رہین شرکت غیر نہیں تو پھر وہ مسلمانوں کی طرف کیوں دست احتیاج بڑھاتے۔

جد وجہد کی صعب ترین گھاٹیاں جب کہ وہ بغیر معاونت مسلمانوں کے طے کر چکے ہیں اور اب وقت اس کا آیا ہے کہ وہ اپنی جاں نشاں کوششوں کے ثمرات سے بہرہ مند ہوں تو مسلمانوں کو اس کا کیا حق ہے کہ اس کامیابی میں شریک ہونے کی آرزو کریں اور بے درد سر لذت سلف گورنمنٹ کے مزے اُٹھانے کی ہوس رکھیں ہاں اس وقت ہندوؤں کو اس کی تلاش ہے کہ

اگر سنت کی کچھ جائیں مل جائیں تو انھیں حکومت کی دیبی پر قربان کر کے بھینٹ کے فرض سے بھی فارغ ہو جائیں اب ہندوؤں کو یہی آخری فرض ادا کرنا ہے اور اسی کے لئے مسلمانوں کو ایک خاص تدبیر سے اپنے میں شامل کر لیا گیا ہی۔

ذوقِ شہادت

مسلمانوں میں ایک جذبہ شہادت ایسا ہے جو ہنوز بالکل ہی مردہ نہیں ہوا ہی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہی اور بالکل سچا عقیدہ ہے کہ دین کی حمایت میں جب کوئی ہم میں سے مارا جائے تو وہ مرتبہ شہادت سے فائز ہوتا ہی۔

شہید ملت کے مدارج علیا کی بلندی صرف اس سے سمجھئے کہ ہر میت کو غسل دینا ضروری ہی جب کوئی نبی یا رسول اس عالم سے نہاں ہوا یا جب کسی غوث و قطب نے اس سرائے فانی کو چھوڑا تو اُسے غسل دے کر کفن پہنا کر آغوش لحد کے حوالہ کیا گیا. لیکن ایک مجاہد جب جام شہادت سے سیراب ہوتا ہی تو اُس کے اعضا و جوارح کا خون یہ حرمت و عزت رکھتا ہے کہ دنیا کا کون پانی اُسے دھو نہیں سکتا لہذا شہداء کے جنازہ پر نماز تو پڑھی جاتی ہے لیکن اُن کا جسم غسل سے بے نیاز ہوتا ہی۔

یہی شہادت کا ذوق جس وقت کسی قلب مومن میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اسکی ساری کائنات اُس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہے یہ جذبہ کسی دوسری قوم میں پایا نہیں جاتا چنانچہ انھیں ایام میں ایک اپیل انگریزوں سے مسٹر گاندھی نے شائع کی ہی جس میں وہ لکھتے ہیں بد میرا مذہب آپ سے خصومت رکھنے سے منع کرتا ہی میں اپنا ہاتھ آپ پر کبھی نہ چلاؤنگا خواہ میرے پاس اتنی طاقت بھی ہو جائے میں خود مصیبت جھیل کر آپ پر فتح پانے کی اُمید رکھتا ہوں علی برادران بیشک اپنے ملک و ملت کی حمایت میں تلوار اُٹھائیں گے اگر ان سے ہو سکا تو" (تاج جبل پور، نومبر ۱۹۲۰ء)

دیکھئے کس دانائی سے گاندھی صاحب اس وقت محفوظ گیند کھیل رہے ہیں اپنی طرف سے انگریزوں کو بہ تمام وکمال مطمئن بھی کرتے جاتے ہیں اور اُسی کے ساتھ مسلمانوں سے بدظن کرتے ہوئے اور انھیں مہیب و خونخوار شکل میں دکھاتے ہوئے تلوار اُٹھانے پر ترغیب و تحریص بھی فرما رہے ہیں خیر یہ تو اُن کی پالیسی کی اصل جان ہے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے مذہب کا یہ فتویٰ انگریزوں سے ہی کیوں مخصوص ہے کاش مسلمانوں کے حق میں بھی آپ کا دین اہنسی مراعات کا حکم دیتا تو آرہ۔ شاہاباد اور کٹارپور میں مسلمان اس بیدردی سے قتل نہ کئے جاتے۔

گاندھی صاحب نے مسلمانوں کے اس جذبہ شہادت میں رمقِ حیات باقی پائی اور کمال دانشمندی سے مسلمانوں کے اس جذبہ کو آہستہ آہستہ بھڑکانا شروع کیا مسلمان یہ سمجھے کہ سچ مچ یہ ہمارے دوست ہیں اور انھیں ہماری بربادی پر اس قدر غمگساری و تاسف ہے کہ اپنا سر دینے پر تیار ہیں۔

حالاں کہ جس شخص کا مذہب خود اُس کے مقامات مقدسہ اور معابد کے لئے ہاتھ تک اُٹھانے کی اجازت نہ دیتا ہو وہ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کے لئے کب تلوار اُٹھا سکتا ہے لیکن افسوس مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ وہ سر دینا نہیں چاہتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے سروں کی اُنھیں حاجت ہے یہ کہکر ایک کثیر تعداد میں اُسے مفت لیا چاہتے ہیں۔

خلافت کا رُخ سواراج کی طرف

کیا مصیبت ہے کہ مسلمانوں کو خلافت کا نام لے کر بھڑکایا گیا اور جب اُن میں گرمی پیدا ہو گئی تو اُن کے جوش کا رُخ سواراج کی طرف پھیر دیا گیا اب مسلمان ہیں کہ جوش میں بھرے جاتے ہیں اور ہندوستان کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اگر یہ اب بھی ہوش میں نہ آئے تو وہ دن سامنے آتا ہے جب کہ کاشی اجودھیا اور دوارکا کی خاطر مسلمان اپنی جانیں دیں گے بجائے نعرہ تکبیر گاندھی کی جے پکارتے ہوں گے سلف گورنمنٹ کی آخری سیڑھی ہندوستان اُسی وقت طے کریگا جب کہ ایک کثیر تعداد میں مسلمانوں کی جانیں نذرِ اجل ہونگی

ہندوستان کا فائدہ تو حتمی و یقینی ہے رہا اسلام اور اسلامی خلافت اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ ان کا خدا حافظ۔

عاجزانہ التماس

فرزندانِ اسلام اس فقیر بے نوا کے معروضات کو تعصب سے الگ ہو کر ملاحظہ فرمایئے۔ ان عاجزانہ گزارشوں کو تطبیق واقعات سے دیجئے۔ اپنے لیڈروں کی اضطراری حرکات اور کورانہ رفتار پر غور کیجئے اب نہ مقامات مقدسہ کی حفاظت ہے نہ ہجرت کے لئے بلند آہنگی نہ جزیرۃ العرب پر جوش ہے نہ خلافت پر بزم ماتم اب تو صاف اور کھلے الفاظ میں وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کو پہلے آزاد کرلو پھر اپنے مطالبات مذہبی کا ذکر چھیڑنا خدا کے لئے ذرہ انصاف سے کام لو کیا یہ مقصد کانگریس نہیں کیا یہ ساری مذہبی تصویریں جو اس ایک برس میں جلد جلد سامنے لائی گئیں وہ بذاتِ خود مقصود و مطلوب نہ تھیں بلکہ اُن کی نمائش کا مقصد صرف تمہارے جذبات میں ہیجان پیدا کرنا تھا اور اُس ہیجان کو خدمتِ ہندوستان میں صرف کرنا تھا یہ ساری جلوہ آرائیاں جو تقدس کی پیکر میں ہوئیں اُن کی محض یہی غایت تھی کہ تم کسی طرح ہندوؤں کے فدائی ہو جاؤ اور تمہاری مذہبی عصبیت فنا ہو جائے پھر حکومت ہند ہاتھوں میں ہندوؤں کے اُس طرح دیدو جیسا کہ ہندوؤں کا دل چاہتا ہے۔

اسی اثنا میں جب کہ مسلمانوں نے اپنی مذہبی ہدایات پر خیانت اور مداہنت کی کند چھری پھیری اور مسئلہ قربانی میں صدیوں کے حق کو ذبح کر ڈالا ہندوؤں نے جا بجا میونسپلٹی میں یہ ایکٹ پاس کر دیا کہ کوئی گائے اور بچھڑا حدود میونسپلٹی میں نہ ذبح ہو نہ اُس کا گوشت حدود میونسپلٹی میں داخل ہونے پائے سندھ لکھنؤ اور بلند شہر وغیرہ میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے ذرہ صبر کیجئے چند مہینے میں کوئی گوشہ ہندوستان کا ایسا نہ ہوگا جہاں یہ قانون نافذ نہ ہو جائے۔

اس وقت کہ ہندوستان میں سلف گورنمنٹ قائم نہیں ہوئی ہے اس وقت کہ مسلمانوں

کی جماعت من کل الوجوہ ہندوؤں کے پنجۂ اقتدار میں گرفتار نہیں ہوئی ہے اس وقت کو نان کو اپریشن کے لئے مسلمانوں کا اتفاق بہت ضروری ہے اس وقت کہ مسلمان دھوکے میں آکر خود ہی مذہبی اور ملکی حق یعنی قربانی گاؤ کو چھوڑنے اور چھڑانے پر بجد ساعی ہیں اس کی کیا ضرورت تھی جو ہندوؤں نے اسے از روئے قانون بند کر دینے کا حکم نافذ کر دیا دوستو اب بھی آنکھیں کھولو دیکھو تمہاری اس موجودہ حالت سے ہندوؤں نے کیسا فائدہ اُٹھایا۔ باوجود مخالفت مسلمان ممبران میونسپلٹی پھر بھی کثرت ووٹ سے یہ قانون پاس ہی ہوگیا۔ ہندو ممبر تعداد میں زیادہ تھے بازی جیت لے گئے عام مسلمان اس وقت خاموش ہیں۔

اگر ذرہ زبان کو جنبش ہوئی تو پھر گاندھی صاحب اپنا دست کرم مسلمانوں سے اُٹھالیں گے۔ ہندو مسلم اتحاد جاتا رہیگا۔ افسوس صد افسوس مسلمان اس اتحاد کے خوف سے خاموش رہیں اور ہندو اس وقت کو غنیمت سمجھکر مدتوں کی تمنائیں پوری کریں یہ ہیں نتائج ہندو مسلم اتحاد کے اور یہ ہی مزہ نان کو اپریشن کا اور یہ ہے جزا سلف گورنمنٹ کے لئے ہندوؤں کے معاون و مددگار ہونے کی ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سیاسی علما کا مدلس فتویٰ

جس وقت سیاسی لیڈروں نے خلافت کے متعلق صدائے احتجاج بلند کی تھی اُسی وقت سیاسی علما نے بھی اپنا فتویٰ شائع کرنا ضروری سمجھا وہ فتویٰ عجیب عجیب اندازوں میں علماء ہند کی خدمت میں پہونچایا گیا عیاری و مکاری کا کوئی طریقہ نرم اور گرم ایسا نہ تھا جسے تصدیق و تصویب کے لئے عمل میں نہ لایا گیا ہو۔

فتوے میں حسب ذیل مسائل پر روشنی ڈالی گئی تھی (۱) خلافت و نصب امام (۲) شرائط امام و خلیفہ (۳) جزیرۃ العرب کی تحدید اور اس کے متعلق احکام شرعیہ (۴) جہاد کی اہم قسم دفاع کے احکام اور اس کا وقت۔

فتوے کا خلاصۃ المرام وخاتمۃ الکلام اس مفہوم پر تھا کہ اس وقت خلیفۃ المسلمین کی طرف سے نفیر عام ہے اور تمام عالم اسلامی پر دفاع فرض عین وقت آگیا کہ بیٹا بغیر اجازت والدین نکل کھڑا ہو بیبیاں بغیر اذن شوہر جہاد کے لئے نکل چلیں یہ وہی وقت آپہنچا جب کہ ہر نفس وہر ذات کو اس نفیر عام پر صدائے لبیک بلند کرنا فرض ہے۔

جس طرح ادائے فریضہ صلوٰۃ وصیام کے لئے والدین اور شوہر کی اجازت ورضا کی حاجت نہیں اسی طرح اس وقت جہاد کرنے میں بھی اُن کی مرضیات کا خیال اور اُن کی ناخوشنودی کا خوف ایک گناہ عظیم ہے۔

یہ فتویٰ ملک میں گشت کرتا رہا جرائد وصحائف میں بھی شائع ہوتا رہا عوام کچھ نہ سمجھے کہ جہاد دفاعی جو اپنے مقابل قسم جہاد یعنی حملہ وہجوم سے کہیں زیادہ اہم اور واجب العمل ہے اُس کے لئے جو نفیر عام پکار دی گئی تو پھر اب انتظار کیا ہے مفتیان شرع متین جہاد کا علم اُٹھائیں اور ہر ایک عالم اپنے دائرہ اثر کا مرکز بن کر مجاہدین کو جمع کرے سامان جنگ تیار ہو اور نظام جہاد ترتیب وتنظیم کی صورت میں لایا جائے مجاہدین فی سبیل اللہ کے نعرۂ تکبیر سے فضائے ہند صدیوں بعد پھر ایک بار گونج اُٹھے۔

یہ اسی انتظار میں تھے کہ علماء سیاسی کی بارگاہ میں ایسی خاموشی چھائی کہ گویا اس اہم رُکن دینی کا انصرام نہ کسی شرط سے مشروط ہے نہ عساکر اسلامیہ کے لئے کسی قواعد وتنظیم کی حاجت ہے نہ یہ عمل جلیل کسی فراہمی اسباب وسامان کا مقتضی ہے محض فتویٰ لکھکر چھاپ دینا ہی سارے شرائط وضوابط ومایحتاج کا متکفل وضامن ہے۔

علمائے سیاسی اور لفظ جہاد کی تحقیق

اسی دورِ انتظار میں جب کہ ایک برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا تو ماہ رجب کانپور میں ایک جلسہ جمعیۃ علماء ہند کے نام سے ترتیب دیا گیا

جس کی کرسی صدارت کو انھی عالم نے جو اس فتوے مشتہرہ و معلنہ میں بلبابِ مستفتی سامنے آئے تھے عزت و تمکنت بخشی۔

خطبۂ صدارت میں کلمہ جہاد کے مُنہ سے نکالنے پر اپنی بیخوفی و عدم ہراس کا بزدالفاظ میں اظہار فرماتے ہوئے معانیِ جہاد بیان فرمانے کی بھی زحمت گوارہ فرمائی نہایت جوش وخروش کے انداز میں مجمع عام کو سمجھا دیا گیا کہ یہ بھی جہاد ہے وہ بھی جہاد ہے اسے بھی جہاد شریعت میں کہتے ہیں اور اُسے بھی جہاد شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

عوام کے لیے پھر بھی یہ عقدہ لاینحل ہی رہا اُن کی سمجھ میں خاک نہ آیا کہ برس روز بعد آج معنی جہاد کی تحقیق اور اُس کے مصادیق کی تفہیم و تلقین کیوں کیجاتی ہے اسی طرح آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ کبھی کسی تحریر اور کبھی کسی تقریر کی ذیل میں مسلمانوں کو ایک غیر متعین صنف جہاد کے لیے علماءِ سیاسی تیار کرتے رہے۔

تعیینِ جہاد واقعہ یہ تھا کہ ان مدعیانِ علم کو اپنے پیشوایان کیدو حیل یعنی جنٹلمین لیڈروں سے جو فیض پہونچا تھا وہ انھی کو مسائل شرعیہ اور اصطلاحات دینیہ کے لباس میں عام مسلمانوں کے سامنے لاتے تھے جنٹلمینوں کا مبدءِ فیض مسٹر گاندھی کا دماغ تھا ایسی صورت میں جب کہ ان علماءِ سیاسی کا سلسلۃ الذہب ایک مخزنِ کفر و شرک پر جا کر منتہی ہوتا ہو اس کے سوا اور کیا چارۂ کار تھا کہ جب تک کچھ اُسی طرف سے القا نہ کیا جائے یہ ساکت و صامت ہی رہیں۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آیا کہ مسئلہ نان کوآپریشن کی تحریک تسلیم کر لی گئی اب علماء کے جناب سے بھی جہاد اپنے صحیح مصداق پر آکر متعین و متشخص ہو گیا۔

عوام سُودیشی کا استعمال کریں یہ اُن کا جہاد ہے اعزازی عہدے واپس کیے جائیں یہ آنریری کام کرنے والوں کا جہاد ہے۔ کونسل کی ممبری چھوڑ دینا آنریبل ہونے والوں کا جہاد ہے سب سے بڑا جہاد

طلبائے انگریزی خواں کے لئے ہے وہ موجودہ نظام تعلیم کو جب تک نہ چھوڑیں گے مجاہدین میں اُن کا شمار قطعاً نہ ہو گا ساری وعیدیں جو تارکین جہاد کے لئے ہیں ایک وعید بھی اُن میں سے ایسی باقی نہ رہیگی جو طلبا پر صادق نہ آجائے موجودہ نظام تعلیم کے ترک میں تاخیر و تدبر بھی گناہ کبیرہ ہے والدین و اساتذہ کے استشارہ و استرضا کی بھی حاجت و فرصت نہیں۔

وہ جہاد جسے فرض عین کہا گیا تھا وہ جہاد جس میں اولاد کو والدین اور زوجہ کو زوج کی اجازت کی حاجت نہ تھی وہ جہاد جس کے لئے نفیر عام ثابت کیا گیا تھا وہ جہاد جس کے معنوں کا کسی وقت شمار کیا گیا تھا وہ جہاد جس کی صورت خاص آج تک غیر متعین تھی وہی مسئلہ نان کو اپریشن ہے۔

عزیزانِ وطن علمارہند کا فتویٰ جو بصورت کتاب اور اسی نام سے شائع ہوا ہے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم بھی ہو چکا ہے اُسے من اولہ الی آخرہ پڑھ جاؤ دیکھو تو اس میں ان اقسام جہاد میں سے کوئی مذکور ہے طبقات مسلم پر تقسیم اقسام جہاد کا کہیں اُس میں نام و نشان بھی ہے ہندوستان اور اس کی آزادی کے لئے سرفروشی کا کہیں ایک حرف بھی آتا ہے ہدایت و نہایت میں آخر یہ فرق لیل و نہار کیوں ہے؟

ہاں یہ ساری فتوے نویسی اور مجالس کی گرما گرمی صرف اسی لئے تھی کہ نوجوانوں کو والدین و اساتذہ سے سرکشی و تمرد پر اچھی طرح آمادہ کر دیا جائے تاکہ ملک میں ہنگامہ آرائی کے لئے ایک کافی تعداد پڑھے لکھے ناتجربہ کاروں کی ہاتھ آجائے۔

علمائے سیاسی اور مسئلہ جہاد کی توہین

تمھیں اُسی خدا کی قسم جس پر تمہارا ایمان ہو ہمیں یہ بتاؤ کہ نفیر عام کے وقت ہی وہ جہاد ہے جو ہر متنفس پر فرض ہو جاتا ہے تمھیں اُسی مذہب و دین کا واسطہ جس کے تم پیرو ہو ہمیں یہ بتاؤ کہ بی بی کو بغیر اذن شوہر اور اولاد کو بغیر اذن والدین

کیا اسی جہاد کے لیے نکل کھڑے ہونے کو کہا گیا ہے۔

"المجاهد من جاهد لنفسه والمهاجر من هجر ما نهى الله ورسوله عنه"

یعنی مجاہد تو وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد لڑتا ہے اور مہاجر وہ ہے جس نے اُن چیزوں کو چھوڑ دیا جس کے ترک کا حکم اللہ اور اُس کے رسول نے صادر فرمایا اس حدیث پاک کی اب تلاوت کرتے ہو اور جہاد و ہجرت کی اب یہ تصویر پیش کرتے ہو۔

بیشک ہر وہ سعی جو حق پرستی اور خدا کی راہ میں کی جائے وہ جہاد ہے فرائض صلوٰۃ وصیام حج وزکوٰۃ کا پابندی واستقامت سے ادا کرنا نوافل ومستحبات کی برکات حاصل کرنا یہ بھی جہاد ہے احقاق حق وابطال باطل یہ بھی جہاد ہے۔ سچ بولنا عفت وپارسائی اختیار کرنا دیانت وامانت کی زندگی بسر کرنا یہ بھی جہاد ہے یتیم وبیکس کی خبر گیری ضعفاء ومرضاء کی خدمت گزاری یہ بھی جہاد ہے لیکن اس جہاد کے لئے تو نفیرِ عام کی شرط نہیں کفار وغیر مسلم اقوام کا بلاد اسلامیہ پر ہجوم اس جہاد کا موقوف علیہ نہیں یہ جہاد امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی دعوت وپکار کا خواہاں نہیں یہ وہ دفاع نہیں جو درجہ بدرجہ شرفا وغربا عامہ مسلمین پر واجب ہوتا ہے بلکہ یہ تو وہ جہاد ہے جس سے انتہائی امن وسکون غایۃ سطوت وشوکت بحد فراغت وقوت کے ایام میں بھی کسی مومن کو فارغ نہ بیٹھنا چاہیئے۔

المجاهد من جاهد لنفسه کا جہاد ہر صبح کو ایک سچے مخلص مسلم کی حیات میں شروع ہوتا ہے اور دوسری صبح کو ختم ہو کر پھر شروع ہو جاتا ہے مشکوٰۃ نبوت سے جن کے قلوب منور ہو چکے ہیں اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس جہاد وہجرت کی سعادت سے بے نصیب بسر ہونے نہیں پاتا عامہ مسلمین بھی اس جہاد وہجرت سے اس قدر تو ضرور متاثر ہیں کہ آج تک کسی مسلم ومومن باپ نے اپنے بیٹے کو یا کسی مسلم ومومن شوہر نے اپنی بی بی کو اُمت محمدی کے لئے دعاء خیر کرنے سے

منع نہیں کیا خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے یا سنن و مستحبات کے بجالانے سے یا مسکینوں اور حاجت مندوں کی امداد سے نہ کسی باپ نے اولاد کو جھڑکا نہ شوہر نے بی بی پر عتاب نازل کیا

جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر ایثار

جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں عورتوں نے اپنی سب سے زیادہ عزیز و محبوب چیز یعنی زیور تک اتار کر چندہ میں دے ڈالا لیکن اس پر بھی کسی خاندان کے متعلق یہ نہ سنا گیا کہ اس انفاق پر زن و شو میں سوء مزاجی ہوگئی۔

نوجوانوں نے انھیں ایام میں منتیں صوم کی مانیں اور روزے رکھے کئی بار یہ نذر قرار دی گئی اور اخلاص و نیازمندی سے پوری کی گئی اسی کے ساتھ دل کھول کر روپے بھی دئے اپنے لذائذ میں کمی کی اور اس طرح مجروحین طرابلس و بلقان کو چندہ بھیجا خاص کالج میں تقریباً ایک سال تک مسلسل یہ سلسلہ قایم رہا اس وقت کسی باپ نے اپنے بیٹے سے نہ اظہار رنج و ملال کیا نہ اولادوں کے اس فعل کو نظر ناپسندیگی سے دیکھا۔

پس اگر اس وقت بھی اسی جہاد انفاق اور ایثار کی حاجت تھی تو اس کے لئے نفیر عام اور جہاد کے فرض عین اور اطاعت والدین و اساتذہ و اطاعت زوج و مولیٰ سے انحراف و استکراہ کی تلقین و تبلیغ کی کیا حاجت تھی لیکن ہاں یوں کہو کہ اگر سچائی کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتے یا ایمانداری سے صراط مستقیم کی طرف ہدایت و رہبری کرتے تو پھر اپنی ہوا و ہوس کا صید کہاں تلاش کرتے۔

افسوس ہے اس فتوے نویسی پر جس نے مسلمانوں کے کتنے گھر تباہ کر دیئے اس زمانہ شور و فتن میں جب کہ نوجوانوں میں سعادت و اطاعت اور حق شناسی کا فقدان ہو رہا ہے والدین و اساتذہ کی خدمت میں انھیں اس طرح دلیر و گستاخ ہو جانے کی ہدایت کیسا زہر آلود اور مسموم پیام ہے۔

علمائے سیاسی کا ہجرت کے متعلق تباہ کن فتویٰ

اسی طرح ایک نفیر عام ہجرت کی پکار دی گئی اس بانگ بے ہنگام نے سرحدی علاقے اور خطہ سندھ میں بہت زیادہ اثر کیا ہزاروں گھر تباہ ہو گئے ہزاروں عورتیں بے سرپرست رہ گئیں ہزاروں بچے سایہ پدری سے محروم کر دیئے گئے گاؤں کے گاؤں مسلمانوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دئے لاکھوں کی جائدادیں کوڑیوں کے مول ہندوؤں کے ہاتھوں بیچ دی گئیں تقریباً ایک لاکھ مسلمان اپنے دیار و وطن املاک و جائداد سے دست بردار ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔

کچھ دنوں تک ہجرت کا زور رہا اخباروں میں بھی نہایت جلی قلموں سے مہاجرین کا قافلہ لکھا جاتا تھا لیکن جب ہجرت نے رجعت قہقری کی صورت اختیار کی تو دو چار اعذار بارد کرتے ہوئے ہجرت کا سلسلہ بند کر دیا گیا اب پھر دوبارہ مژدہ ہجرت مسلمانوں کو سنایا گیا اور اجازت و پروانگی بھی عطا ہو گئی لیکن اب نہ تو کوئی مضمون فضائل ہجرت پر لکھا جاتا ہے نہ اس کی ضرورت ثابت کی جاتی ہے نہ کوئی قافلہ کا سلسلہ آمادہ ہجرت نظر آتا ہے اب تو ساری زبانیں اور صرف ایک کلمہ توحید منزلہ گاندھی نان کواپریشن کا ورد ہے یہی ہجرت ہے اور یہی جہاد ہے

لیڈرو اس ہنگامہ کو بھڑ سے تو یہ بہتر تھا کہ جس طرح کے اشخاص کی جس تعداد میں بلاد اسلامیہ کو حاجت ہوتی پہلے انھیں مسلمانوں کو نقل مکان کی ترغیب دی جاتی آغاز کار سے پیشتر ایک مکمل نظام عمل بنانا تھا عوام کے جانے سے قبل خواص کا سفر کرنا ضروری تھا نا ملایم حالات کا پہلے اندازہ کر کے حتی الامکان انسداد ناگواری کرنا بہت ضرور تھا۔

کیا ستم ہے ہم جب کہ ایک مختصر سفر جائے اقامت سے کرتے ہیں تو اپنے سفر کی غایۃ قیام کی مدت ہمراہیوں کا انتخاب اور دیگر ضروریات و حالات کا پہلے انتظام سوچ لیتے ہیں لیکن یہ کیا قیامت ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ایک نفیر عام ہجرت کی پکار دی گئی اور اس اہم تحریک

کی کامیاب و بامراد ہونے کے لئے جس ترتیب وتنظیم اور ہدایت وتعلیم کی حاجت تھی اُس سے خود تحریک کرنے والوں کا دماغ بھی خالی تھا جو صدمہ اس عظیم الشان تحریک کو تغافل شعاری اور ناواقفیت مذہبی نے اس وقت پہونچایا ہے نہیں معلوم اس کا ذمہ دار کون ہے اور اس کا کفارہ کس کی گردن پر ہے۔

جہاد اور ہجرت ان دونوں اہم واعظم مسئلوں کو جس طرح اس دور کے علماء سیاسی نے تباہ کیا ہی تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے مسلمانان ہند کا جو نقصان اس مدلّس وکاذب فتوے نویسی سے ہوا دیکھئے اُس کی اصلاح کیوں کر ہوتی ہے اور کتنا زمانہ چاہتی ہے ملی مخصوص

لفظ جہاد میں کچھ وہ برقی قوت تھی کہ اس کے سُننے سے غیر مسلموں کو ٹھنڈا پسینا آتا تھا اور مسلمانوں کے مردہ وافسردہ قلوب میں حیات وتازگی۔

قبل ازیں لفظ جہاد کا اثر

اس موقع سے قبل جب کبھی اور جہاں کہیں بھی یہ لفظ کہا گیا ہے تو مثل دیگر کلمات کے اس نے اپنے تلفظ کو وہ ہوائے کیف ثابت ہونے نہیں دیا جو ایک مرتبہ ٹکرا کر ہوا کی موجوں میں گم ہو جائے اور اس کرۂ ارضی پر اس کا نام بھی غیر قارہ اشیاء کی فہرست میں منسلک ہو جائے بلکہ جب کبھی یہ لفظ کہا گیا اور مسلمانوں کے کانوں تک پہونچایا گیا ہی تو کفر وشرک کی بنیادیں ہل گئی ہیں مخلوق پرستوں اور خدا کے دشمنوں میں زلزلہ پڑ گیا ہی۔ تاریخ اقوام اور جغرافیہ ملکی میں ہمیشہ ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا ہی اس لفظ جہاد کے کہنے اور سننے کے ایام صفحات زمین پر ہمیشہ خون کی سرخی اور نوک سنانِ شمشیر سے لکھے گئے ہیں۔

لیکن آج تم نے مسلمانوں کے اس سیزدہ صد سالہ عظمت کو اپنے قدموں کے نیچے

روند ڈالا آج تم نے سات کروڑ مسلمانوں کی دینی غیرت کو یوں ذلیل و خوار کیا دیکھو غیر مسلم تو ہیں تم پر ہنستی ہیں نہ انگریزوں میں تمہاری ہیبت رہی نہ ہندوؤں پر تمہارا خوف رہا۔

تم اور تمہارا دین تم اور تمہارا مذہب تم اور تمہاری مذہبی تعلیم تم اور تمہاری دینی احکام سب کے سب نگاہ غیر مسلم میں ہیچ و فرمایہ ثابت ہوئے۔ لیکن اس کی تمہیں کیا پرواہ جب کہ تقریباً ایک ملک کا خراج تمہارے گھروں میں پہونچ گیا جب کہ ہزاروں انسان تمہیں اپنے دوش عقیدت پر لئے لئے پھرے جبکہ ہر روز شاہانہ دسترخوان سے کام و زبان نئی نئی لذتیں لے رہی ہیں تو پھر ان نعمائے خلد بریں کے مقابلہ میں اسلام کیا ہے اور ایمان کیا۔

اے سرمستان بادۂ لیڈری ذرہ ہوش میں آکر ہمیں بتاؤ کہ تم سوراج کے لئے اٹھائے گئے تھے یا خلافت کے لئے تم نے ہندوؤں کو آمادہ کیا تھا تم اسلام کے نشر و تبلیغ کا علم لے کر بڑھے تھے یا کفر و شرک کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے یہ لشکر آرائی کی گئی تھی اسلام کی حقانیت اور ارکان اسلام کا غیر مسلم کو گرویدہ بنانا تمہارا نصب العین تھا یا خود کفر و شرک کے جال میں پھنس کر آزادی ہند کا ترانہ سنانا مقصود و مطلوب تھا۔

مسلم لیڈروں کا کفر و کافریں ادغام

لا الٰہ الا اللہ گاندھی نے کس حسن تدبیر سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے مذہب کا غلام بنا لیا ایک برس بھی گزرنے نہ پایا جو حمایت خلافت سے نہ صرف ہندو دست کش ہو گئے بلکہ اس عیارانہ چال سے خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نے مسئلہ خلافت کو دھکے دے کر پس پشت ڈال دیا۔ خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کی جگہ گاندھی کو دی گئی اب یہ مدعیان اسلام اسی کی کوشش کر رہے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے گاندھی کی محبت و عظمت سے کوئی قلب مومن خالی نہ رہنے پائے۔

کوئی امام مہدی علیہ السلام کا مثیل کہتا ہے کوئی یہ کہتا ہے کہ نبوت اگر ختم نہ ہو گئی ہوتی

توگاندھی نبی ہوتا یعنی نبوت کے ماتحت جو سب سے بڑا رتبہ و منصب ہو سکتا ہے وہ گاندھی کا ہے کوئی اپنے کو پسرِ گاندھی کا کہتا ہے اور اسلام کی نجات کا اسی کے ہاتھوں سے یقین رکھتا ہے۔

مسلمان اپنی کانوں سے سُنتے ہیں آنکھوں سے اخبارات میں یہ مضامین دیکھتے ہیں پڑھتے ہیں پھر بھی عالمِ وجد و تواجد میں آکر واہ ہمارے لیڈر و شاباش ہمارے لیڈر کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔

رہبر کی اقسام

فرزندانِ اسلام رہبر کی تین قسمیں ہیں ایک وہ باکمال جس کے ذہن میں منزلِ مقصود متعین و مشخص۔ راہیں اُس کی معلوم۔ دشواریوں پر اُسے اطلاع خطرات و مہالک سے واقفیت کاملہ اُن تدابیر پر قادر جن سے خطرات و موانع کا اثر نہ آنے پائے۔

ایسا رہبر اپنے علم و بصیرت سے رہبری کرتا ہوا خطرات و مہالک سے بچاتا ہوا موانع کو دفع کرتا ہوا اپنے پیچھے آنے والوں کو سلامتی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہونچا دیتا ہے جیسا کہ ایک ماہر ناخدا کہ وہ سمندر کی راہوں سے واقف مقامِ خطرے آگاہ مہالک سے بچ کر نکل جانے کی اُسے سبیل معلوم۔

دوسرا وہ ناقص رہبر جسے نہ راہ معلوم نہ خطرات کا علم لیکن منزلِ مقصود متعین تلاش راہ کی طلب کامل اور خطرات پر غالب آنے کی قوت اُسے میسّر و حاصل۔

تیسرا وہ مدعی باطل کہ جسے نہ منزلِ مقصود کی خبر نہ راستہ کا علم نہ دشواریوں پر بصیرت نہ خبرت نہ کسی قسم دفاع پر قدرت و طاقت۔

اب تمھیں یہ فیصلہ ٹھیرانا ہیں کہ مدد خدا لگتی تمہارے لیڈر کس قسمِ رہبر میں شامل و معدود ہیں

ہندوؤں نے تمہارے لیڈروں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا کر کس سہولت و نرمی سے آہستہ آہستہ اُنھیں اپنے نقطۂ خیال پر اُتار لیا لفظ سوراج جس سے لاکھوں کان آج تک نا آشنا تھے خلافت کے عوض کس جوش سے وہ ہر ایک زبان پر جاری ہے گاندھی جس کا نام تک پانچ برس قبل ہندوستان کے کسی مسلمان کے علم میں بھی نہ تھا خلیفۃ المسلمین کی جگہ آج اُس کے تقدس و عظمت کے فسانے کس کمال عقیدت سے مستورات تک میں کیے جاتے ہیں۔

گائے کی قربانی اور اس کا معمولاً ذبح بعض جگہوں میں بند ہو چکا ہے اور بابقیہ مقامات پر بند ہونے والا ہے۔ ہندی نے اُردو پر فتح پائی ہے۔ دوش مسلم پر کافر کا جنازہ رکھا جا چکا جنھیں اس کا موقع نہ ملا اُنھوں نے نقل جنازہ اُتار کر اپنی شرکت و معیت کا ثبوت دیا مشرک کے لئے برکات عالم آخرت چاہی گئیں اور مغفرت کی دعا مانگی گئی کلمۂ توحید پڑھنے والوں کے منہ سے رام رام ست ہے کہا گیا کہلایا گیا۔

بالعکس معاملہ

یہ سارے اعمال جو وقوع پذیر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان سے ہندوؤں کے مطالب و مقاصد مذہبی و ملکی کا تکملہ ہو رہا ہے یا اسلام اور اسلامی خلافت کی خدمت انجام پا رہی ہے جو بیس کروڑ ہندوؤں کا قدم خلافت اسلامی یا کسی رُکن دینی کی طرف بڑھا یا سات کروڑ مسلمانوں نے بڑھکر سوراج اور مراسم کفر و شرک کو لبیک کہا مسلمان ہندو کے ہوگئے یا ہندو مسلمانوں کے ہو رہے مسلمانوں کے قلوب آہنی تھے یا مقناطیسی مسلمانوں نے مقناطیس بن کر ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچا یا ہندوؤں نے اپنی مقناطیسی کشش سے انہیں اپنے میں جذب کر لیا اس کا جواب واقعات سے ہونا چاہیئے نہ خطیبانہ عبارت آرائی سے۔

غالباً خلافت کے متعلق تم یہ جواب دو گے کہ اب یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ جبتک ہندوستان آزاد نہ ہو اور انگریزوں کا قدم یہاں سے نہ ہٹے مسلمان کچھ بھی خلافت کی مدد نہیں کر سکتے ہیں۔

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ پہلے خلافت کے لئے ہندو تک سرگرمِ کار تھے لیکن اسی قلیل مدت میں یہ تبدیلی واقع ہوئی کہ خود مسلمان بجائے خلافت سوراج پکارنے لگے شاید گاندھی کے باب میں تم یہ جواب دو کہ جب کہ مسلمانوں میں کوئی صاحب سجادہ کوئی خانقاہ نشین کوئی واعظ و فقیہ کوئی محدث و مفسر حدِ یہ کہ کوئی جنٹلمین لیڈر مثل گاندھی کے نہ ہو تو ہمیں اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ ہم اُسی کی تقلید کریں اُسی سے اپنا رشتہ ہدایت جوڑیں اسلاف کے واقعات و حالات زندگی آج قصۂ و داستان ہیں قوم افسانوں سے نہیں بنا کرتی نہ کسی کی سوانح و سیرت قوم میں رُوح پھونک سکتی ہے ہمیں تو ایک زندہ مثال و نمونہ چاہیئے اور وہ نہیں ہے مگر گاندھی۔

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ گاندھی تمہارا پیشوا ہے اور تم اُس کے پیرو۔ دیگر اعمال خبیثہ کے متعلق تمہارا یہ جواب ہوگا کہ اس وقت انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں حاجت تھی کہ ہندوؤں میں جذب ہو جائیں تاکہ باہمی تجاذب و ادغام سے طاقت و شدت آجائے اور ہماری صدائے احتجاج میں قوت و صولت پیدا ہو جائے]

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ تم ہندوؤں میں جذب ہو گئے۔

وما ظنکم برب العلمین

علم برداران نان کوآپریشن و سوراج! قیامت ایک دن ضرور قائم ہوگی جہاں اوّلین و آخرین کا مجمع ہوگا اور پھر لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کی دل کپکپا دینے والی آواز کے ساتھ تخت رب العالمین سامنے ہوگا ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذٍ ثمانية اُس دن تمہارے سرائر و مخفیات کھل جائیں گے يومئذ تعرضون لا تخفى منكم خافية۔ اُس دن تمہیں اُس جلیل و جبار قادر و قہار کے سامنے جا کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ ”فاما من ثقلت موازينه فهو في عيشة راضية واما من خفت موازينه فامه هاوية وما ادراك ماهيه نار حامية“

تو پھر جس وقت یوم ینفع الصادقین صدقھم کا ظہور ہو رہا ہو گا تمہاری کیا حالت ہو گی اور تمہارے ان اعمال کا ترازوئے عمل پر کیا وزن ہو گا خلافت اور دین کا نام لیکر سواراج اور تلقینات گاندھی میں فنا ہو جانا کیا نتیجہ سامنے لائے گا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بایات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا۔ یقین کرلو کہ اُس روز یہ تمہاری تلبیس کی چادر پارہ پارہ ہوگی اور تدلیس کا جال ریزہ ریزہ۔ یہی لیڈری اُس دن تمہیں وبال ہوگی اور یہ ہردل عزیزی تمہیں رسوا و خوار بنائے گی۔ آج وہ بھیڑ اور انبوہ جس پر تمہیں ناز و تبختر ہے آج وہ ہنگامہ و ہجوم جس پر تمہیں اعتماد و سہارا ہے کل بروز قیامت تم سے بیزاری کا اظہار کرتا تھا۔ قالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا۔ یہ گروہ معتقدین یہ مجمع ارادت مندان جو آج تمہیں اس درجہ محبوب ہے کل بروز محشر تم اس سے خفا ہوگے اور دست بردار شامتِ اعمال کا وبال سامنے ہو گا اور یہ ہیکڑی خاک سیاہ۔ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورا وا العذاب وتقطعت بھم الاسباب ٥

نان کوآپریشن کا ملمع جامہ اب آؤ ہم ایک دوسری مجلس منعقد کریں اور مسئلہ نان کوآپریشن نے جو روپ بدل کر ہندوستان میں ایک اُودھم مچا رکھی ہے اس کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھانا ضرورت ہے کہ یہ گاندھی گردی جو ملمع جامہ ایمان و اسلام سے مرصع بنا کر سامنے لائی گئی ہے اس کی اصلیت بالکل ہی بے نقاب کردی جائے سب سے پہلے اس لفظ کی تاریخ اور تدریجی تقلب

کی طرف نظر کرنا ضرور ہے۔

مفہوم نان کواپریشن کا تدریجی تبدل

یہی مفہوم جس کی اس وقت ملک میں دھوم مچی ہوئی ہے ایک مدت سے کانگریس میں مقاومت مجہول کے لفظ سے ادا کیا جاتا تھا شورش وہنگامہ کا پے بہ پے ہندوستان میں ہوتے رہنا اسی کا ثمرہ تھا۔

نان کواپریشن کا مختلف ترجمہ

پھر اس مفہوم نے ستیا گرہ کی صورت اختیار کی کاروباری دنیا میں یہ پہلی ہڑتال تھی جس نے عملی شکل میں مقاومت مجہول کی جلوہ آرائی کی اسی دوران میں مسٹر گاندھی نے نان کواپریشن کا دلکش نغمہ چھیڑا اب مقاومت مجہول کی جگہ نان کواپریشن کو دی گئی کچھ دنوں اسی کا دور دورہ رہا اردو جرائد بھی نان کوآپریشن ہی لکھتے رہے اس لفظ کے مختلف ترجمے بھی ہوتے رہے عدم اشتراک عمل، عدم اتحاد عمل، ترک معاملات، عدم تعاون وغیرہ وغیرہ۔

نان کواپریشن کے لئے شرعی لباس

لیکن ہنوز وہ دینی قبا جسے ہمیشہ یہ جماعت اپنے مخترعات کے برجستہ و موزوں کرنے کی عادی تھی اس وقت تک ان الفاظ کی تراش سے وہ قبا تیار نہ ہو سکی بالآخر بمصداق جوئندہ یابندہ مدتوں کے مشاق یار ہا کے تجربہ کار اپنے ستباہ کن دماغوں کی طرف رجوع لائے اور ایک لفظ موالات ڈھونڈھ کر لے آئے۔

جن نے اس گوہر نایاب کی جستجو کی تھی لیڈروں کی جماعت میں طرہ امامت انہی کی دستار پر شایاں تھا لیکن واحسرتا کہ امامت وحدویت تک کے القاب بھی یہ کہکر گاندھی کو ہی بخشدئے گئے کہ ع این گل تازہ برآں گوشۂ دستار خوش ست۔

لفظ موالات پر استقرار کی علت

عوام کچھ نہ سمجھے کہ آخر ہمارے لیڈر نان کواپریشن کے

لفظ سے جلد جلد گریز کیوں کر رہے ہیں کسی ایک ترجمہ پر اُنھیں قرار کیوں نہیں آتا اور اب کہ لفظ موالات اُنھیں مل گیا تو اُس پر قدم جما کر اس طرح کھڑے ہو گئے ہیں کہ ترک معاملات عدم اشتراک عمل وغیرہ کی طرف اگر اُنھیں کوئی پھیرنا بھی چاہے تو جنبش کی قسم ہے وہ ہیں اور ترک موالات کی صدا ہی تم سلام کرو وہ جواب میں ترک موالات کہیں گے تم مزاج پرسی کرو وہ ترک موالات کہکر اپنی عافیت بتائیں گے اب تو اُن کے دل و دماغ میں سوائے اس ایک لفظ کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔

حالاں کہ واقعہ صرف اس قدر تھا کہ سارے تراجم کے الفاظ سوائے موالات کے ایسے تھے کہ اُن کی شکلیں دھوکھا دینے کے لئے ناکافی تھیں لیڈروں کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک ایسے لفظ کی ضرورت تھی جس کی ظاہری شکل دکھاکر مسلمانوں کو اپنے اغراض فاسدہ کا شکار کر لیا جائے۔

ترک موالات کا لفظ جب سامنے لایا گیا تو مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ نان کوآپریشن خواہ سیاستِ ہند کا خالص مسئلہ ہو لیکن ترک موالات محض اسلامی مسئلہ ہے اس لئے مسلمانوں ہی پر اس کی تعمیل بھی واجب ہے۔

ملاءِ اعلیٰ سے علمائے سیاسی کا استفاضہ

علمائے سیاسی کو جب اُن کے ملاءِ اعلیٰ سے اس ہدایت کا افاضہ فرمایا گیا کہ اب بجائے نان کوآپریشن کے موالات کہئے اور لکھئے نیز نظام عمل کے وہ حدود جنھیں نان کوآپریشن کے دائرہ نے اس وقت گھیر رکھا ہے اُن سب کو ترک موالات کے احاطہ میں داخل کیجئے اسی کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھنا آپ حضرات کا فرض ہے کہ ہنود کی نئی سرکار سے جو طوق غلامی ابھی گلے میں ڈالا گیا ہے ہرگز ہرگز کوئی تار اُس کا ڈھیلا نہ ہونے پائے بلکہ اس پر مذہبی ایک اور گرہ افزوں ہو جائے۔

ملاءِ اعلیٰ کا حکم اور علمائے سیاسی کا سرِ تسلیم خم

آفریں ہے علماءِ سیاسی کے اس انقیاد و اطاعت گزاری پر فوراً کہہ اُٹھے کہ قرآن پاک میں نصاریٰ سے ترک موالات کا حکم بہ نصِ صریح ثابت ہے۔ یایھا الذین امنوا لا تتخذ والیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہٗ منھم لیکن اسی کے ساتھ اُنھیں یہ دشواری پیش آئی کہ بشمار آیات الفرقان مجید میں گونج رہی ہیں کہ کفار و مشرکین سے ترک موالات ضروری ہے۔

کفار مشرکین اور کفار اہل کتاب میں فرق مراتب

اگرچہ یہود و نصاریٰ بھی کافر ہیں ان کی توحید بھی تثلیث میں گم ہو گئی ہے قرآن مجید ان کے کفر و ضلالت پر گواہ ہے (۱) لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب (۲) ولا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم (۳) قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ پہلی آیۃ اہلِ کتاب کے کافر ہونے کو بتاتی ہے دوسری آیۃ اُن کے عقیدہ تثلیث کو ظاہر کرتی ہے تیسری آیۃ اُن کی ضلالت و غوایت اور گندگی عقیدہ کو بتاتی ہے تنزیہ و تقدیس کے مفہوم سے اُن کا بیگانہ محض ہونا ثابت ہو رہا ہے لیکن باوجود ان تمام گمراہیوں کے یہود و نصاریٰ کو اہلِ کتاب کہا گیا ان کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا پس موالات جب کہ اہلِ کتاب سے منع کر دی گئی تو کفار و مشرکین جن سے ادنیٰ معاشرتی تعلق یعنی اُن کی عورتوں سے نکاح بھی حرام و زنا شریعت مطہرہ نے قرار دیا ہو موالات کیوں کر جائز ہو سکتی تھی۔

علماءِ سیاسی کا اضطرار اور ایک مغالطہ کی ایجاد

بار بار اس کثرت سے کفار کے ساتھ موالات کو حق سبحانہٗ نے منع فرمایا ہے کہ مومنین کفار کا دم گھٹنے لگا مصیبت عظمیٰ یہ تھی کہ اس مسئلہ کی ایجاد کا مقصد احکام شرعیہ کے زیر اثر رہ کر انگریزوں سے کنارہ کشی

ویکسوئی نہ تھی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ وداد وانقیاد رکون واتحاد مطلوب تھا اب اگر شریعت کا فتویٰ نصاریٰ کے باب میں پیش کیا جاتا ہے تو کفار کی ولا و محبت کا جام کیوں کر پیا جا سکتا ہے پھر اگر یہی نہیں ہوا تو ساری سعی بے حاصل لغو و باطل ہوئی جاتی ہے۔ علمائے سیاسی نے کمال تحریف کا جو نمونہ اس موقع پر پیش کیا ہے اس کی داد کسی بشر کی زبان سے ادا نہیں ہو سکتی ہاں جس کے کلام میں یہ لوٹ پھیر کیا گیا ہے اُسی کی قدرت میں اس کا عوض و صلہ بھی ہے سُورۂ ممتحنہ کی آیت تلاوت کرتے ہوئے ایسا مغالطہ آمیز ترجمہ کیا کہ عوام دھوکے میں آگئے اور نہایت سہولت سے مطلب برآری ہو گئی۔ لا ينهٰكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من ديارکم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين ۝ انما ينهٰكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين و اخرجوكم من ديارکم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم ومن يتولهم فاولٰئك هم الظالمون ۝

تقریر مغالطہ اس وقت وہ علمائے سیاسی جو کفار مشرکین کے بادۂ محبت میں سرشار ہو رہے ہیں جھوم جھوم کر اسی آیۂ کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ نے غیر مسلم فریق کو دو صنفوں میں تقسیم فرما دیا ہے ایک تو وہ ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑتے ہیں نہ مکانوں سے اُنھیں نکالتے ہیں اُن کے ساتھ ہر طرح کی محبت ہمدردی نیکی اور احسان کا حکم خدا دیتا ہے دوسرے گروہ وہ ہیں جو یہ سب کرتے ہیں اُن کے ساتھ اس طرح کا کوئی علاقہ بھی اگر مسلمان رکھے گا تو یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ نفاق ہے اور منافق مومن نہیں دیکھو آج تک ہندوؤں نے نہ کبھی اسلامی ممالک پر حملہ کیا نہ مسلمانوں سے قتال فی الدین کیا نہ کسی اسلامی ملک سے مسلمانوں کے اخراج کا باعث ہوئے پس ان کے

ساتھ کیا وجہ ہے جو مسلمان محبت وہمدردی نیکی واحسان نہ کریں حالاں کہ اُن کا رب اُنھیں ایسا کرنے کی اجازت دے رہا ہی یاں عیسائیوں نے نہیں نہیں بلکہ انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ان سے کسی طرح کا واسطہ رکھنا دین واسلام سے نکل جانا ہی۔

یہی وہ فریب ہی جو اس وقت عام مسلمانوں سے کیا گیا یہی وہ تدلیس کا جال ہی جس میں مسلمانان ہند کو گرفتار کرکے ہندوؤں کے حوالہ کیا گیا یہی وہ شرعی مغالطہ ہی جسے علمائے سیاسی نے چند روزہ جاہ کے لئے ایجاد کیا یہی وہ تحریف دینی ہے جس کا ارتکاب عین ایمان قرار پایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مسلمانوں دیکھا تم نے دین سے بے پروائی اور علوم دینیہ سے بے نیازی کا ثمرہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام حق کو باطل اور باطل کو حق تم سے کہا گیا تمھیں سمجھایا گیا تم نے سُن بھی لیا اور عمل پر آمادہ بھی ہو گئے۔

اب مصیبتیں جھیلو مشقتیں اُٹھاؤ ذلت وخواری کی زندگی بسر کرو نافرمانی مولا تبارک وتعالےٰ کو فرمان برداری سمجھتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے اور تمھیں توبہ بھی نصیب نہ ہو

مغالطہ کا خطرناک نتیجہ کوئی گناہ جب کہ گناہ سمجھکر عمل میں آئے تو نفس لوامہ کی ملامت عاصی وخاطی کو توبہ وانابت کی طرف متوجہ کرتی ہی لیکن جب کہ گناہ عین اطاعت سمجھکر کیا جائے تو پھر توبہ واستغفار کی بھی اُمید منقطع ہو جاتی ہے۔

اس وقت جو عالم نما لیڈروں نے بدترین اعمال کو مذہبی تعلیم کہکر پیش کیا ہی اور تم اُس پر لبیک کہکر جھک پڑے ہو شاید وہ وقت دُور نہیں جب کہ اس گمراہی وضلالت کی روسیاہ حقیقت تمھیں مشاہد ہو جائے اور یہ سارے سبز باغ جل کر خاک سیاہ ہو جائیں۔ وَاذ زین لھم الشیطان اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم فلما

تراءت الفئتٰن نکص علیٰ عقبیہ وقال انی بری منکم انی اریٰ ما لا ترون انی اخاف اللہ واللہ شدید العقاب ۝

ایک التماس اس سے پیشتر کہ اس مغالطہ آمیز تقریر اور اس مخرب دین مسئلہ کی حقیقت بیان کروں اس قدر گزارش کی اجازت چاہتا ہوں کہ وہ ذات جس نے عالم میں نشر و تبلیغ مذہب اسلام کی فرمائی اُس کے متعلق اُس کے بھیجنے والے نے ارشاد فرمایا وما ارسلناك الا رحمة للعالمین وہ کتاب جسے تعلیم اُمّت کے لئے اس خاکدان عالم میں اُس نے امانت چھوڑا اُس کے باب میں حق سبحانہٗ یوں فرماتا ہے۔ یا یھا الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمة للمؤمنین ۝

اسلام کامل و مکمل ہے وہ دین متین جس کے اتباع کو ہمارے صلاح و فلاح کا ضامن و کفیل بنایا اُس کے باب میں یہ مژدہ سُنایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ پیغمبر کا وجود رحمت اُس کی لائی ہوئی وحی آسمانی رحمت اُس کا دین کامل و تمام اور حق سبحانہٗ کا پسندیدہ پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اُمّت مسلمہ جس نے دین اسلام کو لبیک کہا جس نے قرآن مجید کو خدا کا بھیجا ہوا فرمان ہدایت یقین کیا جس نے اُس نبی برحق کی تصدیق کی اور اُس کے اتباع کو وسیلۂ نجات جانا وہ کسی وقت کسی حالت میں بھی احتیاج کا ہاتھ کسی غیر کی طرف پھیلائے یا اُس دین کی کوئی تعلیم اپنے متبع کو زحمت و مصیبت میں مبتلا کرے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة زندگی کا ہر شعبہ اور حیات انسانی کا ہر لمحہ جو اس عالم امکان میں وقوع پذیر ہو سکتا ہے اُن سب کے

طریقِ عمل کا صحیح نمونہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں موجود ہے اُمت کی سعادت اس میں ہے کہ اپنے واقعات زندگی میں اُسی حیات طیبہ کی تقلید و اتباع کرے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ؕ

کس قدر نادانی اور کیسی بدنصیبی ہے جو اسلام کا یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ وہ صرف چند ایسے اعمال و ارکان بتاتا ہے جن سے قوت وہمیہ بڑھکر انسان کے سارے قوائے دماغیہ پر مستولی ہوجاتی ہے اُس کے جذبات فنا ہوجاتے ہیں اور وہم کی ہمہ گیری و استیلا آخر اُسے ایک راہب ولایعقل بنا دیتی ہے اُس کا وجود ایک ایسی مہیب تصویر پیش کرتا ہے جسے دیکھکر زمین کا بسنے والا اُس جیسے ہونے کے خیال سے بھی لرز جاتا ہے۔

سیرۃ خاتم النبیین کا ایک صفحہ

دوستو ومن اصدق من اللہ قیلا۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے دیکھو جب کہ وہ تمہارے دین کو ہر پہلو سے کامل اُس کی تعلیم کو ہر طرح کی رحمت و برکت کا ضامن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تمہارے لئے نمونہ فرما رہا ہے تو پھر تمہارا ایسا خیال محض ناآشنائے حقیقت ہونے کی دلیل ہے۔

عہد نبوۃ کا آغاز اور اُس کا قبائل پر اثر

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس طرح شروع ہوتی ہے کہ وہ مقدس ہستی ہنوز شکم مادر میں ہے کہ باپ نے اس عالم سے کوچ کیا مالی حالت دادا کے وقت سے ہی مضمحل ہو رہی تھی اب اُس کا نام و نشان بھی نہ رہا خاتم النبیین کا منصب جس وقت تفویض ہوا اور اُسی کے ساتھ یہ حکم ملا کہ یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر تو یہ کوئی راز نہیں کہ اُس ہادی برحق نے جس وقت اس حکم کی تعمیل فرمائی اور دعوت توحید کی تبلیغ عرب کی سرزمین میں پیش کی ہے تو سارے ملک میں زلزلہ پڑ گیا مخالفت کی ایک آگ تھی جو تمام قبائل میں بھڑک اُٹھی بغض و حسد کے شعلے ہر کافر و مشرک کے سینے سے بلند ہونے لگے۔

ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو آغاز کار میں معین وغمگسار ہوتا نہ ہاتھ میں دنیاوی مال وخزانہ تھا نہ اعانت ومدافعت کے لئے کوئی فوج ولشکر تیار تھا اپنا ملک دشمن اپنا قبیلہ دشمن اپنا خاندان وکنبہ دشمن۔

کفار کی ایذا رسانی صداقت ایمانی نے جب آہستہ آہستہ حق کے نور سے بعض سینے روشن کر دیئے تو اُس وقت پیروان ملت بیضا بھی اعدا کے دست تطاول میں گرفتار ہوگئے اب کفار ومشرکین میں ہر روز مشورے ہوتے جفا وبیداد کی نت نئی تحریکیں پیش ہوتیں اذیت وآزار کا ہر روز ایک نیا پہلو تلاش کیا جاتا کبھی راستہ میں کانٹے بچھا دیئے کبھی اُونٹ کا اوجھ دوش اقدس پر لا کر رکھ دیا کبھی چادر پکڑ کر کھینچ لی گئی کبھی سنگ باری سے ساق مُبارک زخمی وگھائل کر دی گئی کبھی مقاطعہ کی تحریک پر جو سرگرم ہوئے تو لین دین خرید وفروخت سب بند کر بیٹھے کبھی شہر بدر کرنے پر آمادہ نظر آئے کبھی قید کا فیصلہ کرنے لگے غرض تکلیف دہی کی جس قدر صورتیں اُن کے مشرکانہ دل ودماغ میں آسکیں اُنھیں نہایت بیدردی وبیباکی سے عمل میں لائے۔

مقصود ان ساری مفسدہ پردازیوں اور فتنہ انگیزیوں کا یہ تھا کہ اُس داعی حق کی صدائے حقانی کو کسی طرح پست کیا جائے لیکن وہ ذات پاک جسے اپنے مولیٰ تبارک وتعالیٰ کی جناب سے یہ حکم ملا تھا کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ط یعنی اے رسول جو کچھ آپ کا رب آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے اُسے اُس کے بندوں تک پہونچائے رہا کفار ومشرکین کا شر وفساد اُس سے بچانے والا اور محفوظ رکھنے والا آپ کا اللہ تعالیٰ ہی پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ پیکر حق وہ مجسمۂ صداقت ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دشمنوں کی

جمعیت یا ان کی فاسد شرارتوں سے مضطر ہو جاتا یا اپنے نشر و تبلیغ میں ایک ساعت کا بھی التیار روا رکھتا وہ کمال استقامت اور انتہائے عزم سے ساری مخالفتوں کا مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ ہجرت کی آیت اُتری اور مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آقائے دو عالم نے ہجرت فرمائی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مکہ کے دشمنوں نے یہاں پہونچکر بھی راحت واطمینان سے بیٹھنے نہ دیا آج بدر کی لڑائی ہے تو کل احد کی غزوہ دومۃ الجندل سے فارغ ہی ہوئے تھے جو غزوہ خندق شروع ہو گیا کفار و مشرکین کی یہ حالت تھی کہ نہ خود چین و سکون سے بیٹھتے تھے نہ داعی اسلام کو طمانینت و فراغ کے ساتھ اشاعت دین کا موقع دیتے۔

مدینہ طیبہ میں مخالفتوں کا ہجوم مدینہ پہونچکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور حریف کے بھی مقابلہ کرنا پڑا یہ گروہ یہودیوں کا تھا اطراف مدینہ میں بکثرت یہود آباد تھے اس وقت کے لحاظ سے سامان قوت بھی ان کے پاس کافی تھا یہودیوں کی قوم ایسی شریر النفس اور قسی القلب ہے جن کے فتنہ و فساد شر و طغیان کے بے شمار واقعات قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں ان دو دشمنوں کے علاوہ خاص سکنائے مدینہ میں ایک گروہ منافقین کا پیدا ہو گیا جو بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتا اور بباطن میں عداوت اسلام و مسلمین مخفی و مکنون رکھتا جس کا موقع بموقع اظہار بھی ہو جاتا یہ مسلمانوں کا تیسرا دشمن تھا نجران میں کچھ عیسائی آباد تھے دعوتِ توحید نے انھیں بھی مخالفت پر آمادہ کر دیا جس سے مباہلہ کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہی۔

تمام ممکن حالات سے مبلغ اسلام و مسلمین کا مقابلہ الغرض مدینہ طیبہ پہونچکر اُس اللہ کے حبیب کو چار فریقوں سے مقابل ہونا پڑا مشرکین یہود نصاری اور منافقین مقابلہ میں جو کچھ ہونا ممکن ہے وہ سب کچھ ہوا میدان کارزار کی بھی گرما گرمی رہی اور

قتل وقتال کی بھی خوں ریزی وخوں افشانی مسلمان شہید بھی ہوئے اور کفار کو تہ تیغ بھی کیا گھڑی دو گھڑی کے لیے شکست کے آثار بھی پائے گئے اور پھر صدق نے کذب پر حق نے باطل پر فتح بھی پائی۔

ایک ایسا موقع بھی اُحد کی لڑائی میں پیش آگیا کہ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہوا اور وہ مقدس ہستی مجروح بھی ہوئی۔

کبھی کوئی مسلم کفار کے ظالم ہاتھوں میں مبتلا بھی پایا گیا اور کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں جماعت کفار حالت اسیری میں بھی دیکھی گئی اسی دوران جنگ میں کبھی کسی فریق سے موادعت کی گفتگو ہوگئی اور کبھی کسی فریق سے مصالحت کی باتیں طے پاگئیں۔

سلاطین سے خطاب انھیں ایام میں جب کہ مجاہدین کے نعرۂ تکبیر وتہلیل سے سرزمین حجاز پر رحمتِ حق کی بارش ہو رہی تھی سلاطین روم وایران اور فرمانروایان عمان وحبشہ بھی دعوتِ تبلیغ سے محروم نہ رکھے گئے صلح حدیبیہ کے بعد چھ قاصد چھ بادشاہوں کے پاس ایک ہی دن روانہ کیے گئے بادشاہوں میں سے کسی نے قبول کیا اور کسی نے اعراض کسی نے قاصد کے عزت واحترام سے اپنے اخلاق کا ثبوت دیا اور کسی نے اپنی وحشت وتمرد کا اظہار کیا کسی نے قبول اسلام سے تو اپنے کو محروم وبے نصیب رکھا لیکن تحفہ وہدیہ بھیجا جو قبول سرکار رسالت ہوا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک یہ پہلو تھا جو محاربین ومجادلین کے ساتھ نظام عمل کا سبق اپنی اُمت کو دیتا ہے۔

حیات اقدس کا دوسرا رُخ دوسرا رُخ اُس کی زندگی کا مسلمانوں کو تعلیم شریعت سے علماً وعملاً آراستہ ومزین بنانا تھا مہاجرین گھر بار خویش واقربا چھوڑ چھوڑ کر آتے جاتے تھے اور رحمۃ للعالمین کے دامن شفقت میں وہ سب کچھ پالیتے جسے ایک مخلص وصادق مومن ہی

پاسکتا ہی مہاجرین کے علاوہ خود انصار کی جماعت میں اشاعت اسلام ہر روز افزوں ہو رہی تھی وفود کا ایاب و ذہاب اس کے علاوہ تھا جوق در جوق مختلف قبائل کے وفد آتے ایمان لاتے مسائل سیکھتے اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

تبلیغ کی بے نظیر شان قابل لحاظ یہ نکتہ ہے کہ اسی کشاکش میں جب کہ ہر چہار طرف سے مخالفوں نے گھیر رکھا تھا ایک لمحہ بھی ایسا زندگی پیغمبر میں نہیں ملتا جس میں رشد و ہدایت کا درس دریغ رکھا گیا ہو عین ایسے موقع پر جب کہ احد کی لڑائی میں کفار و مشرکین نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نرغہ میں لے لیا تھا اعداء کے تلوار و نیزوں نے ہر چہار سمت سے گھیر رکھا تھا اسی غزوہ میں چند اشخاص حاضر خدمت ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی تمنا ظاہر کی داعی الی اللہ سرتاج رسل ہادیٔ سبل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو کلمۂ ایمان کی تلقین فرمائی ایک ہی نظر کیمیا اثر سے ان کے قلوب کا تصفیہ و تزکیہ فرما دیا ان میں سے عمر بن لیث اور مخریق کا نام صفحات تاریخ پر عجب لطائف نورانی کی طرف ہدایت کرتا ہی۔

ہدایت کا ایک بے مثل واقعہ یہ دونوں شرف زیارت سے مستفیض ہوتے ہی استصواب فرماتے ہیں اسلم ام اقاتل یارسول اللہ یعنی ارشاد فرمایئے پہلے اسلام لاؤں یا اس سے پیشتر جہاد شروع کردوں اللہ اللہ اس سوال کے جواب کا کیسا سخت موقع ہی منصب رسالت کی بجا آوری کا کیسا نازک لمحہ ہے لیکن وہ ذات مقدس جس کی بعثت کا مقصد تمام عالم میں تبلیغ دعوت توحید ہی اس کا جواب یہ ہوتا ہی اسلم ثم قاتل یعنی اے عزیزو پہلے اسلام لاؤ پھر حمایت ایمان میں مقاتلہ کرو۔ دونوں حضرات ایمان لاتے ہیں فیوض و انوار سے ان کے قلوب معمور و مملو کر دیئے جاتے ہیں چاشت کا وقت ہی کسی نماز فریضہ کی یہ ساعت نہیں لیکن جہاد کا فرض سامنے ہی اس کے ادا میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں کچھ ایسے

اخلاص و صدق کے ساتھ اس فرض کو یہ دونوں اصحاب (رضی اللہ عنہما) انجام دے رہے تھے
کہ مولیٰ عز و جل کو ان کی خدمت گزاری پسند آگئی جامِ شہادت سے دونوں سیراب ہو کر
الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کا رمز آشکارا کر گئے۔

حقیقی سجدہ اصحاب رضوان اللہ کا جب کبھی اجتماع ہوتا تو آپس میں پہیلی کے طور پر یہ
پوچھتے کہ وہ کون صحابی ہے جس نے نماز فریضہ کا ایک سجدہ بھی ادا نہیں کیا اور قطعی جنتی ہے
پھر فرماتے کہ یہ وہ اصحاب ہیں جو احد کے غزوہ میں ایمان لائے نماز فرض کا کوئی
وقت نہ تھا اس لئے صلوٰۃ اُن پر فرض نہ ہوئی جہاد کا فرض نہایت سرگرمی سے انجام دیا
جا رہا تھا اُس میں شریک ہو کر منصب شہادت سے سرخرو ہوئے لیکن دوستو فی الحقیقت سجدہ تو یہی
تھا جو انھیں نصیب ہوا خدا کی راہ میں چلے خدمت قبول ہوئی شکرانہ میں ایسے سر بسجود ہوئے
کہ اب کل قیامت ہی میں سر اُٹھائیں گے ۔

مست مے بیدار گردد نیم شب
مست ساقی روز محشر بامداد

پیغمبر کی حیات مقدس ہر حالت میں سبق آموز نمونہ ہے مذکورۂ بالا واقعات و حقایق میں اگر نظر تعمق سے
کام لیا جائے تو سورج کی روشنی سے بھی زیادہ
واضح نظر آجائے گا کہ باوجود مسلسل دشواریوں اور گوناگوں پیچیدگیوں کے جن میں سے ہر ایک
حوصلہ شکن اور نظام عمل کی درہم برہم کرنے والی تھی ہادیِ برحق کے عزم و استقلال اور
نظام کار میں سرِ مو فرق نہ آیا آہستہ آہستہ اسلام و مسلمین میں قوت پیدا ہونے لگی یہاں تک
کہ بہت ہی قلیل مدت میں بلا تشبیہ ایک ریاست کی شان پیدا ہو گئی پھر جب کہ مکہ فتح ہوا تو اب ایک
سلطنت کی قوت و طاقت تھی جس میں ہر روز وسعت و کمال کی افزائش ہو رہی تھی۔

اشارات صدر سے یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک وہ مذہب جو انتہائے ضعف و اضمحلال سے شروع ہوا ہوا اور محیر العقل سرعت و تیزی سے سلطنت کے رُتبہ تک پہونچا ہو جس کے معلم کو ہر اصناف خلق اور گوناگوں اہل مذاہب سے سابقہ و مقابلہ رہا ہو اُس دین کے متعلق یہ کہنا کہ سیاسیات کا مذہب سے کیا تعلق یا اُسے رہبانیت کا مرادف قرار دینا یا کسی حال میں بھی اُس کی تعلیم کو صامت و ساکت فرض کر لینا کس قدر بے انصافی و محرومی کی دلیل ہے انتہائی بدنصیبی یہ ہی کہ آج اُس دین حنیف اور ملت بیضا کے نہ صرف پیرو بلکہ اُس مذہب کے عالم و علامہ ہونے کے مدعی اور علم کے ساتھ کسی سلسلہ طریقت کے شیخ ہونے کا جو ادعا رکھتے ہیں جن کے ہاتھوں پر سیکڑوں مسلمان بیعت طریقت کر کے وصول الی اللہ کی راہ پانا چاہتے ہیں آج وہ ہیں کہ صاف لفظوں میں یہ کہہ رہے ہیں کہ "گاندھی مذکر ہے" "پسر و گاندھی کا ہوں" گاندھی کو اپنا رہنما بنا لیا ہے "اسلام کی نجات گاندھی کے ہاتھوں سے ہوگی"۔ لا الٰہ الا اللہ ان مدعیان علم نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی جو تفسیر کہ اس وقت اپنے اقوال و افعال سے کی ہی اُس سے اسلام اور اسلام کی تعلیم بیزار ہے حق سبحانہٗ انھیں ہدایت فرمائے اور ان کا کھویا ہوا ایمان پھر انھیں مرحمت فرمائے بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔

عزیزانِ وطن اگر آپ فقیر کی اس گزارش کو سرسری طور پر پڑھتے ہوئے گزر نجائیں بلکہ ذرہ ان سطروں کو پڑھکر سوچیں کہ میں نے کیا کہا اور کیوں کہا تو اُمید کرتا ہوں کہ اگر آپ کامل غور و فکر سے کام لیں گے تو مسئلہ موالات کی بحث سے مغالطات خود بخود منکشف ہو جائیں گے اور نظام کار کا راستہ بالکل صاف ہو جائیگا تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کون سے تعلقات کفار سے ناجائز و ممنوع ہیں اور وہ کون سے علائق ہیں جنھیں خود شارع علیہ السلام نے عمل آرا ہو کر ہمیں دنیا میں رہنے اور دین کی خدمت انجام دینے کی رہبری فرمائی۔

یہ شریعت پر بہتان ہی احکام شرعیہ میں کھلی تحریف ہی آیۃ قرآن مجید کی صریح مخالفت ہی جو یہ کہا جاتا ہے کہ کفار ہند سے موالات جائز ہی مصیبت عظمیٰ تو یہ ہے کہ طرح طرح سے کفار و مشرکین کے ساتھ موالات عمل میں آرہی ہی اور اسے خدمت دین اور جہاد اکبر قرار دیا جاتا ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

لفظ ولا کے معنی کی تحقیق مسئلہ موالات کے ہر پہلو کو واضح ولائح طور پر سمجھنے کے لئے ضرورت ہی کہ لفظ ولا کا صحیح مفہوم و معنی پہلے سمجھ لیا جائے۔ شریعت نے لفظ ولا کے حقیقی و مستعار معنی یہ بیان کئے ہیں الولاء ان یحصل شیأان فصاعدا حصولاً لیس بینھما مالیس منھما ویستعار ذالك للقرب من حیث المکان ومن حیث النسبۃ ومن حیث الدین ومن حیث الصداقۃ والنصرۃ والاعتقاد یعنی دو یا دو سے زیادہ چیزیں جب اس طرح باہم پائی جائیں کہ اُن دونوں کے درمیان کوئی تیسری شے ایسی حائل نہو جو اُن میں سے نہو تو اُسے ولا کہیں گے لفظ ولا کی یہ حقیقی معنی ہیں اس لفظ کے معنی مستعار نزدیکی ہیں یہ نزدیکی خواہ باعتبار مکان ہو یا باعتبار نسبت یا باعتبار دین یا باعتبار دوستی یا باعتبار مدد یا باعتبار اعتقاد اس ترجمہ کا خلاصہ اور ماحصل

بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ دو چیزوں میں ایسا اتصال و وصال کہ حد فاصل اُٹھ جائے امتیاز تغایر مٹ جائے اور ایک دوسرے پر محمول ہوسکیں تو اس نزدیکی و قرب کا نام ولا ہوگا لیکن اگر کوئی حد فاصل قایم ہے اور دونوں کی حقیقت ایک دوسرے سے ممتاز ہو رہی ہی تو اس قرب و وصال کا نام ولا نہو گا۔

مذہب اسلام نے اپنے متبعین کو یہ ہدایت فرمائی کہ تمہارا غیر مسلم قوم سے کسی حال میں بھی ایسا میل جول نہونا چاہیئے جس سے فرق اسلام و غیر اسلام مٹ جائے ایسا تعلق خواہ تمہارے

معاملات (یعنی اعمال اعضاء و جوارح) کا پایا جائے یا معتقدات (یعنی تصدیقات قلبیہ) کا شریعت کے نزدیک جرم عظیم ہے۔ مثلاً اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان ایک کافر کی ملازمت کرے یا اُسے نوکر رکھے اور اس تعلق و نسبت سے کفر کی امداد یا کفر سے نزدیک ہونا مقصود ہو یا کافر کی ہمسائگی ایسے مقصد و مطلب کے لئے اختیار کی جائے تو یہ کھلا ہوا نفاق ہے اور منافق مسلمان نہیں۔

اسی طرح یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ اگر کسی فرد مسلم یا جماعت مسلم کا کسی غیر مسلم سے قرب من حیث دین یا اعتقاد پایا جائے گا تو یقیناً اُس کا شمار اُسی گروہ میں ہوگا جس کے دین و اعتقاد سے یہ نزدیک ہوا۔

اسی طرح صداقت سچی دوستی اور دلی محبت کا نام ہے دو شخص باہم صدیق یعنی سچے دوست صحیح معنوں میں اُسی وقت کہے جائیں گے جب کہ احکام اثنینیت اور دوئی بالکلیہ اُٹھ جائیں شریعت محمدی نے اپنے پیروی کرنے والوں کو ایک غیر مسلم قوم سے صداقت دروداد پیدا کرنے یا باقی رکھنے سے منع کیا وہ دل جس میں اللہ اور اُس کے رسول برحق کی محبت ہو اُس میں ایسے اشخاص یا اقوام کی کہاں سمائی ہو سکتی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول کے دشمن ہوں۔

موالات فی العمل اور موالات صوری کا فرق

لیکن اعمال اعضاء و جوارح ان کی دو صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم اور نام شریعت نے جداگانہ رکھا ہے ایسا کام یا ایسا فعل جس سے ادیان باطلہ کا فروغ ہوتا ہو یا اپنے دین و مذہب کو نقصان پہونچتا ہو نا روا و ناجائز ہے اور اسے موالات فی العمل کہیں گے ایسی نصرت و مدد غیر مسلم سے لینا یا غیر مسلم کو پہونچانا جس سے اُس کے مذہب کی تقویت ہو یا اپنے دین پر گزند آئے شریعت میں گناہ کبیرہ ہے انتہا یہ کہ

گھوڑے اور ہتھیار کا حربی قوموں کے ہاتھ بیچنا یہ بھی ناجائز قرار پایا ایسے افعال کا مرتکب منافق فی العمل قرار پائے گا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ مراسم و تعلقات جائز و مباح قرار پائیں گے اور ایسی مدد و نصرت جس میں حمایت غیر دین کی نہ ہوتی ہو رحمت و شفقت میں شمار ہو گی حسن معاشرت اور مدارات اُسے کہیں گے نہ وہ موالات ہے نہ کوئی اُسے موالات قرار دینے کا مجاز ہے بعد اس کے کہ لفظ ولا کے حقیقی و مستعار معنی کی تشریح ہو چکی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح ولا منہی عنہ و ممنوع ہے اسی طرح وداد۔ رکون اور اتحاد بھی ممنوع ہے اس میں غرض کسی غیر مسلم فریق کا استثنا ہے نہ کسی حالت میں کسی غیر مسلم کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے۔

مسلم کی نسبتیں غیر مسلم کے ساتھ چار قسم کی ہو سکتی ہیں غیر مسلم ذمی ہو۔ غیر مسلم خراج گذار رعایا ہو۔ غیر مسلم مساوی و مقابل ہو۔ غیر مسلم حاکم ہو مساوات و تقابل کی تین صورتیں ہوں گی اوّلاً یہ کہ مصالحۃ و موادعت ہو باہمی معاہدہ سے آپس میں بطور قرار داد و مفاہمہ کچھ طے پا چکا ہو ثانیاً یہ کہ غیر مسلم آمادۂ پیکار ہو جنگ چھڑ گئی ہو یا چھڑ جانے کا احتمال ہو ثالثاً یہ کہ ایک دوسرے سے کسی امر خارج کے سبب تعرض نہ کر سکتا ہو حالات کے ان سب اقسام و تنوعات میں کوئی شکل و حالت ایسی نہیں جس میں منہی عنہ تعلقات یعنی موالات و وداد رکون و اتحاد کا جواز و اباحت بھی قرآن کریم یا حدیث نبوی یا اجماع اُمت یا اجتہاد ائمہ دین سے ثابت ہو سکے۔

غیر مسلم سے موالات ہر حال میں ممنوع ہے

حقیقت یہ ہے کہ مسلم کی موالات خدا کی وہ نعمت ہے جسے ایک مسلم ہی پا سکتا ہے کسی غیر مسلم شخص یا قوم کو موالات مسلم سے مستفید ہونے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا ہاں قوم مسلم رحمۃ للعالمین کی اُمت ہے اس لئے

اس کے فیوضِ مرحمت اور برکات شفقت جو ولا سے اپنی صورت مشابہ رکھتے ہیں لیکن باعتبار حقیقت وماہیت وہ ولا نہیں اُن سے غیر مسلم تو ہیں بھی محروم نہ رکھی جائیں گی خواہ یہود ہوں یا نصاریٰ کفار ومشرکین ہوں یلصابئین وتیئین حالت امن وسکون ہو یا میدان حرب وقتال

دوستو تم نے سُنا میں نے کیا کہا میں نے یہ کہا کہ موالات ایک مسلمان دوسرے مسلمان ہی سے کرسکتا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر کسی حال میں بھی ایک مسلم کسی غیر مسلم شخص یا قوم سے ولا د موالات رکھنے کا مجاز نہیں بنایا گیا حد یہ کہ منافق جو صورتاً مسلمان ہی ہوتا ہے اس سے محروم کر دیا گیا فساق فجار سے بھی ولا منع ہے ایک مومن اسی پر مامور ہے کہ وہ موالات ایک مومن ہی سے رکھے سوا مومن کے جو بھی ہو وہ موالات مومن سے محروم ہی رہے گا قرآن مجید نے یہی حکم دیا ہے سنت رسول نے یہی تفسیر کی ہے حاملان علوم دینیہ نے یہی سمجھا ہے یہی اپنی تفسیروں میں لکھا ہے۔

فقیر کی ایک التماس ہے کلام پاک کی تلاوت کرجاؤ لفظ ولا کو تلاش کرو کسی جگہ تمھیں یہ حکم نہ ملیگا کہ اس حالت میں کفار یا یہود یا نصاریٰ کے ساتھ موالات کرنے کی تمھیں اجازت ہے تم کو اگر اپنے تلاوت قرآن اور فہم کی تقصیر کا اعتراف ہو تو علمائے سیاسی سے پوچھ دیکھو اس قدر تمیز تو تم بھی رکھتے ہو کہ الفاظ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو جس لفظ کے متعلق نہی وارد ہے اگر وہ لفظ یا اُسی کا مشتق ومصدر تمھیں آنکھوں سے دکھائی دے تو مجھے جو چاہو کہو لیکن اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو سمجھ لو کہ پانی یہاں مرتا ہے۔

علمائے سوء کی ایک عیاری

اس وقت مسئلہ موالات اس شکل سے سامنے لایا گیا ہے جس سے سطحی نظر والوں کو یہ معلوم ہوا کہ واقعات وحالات پر علما نے ایک گہری نظر ڈالی اور انتہائے جد وجہد کمال سعی وکوشش کا نتیجہ ہے جو ایسی حالت میں صحیح

ذمہ داری مذہبی اور حقیقی مطالبہ دینی جو مسلمانوں پر اُن کا مذہب پیش کر رہا تھا علما ریاسی کے مجتہدانہ دقیق نگاہوں نے اُسے پالیا۔

حالاں کہ موالات رکون و وداد اور اتحادیہ وہ مسائل ہیں جن کا غیر مسلم کے ساتھ پایا جانا ہمیشہ سے منہی عنہ ہے اور ہر حال میں منہی عنہ رہے گا خواہ غیر مسلم ذمی ہو یا رعایا مساوی و مقابل ہو یا مستولی و متسلط حالت امن و سکون ہو یا حرب و جدال۔

ان تفصیلات کے بعد اکابر مفسرین کی تفسیر سے شواہد پیش کرتا ہوں عبارت تفاسیر سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑے گی۔

(۱) وہ کل آیتیں جن میں غیر مسلم کے ساتھ موالات و وداد پر نہی وارد ہے وہاں علت نہی اُن کا کافر و بیدین ہونا ہے۔

(۲) الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اصول دین میں سے ایک اہم اصل دینی ہے یعنی دوستی و محبت اللہ ہی کے لئے ہونی چاہیئے اور بغض و عداوت بھی اللہ ہی کیلئے

(۳) کفار یا مشرکین کے ساتھ ترک وداد و ترک موالات میں قتال یا عدم قتال ایجاباً و سلباً کوئی دخل نہیں رکھتے کفر و اسلام ان کے ایجاب و سلب کے حقیقی علل ہیں۔

(۴) جہاں ایمان و اسلام ہے وہاں موالات و وداد ہے اور جہاں کفر و شرک ہے وہاں موالات و وداد کا سلب ضروری ہے۔

(۵) سورہ ممتحنہ کی آیت لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الخ نسخ نہیں ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک منسوخ ہے۔

(۶) آیات ترک موالات مطلق ہیں کوئی مفسر ان کے نسخ اطلاق کا قائل نہیں۔

(۷) موالات غیر مسلم کے معنی دوستی و محبت ہے یا ایسی اعانت و نصرت جس سے

مسلمانوں کا یا اسلام کا نقصان ممکن و قرین قیاس ہو معاشرتی و تمدنی امور میں مدد لینا یا مدد دینا ہرگز ممنوع نہیں۔

تفسیر جلالین (۱) (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ) توالونھم و توادونھم (بعضھم اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ) باتحادھم فی الکفر (ومن یتولھم منکم فانہ منھم) من جملتھم (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ) بموالاتھم الکفارۃ

اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ بایں طور کہ اُن سے موالات کرو یا مودۃ پیدا کرو یہ سب کے سب کفر میں متحد اور ایک ہیں اس لئے بعض اُن کا بعض کا دوست ہے اور جو تم میں سے انھیں دوست بنائے گا وہ اُنھیں میں شمار ہوگا اللہ تعالےٰ ظالموں کی ہدایت نہیں فرماتا یہ ظلم ہے جو انھوں نے کفار سے موالات رکھی۔

(۲) (لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ) یوالونھم (مِنْ دُوْنِ) ای غیر (الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ) ای یوالیھم (فَلَیْسَ مِنَ) دین (اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ)

مومنین کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو مومن ایسا کرے گا یعنی اُن سے دوستی کرے گا تو اُس کے لئے دین الٰہی میں کچھ باقی نہ رہا۔

تنویر دیکھو آیۂ کریمہ میں مولیٰ تبارک و تعالےٰ نے مطلق کفار اور یہود و نصاریٰ سے مودۃ و موالات یعنی دوستی و محبت منع فرمائی ہے مفسر نے بھی مطلق ہی سمجھا اور لکھا کوئی قید اس کی نہیں لگائی کہ جو کافر و نصرانی مسلمانوں سے لڑے یا مکانوں سے نکالے موالات اُس سے ممنوع ہے کیا مطلق کو مقید کرنا یہ تحریف نہیں اگر آیۂ ممتحنہ اس کی ناسخ ہوتی تو مفسر قید قتال فی الدین اور اخراج عن الدیار کا اضافہ کر دیتا یا کم از کم نسخ کا اشارہ کر دیتا لیکن جب کہ ایسا

نہیں ہیں تو پھر موالات کے وہی معنی ہوئے جو شریعت کی زبان سے گزشتہ صحبت میں بتا چکا ہوں

تفسیر بیضاوی (۱) (یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء) فلا تعتمدوا علیہم ولا تعاشروہم معاشرۃ الاحباب (بعضہم اولیاء بعض) ایماء الی علۃ النہی ای فانہم متفقون علی خلافکم یوالی بعضہم بعضاً لاتحادہم فی الدین واجماعہم علی مضادتکم

یہود و نصاریٰ پر نہ تو اعتماد کرو نہ مثل احباب کے ان کے ساتھ معاشرت رکھو بعضہم اولیاء بعض کا اشارہ علت نہی کی طرف ہے یہود و نصاریٰ تمہاری مخالفت پر متفق ہیں مذہب میں متحد اور ایک ہیں اس لئے آپس میں باہم دوست و مددگار ہیں تمہاری ضد اور مخالفت پر ان سب کا اجماع ہے۔

(۲) (لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء) نہوا عن موالاتہم لقرابۃ او صداقۃ جاہلیۃ ونحوہما حتی لا یکون حبہم وبغضہم الا فی اللہ او عن الاستعانۃ بہم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ (من دون المؤمنین) اشارۃ الی انہم الاحقاء بالموالاۃ وان فی موالاتہم مندوحۃ عن موالاۃ الکفرۃ (ومن یفعل ذلک) ای اتخاذہم اولیاء (فلیس من اللہ فی شیء) ای من ولایتہ فی شیء یصح ان یسمی ولایۃ فان موالاۃ المتعادیین لا یجتمعان قال شعر

مومنین منع کئے گئے ہیں کہ وہ کفار سے دوستی و محبت رکھیں خواہ یہ محبت بہ سبب قرابت کے ہو یا اس دوستی کی وجہ سے جو ایام جاہلیت میں تھی یا کسی اور سبب سے۔ کفار کے ساتھ ہر قسم کے علاقہ محبت کو اس طرح قطع کر دیں کہ ان کی محبت اور ان کا بغض اللہ ہی کے لئے رہ جائے یا لفظ ولا اس آیۃ میں بہ معنی نصرۃ و اعانۃ ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے

تو دعدوی ثم تزعم انی		کہ مومنین منع کئے گئے ہیں اس سے کہ وہ کفار سے مدد لیں

صدیقک لیس النوک عنک بعازب		غزوات یعنی جہاد میں اور کل دینی کاموں میں

من دون المؤمنین کا اشارہ اس طرف ہے کہ مستحق موالات مومنین ہی ہیں ان کی محبت و دوستی ان کی امانت و مدد کفار سے بے نیاز کرنے والی ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے یعنی اُن سے محبت کرتا ہے یا اُن سے دینی کاموں میں مدد لیتا ہے تو پھر اُس کے لئے ولایت اللہ میں سے ایک ذرہ بھی ایسا نہ رہا جس کا ولایت نام رکھا جا سکے اس لئے کہ دو دشمنوں کی محبت جمع نہیں ہو سکتی شاعر کہتا ہے میرے دشمن سے تو دوستی رکھتا ہے پھر خیال کرتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں ایسا خیال تیری حماقت سے کچھ بعید نہیں۔

تنویر | تفسیر بیضاوی کی عبارت سامنے موجود ہے دیکھو علت عدم موالات کفر کو قرار دیا ہے یا قتال فی الدین اور اخراج مسلمین کو مطلقاً کفار و یہود و نصاریٰ سے جب کہ موالات ممنوع ہے تو پھر قید قتال فی الدین وغیرہ کی بڑھانا کیا مذہب میں تحریف نہیں پھر یہ بھی دیکھو کہ ولا اگر نصرۃ و مدد کے معنی میں لیا جائے تو کس طرح کی مدد لینا کفار سے ممنوع ہے صاف لفظوں میں بیضاوی نے بتا دیا ہے اور مثال بھی پیش کر دی ہے۔

کھلے لفظوں میں مفسر کہہ رہا ہے کہ دینی کاموں میں مدد کفار سے لینا موالات ہے مثلاً جہاد و غزوات یا اور کوئی دینی امر دنیاوی کاروبار اور معاشرتی زندگی میں نہ مدد لینا موالات ہے نہ مدد دینا۔

خدارا انصاف شرط ہے اسکول اور کالج جو اپنا ہی روپیہ واپس لیں جسکو حکومت نے اپنی مقصد تعلیم کے لئے لیکر جمع کیا تھا اُس کی واپسی تو موالات میں شمار ہو روپیہ لینے والا حکم قرآن سے مخالفت کرنے والا قرار پائے لیکن خلافت جو محض دینی مسئلہ اور انگریزوں سے جزیرۃ العرب کا تخلیہ

جو خالص جہاد و غزوہ اُس میں گاندھی اور کفارانِ ہند سے نہ صرف مدد لینا بلکہ من کل الوجوہ
اُن کے ہاتھوں کی کٹ پتلی ہو جانا نہ موالات نہ منہی عنہ بلکہ سنت و فرض ہے۔

تفسیر مدارک (۱) (لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء) نھوا ان یوالوا الکافرین لقرابة بینھم ولصداقة قبل الاسلام او غیر ذالک وقد کرر ذالک فی القرآن والمحبة فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم فی الایمان

مومنین اس سے منع کئے گئے ہیں کہ وہ کفار کے ساتھ دوستی و محبت رکھیں یہ محبت خواہ قرابت کے سبب یا جاہلیت کی دوستی کی وجہ سے یا کسی اور باعث سے ہو یہ مسئلہ قرآن میں بار بار آیا ہے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان کا ایک بہت بڑا باب ہے۔

(من دون المؤمنین) یعنی ان لکم فی موالاة المؤمنین مندوحة عن موالاة الکافرین فلا تؤثروھم علیھم (ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیٔ) ای ومن یوالی الکفرة فلیس من ولایة اللہ فی شی لان موالاة الولی وموالاة عدوہ متنافیان

(من دون المؤمنین) یعنی اے مسلمانوں تمہیں مومنین کی موالات کفار کی موالات سے بے نیاز کر دیگی انہیں چھوڑ کر کفار کو محبوب نہ بناؤ (ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیٔ) جو شخص کفار سے دوستی کرتا ہے اُس کے لئے اللہ کی ولایت سے کچھ باقی نہ رہا اس لئے کہ کسی دوست سے محبت اور اُس دوست کے دشمن کی محبت یہ دونوں متنافی ہیں۔

(۲) (یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء) ای لا تتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتواخونھم وتعاشرونھم معاشرة المؤمنین ثم علل النھی بقولہ (بعضھم اولیاء بعض) وکلھم اعداء للمؤمن وفیہ دلیل ان الکفر کلہ ملة واحدة (ومن یتولھم منکم فانہ منھم) من جملتھم وحکمہ حکمھم

یہود و نصاریٰ کو اپنا اولیاء نہ بناؤ یا یہ طور کہ اُن کی مدد کرو یا اُن سے مدد لو یا اُن سے بھائی چارہ قایم کرو یا اُن سے ایسی معاشرت رکھو جیسا مسلمانوں کی آپس میں معاشرت ہونی چاہیئے۔ پھر نہی کی علت اپنے اس قول سے بیان فرماتا ہے (بعضھم اولیاء بعض) ہر ایک ان میں سے مسلمانوں کا دشمن ہے اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ کفر کے سارے مذاہب ایک ہی مذہب ہیں (ومن یتولھم منکم فانہ منھم) جو شخص تم میں سے دلی بنائے وہ

وھذا تغلیظ من اللہ و تشدید فی وجوب مجانبۃ المخالف فی الدین

اُسی گروہ میں سے ہے اور اُس کا حکم بھی وہی ہے جو اُس قوم کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بہت بڑی سختی اور شدت ہے کہ جو دین اسلام کا مخالف ہے اُس سے پہلو تہی کرنا واجب ہے

تنویر | تفسیر مدارک بھی ایک مشہور و معروف کتاب ہے اس مفسر نے بھی مطلقاً کفار و یہود و نصاریٰ سے ترک موالات واجب سمجھا اور لکھا یہاں تک کہ ہر وہ قوم یا شخص جو مخالف فی الدین ہے اُس سے ترک موالات ضروری ہے مسلمان نہ اُس کی دوستی کریں گے نہ اُس کے دینی و مذہبی کاموں میں مدد دیں گے نہ اپنے مذہبی اُموریں اُس سے مدد لیں گے۔

مسلمانوں کے مذہبی امور میں مسلمانوں کا معین و مددگار رہنا موالات کفار سے مستغنی و بے نیاز کرنے والا ہے اور کفار بیدین کے مددگار و یار و غمگسار کفار ہیں۔

تفسیر البحر المحیط ابو حیان اندلسی

(۱) ﴿لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیء﴾ النہی ھنا انما معناہ النہی عن اللطف بھم والمیل الیھم واللطف عام فی جمیع الاعصار وقد تکرر ھذا فی القرآن ویکفیک من ذالک قولہ تعالیٰ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ الخ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ اصل عظیم من اصول الدین وظاہر الآیۃ تقتضی النہی عن موالاتھم الا ما فسح لنا

اس جگہ نہی کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لطف کرنے سے اور اُن کی طرف جھکنے سے منع کیا گیا ہے۔ لطف سے اُن کا باز رکھنا ہر زمانے کے لئے عام ہے یہ مضمون قرآن میں بار بار آیا ہے تیرے لئے اللہ کا یہ فرمانا کافی ہے کہ تو نہ پائے گا ایسی قوم جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائی ہو کہ وہ قوم دوست رکھے

فیه من اتخاذهم عبیدا او الاستعانة بهم الاستعانة العزیز بالذلیل والارفع بالاوضع والنکاح فیهم فهذا کله ضرب من الموالاة اذن لنا فیه ولسنا ممنوعین منه والنهی لیس علی عمومه ۔

اُسے جو اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن ہو محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ اصول دین میں سے ایک بہت بڑی اصل ہے۔ ظاہر آیت اُن سے موالات کو منع کرتی ہے مگر وہ چیزیں مستثنےٰ ہیں جن میں ہمیں گنجائش ہے جیسا کہ اُنھیں غلام بنا کر رکھا جائے یا اُن سے مدد لینا جیسا کہ عزیز ذلیل سے یا صاحب منصب کم رتبہ سے مدد لیا کرتا ہی یا اُن کی عورتوں سے نکاح کرنا یہ سب قسمیں موالات کی ہیں جن کی ہمیں اجازت دی گئی ہی اور اس سے ہم منع نہیں کیے گئے ہیں نہی اپنے عموم پر نہیں ہے۔

تنویر | علامہ اندلسی نے اس آیۃ کی تفسیر میں بہت سے اشارات لطیفہ کی طرف ہدایت فرمائی عدم موالات کی وجہ بغض فی اللہ کو قرار دیا جیسا کہ دیگر مفسرین کی تفسیروں سے واضح ہو چکا ہی سورہ ممتحنہ کی آیت نے مطلق کو مقید نہیں کیا اگر قتال فی الدین وغیرہ علت نہی ہوتی تو کوئی مفسر تو اُسے لکھتا! آخر اس کی کیا وجہ جو ہر ایک مفسر مطلقاً کفار سے موالات ناجائز قرار دیتا ہے مزید براں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کو اصل قرار دیتے ہوئے ہر ایک مفسر اطلاق پر مہر کر دیتا ہی۔

اسی کے ساتھ مفسر اندلسی نے معاشرت اور کاروباری زندگی کے متعلق بھی یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ امور موالات صوری ہیں منہی عنہ موالات حقیقی ہے نہ کہ موالات صوری النہی لیس علی عمومہ کا یہی مطلب ہی۔

تفسیر خازن | (۱) لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء) یعنی انصارا واعوانا

(۱) مومنین کو اپنا ناصر ومعین مولے مومن کے غیر مومن کو نہ بنانا چاہیے ایک مومن اپنی ولایت

من دون المؤمنین یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لایجعل المؤمن ولایته لمن ھو غیر مؤمن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوھم لقرابۃ بینھم او محبۃ او معاشرۃ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان (وَمَنْ یَّفْعَلْ ذَالِکَ) یعنی موالاۃ الکفار من نقل الاخبار الیھم واظہار عورۃ المسلمین او یودھم ویحبھم فلیس من اللہ فی شئ

کسی غیر مومن کے ساتھ نہ قایم کرے مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کے ساتھ موالات وملاطفت اختیار کریں یہ فعل اُن کا قرابت باہمی یا محبت یا معاشرت ہی کے سبب سے کیوں نہو ہر حال میں موالات منہی عنہ ہے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دین کا بڑا باب ہے اور اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے اور جس نے ایسا کیا یعنی کفار سے موالات اختیار کی بایں طور کہ مسلمانوں کی خبریں اُن تک پہنچائیں یا مسلمانوں کے بھیدوں سے اُنھیں آگاہ کیا یا اُن سے دوستی ومحبت کی تو اُس کے لئے خدا کی رحمت سے کچھ حصہ نہ رہا۔

(۲) (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ) نہی اللہ المؤمنین جمیعا ان یتخذوا الیھود والنصاری انصارا واعوانا علی اھل الایمان باللہ ورسولہ واخبر انہ من اتخذھم انصارا واعوانا وحلفاء من دون اللہ ورسولہ والمؤمنین فانہ منھم وان اللہ ورسولہ والمؤمنین منہ براء (بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ) یعنی ان بعض الیھود انصار لبعض علی المؤمنین

(۲) ساری مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ اُن لوگوں پر جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں یہود ونصاریٰ کو اپنا ناصر ومعین بنائیں اور یہ خبر ارشاد فرمائی کہ اللہ اور اُس کے رسول اور مومنین کو چھوڑ کر جو اُنھیں اپنا ناصر یا معین یا حلیف بنائیگا اُس کا شمار اُنھیں میں ہوگا بیشک اللہ اور اُس کا رسول اور مومنین اُس سے بری ہو گئے۔ مومنین کی مخالفت پر بعض یہود بعض کے مددگار ہیں اور یہی حال نصاریٰ کا ہے

وان النصارى كذالك يد واحدة
على من خالفهم في دينهم وملتهم
(ومن يتولهم منكم فانه منهم) يعنے
ومن يتولى اليهود والنصارى دون
المؤمنين فينصرهم على المؤمنين فهو
من اهل دينهم وملتهم لانه لا
يتولى مولى احد الا وهو راض به و
بدينه واذا رضيه ورضي دينه
صار منهم وهذا تعليم من الله وتشديد
عظيم في مجانبة اليهود والنصارى وكل
من خالف دين الاسلام ۔

کہ جو اُن کے دین وملت کا مخالف ہو اُس کی مخالفت و
مقابلہ پر سب یک ہاتھ ہو جاتے ہیں جو شخص یہود ونصاریٰ
سے مومنین کو چھوڑ کر موالات کریگا پھر یہود ونصاریٰ کی
مسلمانوں کے مضرت ونقصان یا مقابلہ پر مدد کرے گا
تو وہ انہیں کے دین وملت میں محسوب ہوگا کسی کی مدد کریگا
یہی مانتا ہے کہ اُس سے اور اُس کے دین سے مدد کرنیوالا
راضی ہے۔ اور جب اُس سے اور اُس کے دین سے راضی
ہوا تو انہیں میں سے ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہے اور
یہود ونصاریٰ اور ہر وہ شخص جو دین اسلام کا مخالف
ہے اُس سے پہلوتہی کرنے کا بڑی شدت وسختی سے
حکم دیا گیا ہے۔

تنویر مسلمانو! تفسیر خازن کی عبارت پڑھو دیکھو تو کفار کی مدد دینی ومذہبی امور میں ممنوع ہے یا معاشرتی اور عمرانی زندگی میں۔ کیا مفسر ممتحنہ کی آیت سے اس آیت کو منسوخ قرار دیتا ہے؟ کیا مفسر نے یہود ونصاریٰ اور کفار سے مطلق ارادہ نہیں کیا؟ کیا قید قتال فی الدین یا اخراج مسلمین کا اضافہ کیا؟ کیا ہر مخالف دین اسلام کے ساتھ ترک موالات کو واجب نہیں کہا؟ کیا کفار و نصاریٰ سے دوستی اور محبت کو منع نہیں فرمایا؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب تمہیں انصاف وصواب کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو پھر تمہیں بتاؤ کہ مسٹر گاندھی اور ان کے ہم مذہبوں سے محبت کرنا کیا موالات نہیں۔ تمہیں بتاؤ قربانی گاؤ کو ترک کرنا یہاں تک کہ معمولاً اُس کو ذبح بند کرنا کیا مسلمانوں کو چھوڑنا اور مومنین کے مقابلہ میں کفار ومشرکین کی مدد کرنا نہیں؟ کیا قشقہ لگانا ہندوؤں کی جے

پکارنا رام رام ست ہی کہنا دینِ کفار کے ساتھ اظہار رضا و پسندیدگی نہیں؟ خدارا انصاف شرط ہے صریح نہی قرآنی کا ارتکاب تو تمہارے لیڈر کریں خالص موالات ہندوؤں کے ساتھ برتیں اور مسلمانوں کو اس کی طرف جور و ظلم شدت و سختی کے ساتھ کھینچ کر لائیں یہ سب نہ صرف جائز بلکہ عین خدمت اسلام ہو اور مسلمان جو روپیہ اپنا واپس لیں یہ موالات قرار پائے اس پر ہنگامہ آرائی کیجائے اور اسے دعوت حق کا لقب بخشا جائے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

تفسیر کبیر واعلم انه تعالےٰ انزل آيات اخر كثيرة فى هذا المعنى منها قوله تعالى لا تتخذوا بطانة من دونكم وقوله لا تجد قوما يومنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله وقوله لا تتخذوا اليهود والنصارىٰ اولياء وقوله يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء وقال والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض ۝

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی معنی کو بہت سی دوسری آیتوں میں نازل فرمایا ہے ان میں سے ایک یہ مقام ہے کہ اے ایمان والو مومنین کے سوا کسی اور کو اپنا رازدار نہ بناؤ پھر دوسری جگہ فرمایا ایسی قوم جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائی ہے تو نہ پائیگا کہ وہ دوست بنائے اُسے جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو دشمن رکھا تیسری جگہ فرمایا اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ چوتھی جگہ ارشاد ہے اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ پھر فرمایا مومن مرد اور مومنہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

واعلم ان كون المؤمن مواليا للكافر يحتمل ثلاثة اوجه (احدها) ان يكون راضيا بكفره ويتولاه لاجله

جاننا چاہیے کہ مومن کی موالات کسی کافر کے ساتھ تین طرح کی ہو سکتی ہے (۱) کافر کے کفر کو پسند کرتا ہو اور اُس کے کفر پر راضی ہو کافر کو اُس کے کفر ہی کی وجہ سے

وھذا ممنوع منه وتصويب الكفر كفر والرضا بالكفر كفر (وثانيها) المعاشرة الجميلة في الدنيا بحسب الظاهر وذالك غير ممنوع منه (والقسم الثالث) وهو كالمتوسط بين القسمين الاولين هو ان موالاة الكفار بمعنى الركون اليهم والمعونة والمظاهرة والنصرة اما بسبب القرابة او بسبب المحبة مع اعتقاد ان دينه باطل فهذا لا يوجب الكفر الا انه منهى عنه لان الموالاة بهذا المعنى قد تجره الى استحسان طريقته والرضا بدينه وذالك يخرجه عن الاسلام فلاجرم هدد الله تعالىٰ فيه فقال ومن يفعل ذالك فليس من الله في شئ ٥

دوست رکھتا ہو ایک مومن ایسا کرنے سے باز رکھا گیا ہی تصویب کفر کی کفر اور رضا کفر پر کفر ہی (۲) باعتبار ظاہر دنیاوی اچھی معاشرت کافر کے ساتھ رکھے یہ ممنوع نہیں ہی (۳) تیسری قسم پہلی دونوں قسموں کا درمیانی مقام ہی۔ اُس وقت کافر کے ساتھ موالات کے یہ معنی ہوں گے کہ رکون اُن کی طرف یا معونت یا مظاہرہ یا نصرت یہ موالات خواہ قرابت کے سبب ہو یا محبت کی وجہ سے ہو باوجود اس اعتقاد کے کہ دین اُس کا باطل ہی تو یہ موالات موجب کفر نہیں مگر منہی عنہ ضرور ہے اس لئے کہ یہ موالات کسی وقت اُس کی غربی مذہب کی طرف یہ کھینچ لے اور یہ اُس کے دین کو پسند کرنے لگے اور اس دین سے راضی ہو جائے کفر کو اچھا سمجھنا یا اُس پر راضی ہونا دین اسلام سے نکل جاتا ہی پس بالضرور اللہ تعالے نے اس سے تہدید فرمائی اور یہ دھمکی سُنائی کہ جو ایسا کریگا اُس کے لئے اللہ کے دین سے کچھ نصیبہ نہیں۔

تنویر امام رازی نے اس معنی میں جس قدر دوسری آیتیں نازل ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ جہاں کہیں کلام پاک میں موالات کو منع فرمایا گیا ہے اُس کے کیا معنی ہیں اور شریعت نے کیا ارادہ کیا ہی موالات حقیقی وصوری کو یکجا لے کر تین قسمیں

کر دیں پہلی قسم موالات حقیقی کو کفر کا مرادف قرار دیا دوسری وہ صورت کہ نہ دل سے کفر پر رضا و پسندیدگی نہ اعمال و افعال سے اُس کی تائید ہاں کفار کے ساتھ میل جول۔ لین دین آدمیت و مدارات کا برتاو اور عمرانی حیات میں مواسات فعل معروف کا عمل اسی معاشرت جمیل کہتے ہیں شریعت نے اس سے ہرگز منع نہیں فرمایا۔

تیسری قسم موالات کی یہ ہے کہ دل کفر سے بیزار لیکن اعضا و جوارح کے اعمال و افعال سے کفر کی تائید کیجائے دوستی کا لحاظ کرتے ہوئے یا قرابت و رشتہ کا خیال رکھتے ہوئے ایسا عمل وقوع میں آئے تو یہ موالات اگرچہ کفر تو نہیں اس لئے کہ دل کفر سے متنفر ہے لیکن منہی عنہ ضرور ہے۔ کفر کی تائید ہوتی ہے اور افعال کفریہ سے عقیدہ کفریہ کے پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔

اب بتاؤ امام کی تقسیمات ثلٰثہ میں سے اسکول و کالج کا امداد لینا کون سی قسم میں داخل ہے نیز یہ بھی بتلاؤ کہ علمار سیاسی کا گاندھی میں جذب ہو کر مسلمانانِ ہند کے حقوق پر چھری پھیرنا کون سی قسم موالات میں ہے۔ تفسیر کی عبارت آنکھوں کے سامنے موجود ہے ترجمہ عبارت کا پیش نظر ہے دیکھو اور سمجھو آخر خدا کے پاس جانا ہے دین سے آنکھیں نہ چراؤ تم اس کے محتاج ہو دین تمہارا محتاج نہیں۔

تفسیر ابن جریر (۱) لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ھذا نھی من اللہ عزوجل المؤمنین ان یتخذ الکفار اعواناً و انصاراً و ظھوراً ومعنی ذالک لا تتخذوا ایھا المؤمنون الکفار ظھیراً و انصاراً توالونھم علی

(۱) اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم امتناعی دیا گیا ہے کہ وہ کفار کو اپنا معین و ناصر یا پشت پناہ نہ بنائیں۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے ایمان والو کفار کو اپنا پشت و پناہ و مددگار نہ بناؤ بایں طور کہ اُن کے دین سے محبت رکھتے ہو مومنین کے سوا کفار کی مدد کرتے ہو تاکہ مسلمانوں کو نقصان و مضرت پہونچے

دينهم وتظاهروتهم على المسلمين من
دون المؤمنين وتدلونهم على عوراتهم
فانه (مَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ
فِي شَيْءٍ) يعني بذالك فقد برئ من الله
وبرئ الله منه بارتداده عن دينه
ودخوله في الكفر۔

یا مسلمانوں کے اسرارِ پوشیدہ بھیدوں پر کفار کو باخبر
کرتے ہوئے بے شک جس نے ایسا کیا اللہ اُس سے
بری اور وہ اللہ کی ذمّہ داری سے بری ہو گیا
وہ دین اسلام سے مرتد ہو گیا اور کفر میں
داخل ہو گیا۔

(۲) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ
وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ) والصواب من القول
في ذالك عندنا ان يقال ان الله تعالىٰ
ذكره نهى المؤمنين جميعا ان يتخذوا اليهود
والنصارى انصارا وحلفاء على
اهل الايمان بالله ورسوله واخبر
انه من اتخذهم نصيرا وحليفا ووليا
من دون الله ورسوله والمؤمنين
فانه منهم۔

(۲) اس آیۃ کے متعلق صحیح وصواب قول یہ ہے کہ اللہ
سبحانہ جس کا ذکر بلند ہے اُس نے ساری مومنین کو منع
فرمایا ہے کہ اُن لوگوں کے خلاف جو اللہ اور اُس کے
رسول پر ایمان لائے ہیں یہود ونصاریٰ کو اپنا مددگار یا حلیف
نہ بنائیں نیز اس امر سے حق سبحانہ نے خبر دی کہ اللہ ورسول
اور مومنین کے سوا جس نے انھیں مددگار یا حلیف یا دوست
بنایا وہ انھیں میں سے ہوا (بعضهم اولياء بعض)
سے یہ ارادہ فرمایا کہ بیشک بعض یہود مومنین کے مقابلہ
ومخالفت پر بعض یہود کے مددگار ہیں مختلف قبائل
یہود مسلمانوں کے مقابلہ ومخالفت پر ہمدست ویکدست ہیں

اما قوله (بعضهم اولياء بعض) فانه عنى
بذالك ان بعض اليهود انصار بعضهم
على المؤمنين ويد واحدة على جميعهم

بیشک نصاریٰ کا بھی یہی حال ہے کہ جو بھی
اُن کے دین وملت کے خلاف ہے اُس کے مقابل میں
بعض نصاریٰ بعض کے مددگار ہیں (ومن يتولهم

وان النصاریٰ کذالک بعضھم انصار بعض	منکم فانه منهم) یعنی جو یہود و نصاریٰ سے
علی من خالف دینھم وملتھم (ومن یتولھم	مومنین کو چھوڑ کر موالات کرتا ہے پس
منکم فانه منھم) یعنی تعالیٰ ذکرہ بقوله ومن	وہ انھیں میں سے ہے اس لئے کہ جس نے
یتولھم منکم فانه منھم ومن یتولی الیھود والنصاریٰ	اُن سے دوستی کی اور مومنین کے
دون المؤمنین فانه منھم یقول فان من تولاھم	خلاف میں اُن کی مدد کی وہ انھیں کے
ونصرھم علی المؤمنین فھو من اھل دینھم وملتھم	دین و مذہب میں ہے۔
(ان الله لا یھدی القوم الظالمین یعنی	بیشک اللہ تعالیٰ توفیق عطا نہ فرمائے گا
تعالیٰ ذکرہ بذالک ان الله لا یوفق من وضع	اُس شخص کو جس نے اپنی ولایت غیر جگہ میں صرف
الولایة فی غیر موضعھا فوالی الیھود والنصاریٰ	کی مومنین کے خلاف میں اُس نے یہود و نصاریٰ
مع عداوتھم الله ورسوله والمؤمنین علی	سے موالات اختیار کی حالاں کہ یہ گروہ اللہ اور
المؤمنین وکان لھم ظھیرًا ونصیرًا ۰	اُس کے رسول اور مومنین کا دشمن ہے۔

تنویر تفسیر ابن جریر کی عبارت پڑھو اور اچھی طرح غور کرو پھر انصاف سے کہو کہ صیغۂ تعلیم میں جو روپیہ اپنا جمع کردہ گورنمنٹ سے واپس لیا جاتا ہے وہ موالات کیوں کر ہو سکتا ہے کیا اپنے مال کی واپسی اعانت کفر ہے یا مومنین کو اس سے نقصان پہونچتا ہے یا اخوت اسلامی کو منقطع کرتا ہے۔

دیکھو تمہارے لیڈروں نے چپکے چپکے گاندھی سے سرگوشی کی مسلمانوں کو چھوڑا اُن کی بات بھی نہ پوچھی اور جب گاندھی کا درس انھیں یاد ہو گیا تو اُس کی زبان بنکر تمھیں گائے کی قربانی سے منع کیا فرق اسلام و کفر مٹانے کی تلقین کی مشرک کا نوحہ خواں تمھیں بنایا۔ تلک کی اُس کی رسم اٹھوائی جس مسلمان نے ان افعال سے جو صریحاً حرام و ممنوع تھے منع کیا یا اس خطا کاری پر اُنھیں

متبرک کیا اُس کے پیچھے پڑ گئے مسلمانوں کو چھوڑنا کفار سے ملنا اُن کے مذہبی مراسم میں شریک ہونا سنگم و پریاگ کو مقدس و متبرک کہنا یہ سب اُنھیں اقسام موالات سے ہیں جنھیں شریعت نے حرام فرمایا ہے۔

عبارت تفسیر میں ہر جگہ نَصَرَ کا صلہ علی آیا ہے۔ علی المؤمنین۔ علی المسلمین جس کا یہ مطلب و منشا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں کی ضرر رسانی مسلمانوں کی تکلیف دہی پر کفار کی مدد ممنوع ہے اور داخل موالات ہے۔ یہ عام محاورہ ہے نَصَرَ زَیداً اُس نے زید کی مدد کی نَصَرَ عَلیٰ زَیدٍ زید کے خلاف مدد پہونچائی۔ پس لفظ ولا کے معنی جب نصرۃ یعنی مدد کے لئے جائیں تو اُس وقت وہ مدد جس کا تعلق معاشرت و تمدن سے ہو موالات منہی عنہ میں شمار نہ ہوگا۔ یہی معنی شریعت کی زبان سے ابتدائی بحث موالات میں بضمن تحقیق معنی ولا لکھ چکا ہوں۔ تمام مفسرین کی عبارت بھی اب پیش کر دی ہر ایک مفسر نے اُسی معنی کی تائید کی ہے۔ تمہارے لیڈر علما لفظ ولا یا موالات کے معنی جو بیان کرتے ہیں وہ خود انھیں کا اختراع کردہ ہے۔ شریعت اس اختراعی معنی کو قبول کرنے سے ابا کرتی ہے۔ جن حالات و تعلقات پر موالات کی تطبیق دیتے ہیں از روئے شریعت وہ غلط محض ہے اس طرح کا اجتہاد اور اس طرح کے معنی کا اختراع مسلمانوں کو پریشان کرنا اور اصلی و حقیقی نظام عمل کو باطل کرنا ہے یہ دین کی خیر خواہی نہیں ہے بلکہ مذہب و ملت کی بدخواہی ہے اور کھلی بدخواہی ہے۔

اب آؤ سورہ ممتحنہ کی پیش کردہ آیت کے متعلق بھی مفسرین کی تحقیقات لکھکر بحث کا خاتمہ کر دیا جائے لیکن اگر آیت لا ینھا کم اللہ الخ سے قبل اُس آیۃ شریفہ کے متعلق جس سے سورہ مکرمہ شروع ہوتی ہے کچھ گزارش کر دوں تو تحقیق مقام میں بہت وضاحت ہو جاتی ہے۔

حضرت حاطب کا واقعہ | یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء

تلقون الیھم بالمودۃ۔ تمام ائمہ مفسرین کی تحقیق و نیز نصوص احادیث اس پر دلیل ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی شان میں اس آیۃ پاک کا نزول ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ پر فوج کشی کا ارادہ فرماتے ہیں سازوسامان کی تیاری ہو رہی ہے لیکن عام طور سے اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا کہ مجاہدین کا نعرۂ تکبیر کس سرزمین پر بلند ہوگا کون سی آبادی مسلمانوں کے خاک قدم سے مشرف ہو کر دارالاسلام کی کرامت حاصل کرے گی ہاں بعض مخصوص صحابہ اس سرِ نبوی کے حامل و امین بنائے گئے۔ جن میں سے ایک حاطب رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت حاطب کے اعزہ ہنوز مکہ میں مقیم تھے آپ کو یہ خیال گزرا کہ میری قرابت نسب کفار مکہ سے نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں سے مغلوبیت کا اندازہ کرتے ہوئے کفار مکہ اپنا غیظ و غضب اقربائے مسلمین سے جو مکہ میں مقیم ہیں ظاہر کریں وہ مسلمان جن کی قرابت نسب کفار مکہ سے ہے اُن کے اقربا نسبی رشتہ کی وجہ سے مظالم کفار سے محفوظ رہ جائیں تو کچھ عجب نہیں لیکن میری کوئی قرابت نہیں لہذا میرے خاندان کو کفار تباہ و برباد کر دیں گے۔ ہاں اگر میں کوئی احسان و امتنان اُن کے حق میں اس وقت بجا لاؤں تو اس احسان کا عوض شاید انھیں ظلم و ستم سے باز رکھے اسی خیال سے اُنھوں نے ایک خط کفار مکہ کو لکھا اور انھیں اس امر سے آگاہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشی کا ارادہ رکھتے ہیں تم اپنا بچاؤ کر لو۔

ایک عورت لے کر روانہ ہوتی ہے حق سبحانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خط سے مطلع فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو مع چند اصحاب کے یہ حکم دے کر روانہ فرماتے ہیں کہ روضۂ خاخ پر ایک عورت ملے گی اُس کے پاس ایک خط ہے اُس سے خط لے کر آجاؤ ہاں اگر انکار کرے تو اُس عورت کو قتل کر دینا۔

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اُسی مقام پر عورت کو پاتے ہیں خط کا مطالبہ ہوتا ہے وہ انکار کرتی

ہے موت کی دھمکی جب دیجاتی ہے تو اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر دیتی ہے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ خط لے کر مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط حاضر فرماتے ہیں۔ اب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ طلب ہوتے ہیں افشاء راز کی پرسش ان کہ ہوتی ہے جواب ارشاد فرماتے ہیں ماکفرت منذ اسلمت ولا غششتك منذ نصحتك ولا احببتهم منذ فارقتهم بعض روایت میں یہ جواب مروی ہے اما واللہ انی لمومن باللہ ورسولہ ماغیرت ولا بدلت ما فعلت ذالك كفرا ولا ارتدادا عن دینی ولا رضا بالكفر بعد الاسلام خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں کفر کی باتوں سے دل بیزار ہو گیا ہے دین کی خیر خواہی مخلصانہ بجالاتا ہوں کچھ بھی دل میں کھوٹ نہیں جب سے اسلام لایا کفار سے محبت چھوڑ دی روز اسلام سے اس وقت تک کسی طرح کا تغیر و تبدل مجھ میں نہیں آیا نہ میں مرتد ہوا اعزہ کی حفاظت مقصود تھی اسی کے ساتھ اس کا بھی علم و یقین تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول کو فتح عطا فرمائے گا میرے اخبار سے انھیں کوئی نفع نہ حاصل ہو گا ہاں کفار منت پذیر میرے ہو جائیں گے اس جواب کو سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بیشک حاطب نے سچ کہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یا رسول اللہ یہ شخص منافق ہو گیا اللہ اور اُس کے رسول کے معاملہ میں خیانت ورزی کی حکم ہو تو گردن اُڑا دوں ارشاد ہوتا ہے کہ اے عمر حاطب اصحاب بدر میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدر کو مغفرت کا مژدہ سُنایا ہے یہ ارشاد سُن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔

تنویر اس واقعہ کی طرف اگر غور سے دیکھا جائے تو گوناگوں مسائل پر روشنی پڑتی ہے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے خطائی الاجتہاد ہوتی ہے واد و ولا کے مفہوم سمجھنے میں اُن سے سہو ہوتا ہے

وہ یہ سمجھے کہ جب دل میرا صاف ہی اور قلب میں بجز اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی ذرہ برابر بھی خیر خواہی نہیں تو میرا یہ عمل نہ وداد ہے نہ ولا۔ لیکن حق سبحانہ نے آیہ کریمہ میں اس فعل کو ولا اور وداد دونوں قرار دیا اس لئے کہ افشار راز پیغمبر تھا مسلمانوں کے نقصان وضرر کا احتمال وامکان تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کی خیر خواہی بہ نظر فوائد ذاتی دنیاوی جس سے اپنے دین کا ضرر محتمل ہو یا حقوق مسلمین کا اتلاف ہو وہ بھی ولا ہی وداد ہے ایسے اعمال جن کی مذہب اجازت نہیں دیتا وہ کسی خیال سے بھی کیوں نہ کئے جائیں حرام و منہی عنہ ہیں۔ دلی محبت کافر سے رکھنا یا اُس کے افعال کفریہ کو دل سے پسند کرنا تو کفر ہی اسلام سے خروج ہے ایمان سے بے نصیب ہونا ہی لیکن دل متنفر اور اعضاء وجوارح اُن اعمال میں مصروف یہ حرام ہے اشد فسق ہے خاص کر جب علی رؤس الاشہاد اس کا وقوع ہو تو فسق با لاعلان کا حکم فسق مخفی سے زیادہ شدید ہی۔ فاسق معلن کو نہ سلام کرنا شریعت میں جائز نہ اُس کے سلام کا جواب واجب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے سورج کی روشنی میں دکھا دیا کہ فرضی واختراعی دعوت حق کے مدعی کفار ہند سے موالات کر رہے ہیں یا تعلیم گاہیں جو رد یہ لے رہی ہیں وہ نصاریٰ سے موالات کر رہی ہیں۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے پاکی قلب پر پیغمبر خدا کی تصدیق نے مہر کر دی۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی خیر طلب ہرگز نہ تھے لیکن اُن کا یہ فعل ایسا تھا کہ اگر کفار مکہ کا کوئی جاسوس ہوتا جسے اس راز ومشورہ کی خبر ہو جاتی تو وہ بھی یہی کرتا یہ فعل جاسوس کفار یا مخلص کفار کے فعل پر محمول ہو سکتا ہے اس سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہی کہ قوم مسلم یا فرد مسلم کو ایسا کام مذہب کفر کی تائید میں نہ کرنا چاہیئے جسے کوئی کافر اپنے مذہب یا قوم کی ہمدردی وخیر طلبی میں عمل میں لائے۔ علماء سیاسی ومدعیان دعوتِ حق اپنے اعمال پر نظر کریں حضرت حاطب کا واقعہ عبرت وبصارت کے لئے کافی ہی

یہ کہنا کہ موالات اور ہی اور معاملات اور مطلقاً یہ بھی صحیح نہیں۔ فی الحقیقت تائید کفر و بیدینی کا نام موالات ہی یہ تائید اگر اعتقاد سے ہی تو کفر ہے اور اگر اعمال و افعال سے ہی تو حرام ہے اب مسلمان فیصلہ کریں کہ امدادی روپیہ جو درسگاہوں کو ملتا ہے کیا اُس سے عیسائیت ونصرانیت کی تائید وتقویت ہوتی ہے اگر اس کا جواب ایجاب میں ہی تو اس سوال کی اجازت دیجئے کہ ۱۹۲۰ء سے قبل بھی آپ کا یہی فتویٰ تھا یا نہیں اگر اس کا جواب اثبات میں ارشاد ہو تو اس التماس کی معافی چاہتا ہوں کہ پھر انگریزوں کا جزیرۃ العرب اور مقامات مقدسہ پر متصرف ہوجانا اور قوت دفاعی اسلام یعنی خلیفۃ المسلمین کا بے دست وپا کردینا علت ترک موالات کیوں قرار پایا اور اگر جواب نفی میں ہی تو براہ کرم یہ فتویٰ دیجئے کہ حالت صلح و آشتی میں عیسائیت کی تائید وتقویت جائز ہی۔ اے کاش اب بھی سمجھنے کی کوشش آپ کریں ہاں لے لیڈرو تمہارے مسلسل متواتر افعال بانواع مختلفہ کفر وشرک کی تائید میں صادر ہوئے اور نہ معلوم اُن کا سلسلہ کب تک قایم رہیگا۔ کس بیدردی سے مسئلہ قربانی پر تم نے ہاتھ صاف کیا کس ذوق وشوق میں تم نے گئو ماتا کی جے پکاری۔ کس عقیدت سے تلک کی تم نے نوحہ خوانی کی۔ کس فرط ارادت سے تم نے یہ کہا کہ گاندھی مذکر بناکر بھیجا گیا ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اسلام کے ملیامیٹ کردینے کا تم نے عہد راسخ کرلیا ہی کفر وشرک کی تبلیغ وتحسین کا تم نے بیڑا اٹھایا ہی لیکن یاد رکھو کہ تمہاری یہ تمنا ہرگز ہرگز پوری نہ ہوگی کیا یہ آیت تم بھول گے یا قرآن کے کلام ربانی ہونے سے قطعاً منکر ہی ہو بیٹھے سنو اور کان کھول کرسنو۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ۰

اب حسب عدہ سورہ ممتحنہ کی آیۃ کریمہ لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین

کے متعلق گزارش ہی امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اُن تمام اقوال مفسرین کو یکجا جمع فرما دیا ہی جسے اس آیت کا شانِ نزول ارباب تفاسیر نے قرار دیا ہی۔

آیۃ لاینھاکم اللہ کی شانِ نزول

اختلفوا فی المراد من الذین لم یقاتلوکم فالاکثرون علی انھم اھل العھد الذین عاھدوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاھرۃ فی العداوۃ وھم خزاعۃ کانوا عاھدوا الرسول علی ان لا یقاتلوہ ولا یخرجوہ فامر الرسول علیہ السلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلھم وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی (۲) وقال مجاھد الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا (۳) وقیل ھم النساء والصبیان (۴) وعن عبد اللہ بن الزبیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امھا قتیلۃ علیھا وھی مشرکۃ بھدایا فلم تقبلھا ولم تاذن لھا بالدخول فامرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں عالمان علوم تفسیر کا اختلاف ہے کہ لم یقاتلوکم سے کس طرح کے اشخاص مراد ہیں حضرت ابن عباس اور مقاتلین اور کلبی کی یہ تحقیق ہی کہ اس سے اہل عہد مراد ہیں جنھوں نے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مقابلہ کریں گے نہ مسلمانوں کو نکالیں گے یہ اہلِ عہد بنو خزاعہ تھے (۲) مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لم یقاتلوکم سے کفار مراد نہیں ہیں بلکہ وہ مسلمان مُراد ہیں جو ایمان لائے لیکن ہجرت کر کے مدینہ طیبہ نہیں پہونچے بلکہ مکہ ہی میں مقیم رہے (۳) ایک قول یہ بھی ہے کہ لم یقاتلوکم سے مراد عورتیں اور کم سن بچے ہیں (۴) عبد اللہ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ اسماء جو بیٹی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھیں اُن کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی ہی اُن کی ماں جن کا نام قتیلہ تھا، مکہ سے اپنی بیٹی کو دیکھنے آئیں کچھ تحفہ اور ہدیہ بھی ساتھ لائیں مگر چونکہ وہ ہنوز مشرکہ تھیں اس لئے بیٹی نے ماں کو نہ تو مکان میں گھُسنے دیا نہ اُن کا ہدیہ

ان تدخلها و تقبل منها و تکرمها و تحسن الیها (۵) وعن ابن عباس انھم قوم من بنی ھاشم منھم العباس اخرجوا یوم بدر کرھا (۶) وعن الحسن ان المسلمین استامروا رسول اللہ فی اقرباءھم من المشرکین ان یصلوھم فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الآیہ (۷) وقیل الآیۃ فی المشرکین (۸) وقال قتادہ نسختھا آیۃ القتال

قبول کیا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ تحفہ قبول کرو مکان میں انھیں آنے دو عزت کا برتاؤ کرو حسن سلوک سے پیش آؤ (۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ لم یقاتلوکم سے مراد خاندان بنی ہاشم کے وہ افراد ہیں جو بجبر جنگ بدر میں لائے گئے تھے جن میں سے خود ایک حضرت عباس بھی تھے (۶) حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اقربا کے ساتھ بربنائے صلہ رحم حسن سلوک کی اجازت چاہی اس وقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی (۷) ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیہ مشرکین کی شان میں ہے (۸) قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیۂ قتال نے اسے منسوخ کر دیا۔

مسلمانوں ذرا ایمان و انصاف سے کام لو دیکھو جس آیۃ کے تعین مراد میں صحابہ اور تابعین کا اس قدر اختلاف ہو اُس کو اصولی تقسیم قرار دینا کس قدر انصاف و دیانت کا خون کرنا ہے۔

تنویر قتادہ کی روایت یہ ظاہر کرتی ہے کہ لا ینھاکم اللہ کی آیت منسوخ ہے۔ اگرچہ ابن جریر اس کا جواب دیتے ہیں لیکن اس سے اس قدر تو معلوم ہوا کہ اس آیۂ کریمہ کو کسی نے ناسخ اُن آیات متعددہ کثیرہ کا قرار نہیں دیا جن میں عدم موالات کا حکم مطلقاً کفار سے وارد ہے۔ کوئی ضعیف سے ضعیف تر روایت بھی ایسی نہیں پائی جاتی ہے جس میں یہ مروی ہو کہ لم یقاتلوکم و لم یخرجوکم من دیارکم کی قید نے مطلق کو مقید کر دیا۔ پس موالات جب کہ مطلقاً ہر حال میں منع ہے تو ایسی صورت میں موالات کے وہی معنی قرار پائیں گے جنھیں شریعت کی زبان اور تمام مفسرین کی تحقیقات

سے ابھی ذکر کر چکا ہوں یعنی کفار کی محبت و مودت یا کفار کے دین کی تائید۔ یا اُن کی تائید اپنے دینی اُمور میں۔ ماورا اس کے جس قدر تعلقات ہوں گے وہ حقیقی موالات نہیں بلکہ موالات صوری ہیں جن سے شریعت نے ہرگز منع نہیں فرمایا۔ بلکہ خود شارع علیہ السلام کا عمل موجود ہی۔

کفار سے صلح کرنا اُن سے معاہدہ کرنا اُن سے جزیہ لینا اُنھیں نوکر رکھنا اُن کی جائز ملازمت کرنا قرض لینا گرو رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب تمدنی حیات کے شعبہ ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل ان امور میں کافی ثبوت ہی۔

ہاں کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو کہ کبھی کسی حال میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسیس یا راہب کو نعوذ باللہ اپنا مقتدا بنایا ہو۔ یا انصرام امور دینی میں اُس کی رائے کی پابندی کی ہو۔ یا کسی رسم کفر و شرک کو آپ نے برتنا جائز قرار دیا ہو یا کفار کے مذہبی ایام میں خواہ بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہو یا صحابہ کو اجازت عطا فرمائی ہو۔ یا عید مسلمین میں کفار کو شریک فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی ایک بین ثبوت ہی کہ موالات وہی اُمور ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی خاطر سے نہ خود کیا نہ دوسروں کو عمل کی اجازت عطا فرمائی ہاں جن اُمور کو آپ نے عزت عمل بخشی وہ نہ موالات نہ اُن کا ترک اتقاء و پرہیزگاری نہ دین و ملت کی خیرخواہی اب مفسر ابن جریر کی تقریر ملاحظہ کیجئے۔

تفسیر ابن جریر واولی الاقوال فی ذالک بالصواب قول من قال عنی بذالک لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین من جمیع اصناف الملل والادیان ان تبروھم وتصلوھم

بہترین قول ان سب اقوال میں اُس کا ہی جس نے یہ کہا کہ جمیع اقسام ملل و ادیان ارادہ کیا گیا ہی۔ ان کے ساتھ بھلائی و احسان کرنا صلہ رحم کا خیال کرنا عادلانہ برتاؤ رکھنا مخصوص شروع بخیک اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں عام حکم صادر فرمایا ہی کہ جو بھی ایسا ہو کہ نہ مسلمانوں سے

وتقسطوا اليهم ان الله
عزوجل عمّ بقوله الذين لم يقاتلوكم
فى الدين ولم يخرجوكم من دياركم
جميع من كان ذالك صفته فلم
يخصص به بعضاً دون بعض ولا
معنى لقول من قال ذالك منسوخ
لان بر المؤمن من اهل الحرب ممن
بينه وبينه قرابة نسب او ممن
لا قرابة بينه وبينه ولا نسب غير محرم
ولا منهى عنه اذا لم يكن فى ذالك
دلالة له او لاهل الحرب على
عورة لاهل الاسلام او تقوية
لهم بكراع او سلاح وقد بين
صحة ما قلنا فى ذالك الخبر الذى
ذكرناه عن ابن الزبير فى قصة
اسماء وامها وقوله ان الله يحب المقسطين
يقول ان الله يحب المنصفين الذين
ينصفون الناس ويعطونهم الحق
والعدل من انفسهم فيبرون من برهم

لڑے نہ انھیں اُن کے مکانوں سے نکالے اُن کے
ساتھ بر و قسط دریغ نہ رکھا جائے۔ اس عموم میں کسی
مذہب وملت کی خصوص کو دخل نہیں بلکہ جس میں
یہ صفت پائی جائے اُسی کو یہ حکم شامل ہوگا۔ کوئی وجہ
اس کی نہیں کہ ہم اس آیت کو منسوخ قرار دیں۔ اسلئے
کہ ایک مومن کے لئے ایسے فریق محارب سے کہ اس مومن
اور اُس فریق محارب کے درمیان قرابت ہو یا نسب
ہو یا ایسے فریق محارب کے ساتھ کہ اس مومن اور فریق
محارب کے درمیان نہ قرابت ہو نہ نسب پایا جائے
بر و احسان کرنا نہ حرام ہے نہ منہی عنہ ہے جبکہ اس احسان
سے فریق محارب کو کسی پتہ کی رہبری نہ ہوتی ہو نہ فریق
محارب کو مسلمانوں کے مخفیات و اسرار پر اطلاع ہوتی ہو
نہ فریق محارب کی تقویت گھوڑے اور اسلحے کی گئی
ہو۔ ابن زبیر کی روایت جس میں قصہ حضرت اسماء اور
اُن کی ماں کا مروی ہے میری اس توجیہ کی تصحیح کرتا ہے
(ان اللہ یحب المقسطین) بیشک اللہ دوست
رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو جو لوگوں کے ساتھ
انصاف کرتے ہیں اور ان کا حق انھیں عطا کرتے ہیں اور
اپنی جانب سے عدل کرتے ہیں احسان کرنے والے کے ساتھ

ویحسنون الی من احسن الیہم ۔
انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم
فی الدین واخرجوکم من دیارکم
وظاہروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم
ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون
یقول تعالیٰ ذکرہ انما ینھاکم اللہ
ایھا المؤمنون عن الذین قاتلوکم
فی الدین من کفار اھل مکۃ و
اخرجوکم من دیارکم وظاھروا
علیٰ اخراجکم ان تولوھم فتکونوا
لھم اولیاء ونصراء ومن یتولھم
یقول ومن یجعلھم منکم او من
غیرکم اولیاء فاولئک ھم الظالمون
یقول فاولئک ھم الذین تولوا غیر
الذی یجوز لھم ان یتولوھم و
وضعوا ولایتھم فی غیر موضعھا
وخالفوا امر اللہ فی ذالک

احسان کرتے ہیں اور نیکی کرنے والوں سے نیکی۔
اے مومنو اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالےٰ
تمہیں منع فرماتا ہے اُن لوگوں سے جنھوں نے
دین کے معاملہ میں تم سے قتال کیا اور تمہیں تمہارے
گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر مدد کی یہ
کہ تم موالات کرو۔ پس تم اُن کے دوست بنو یا
مددگار ہو ومن یتولھم فرماتا ہے اللہ تعالےٰ
کہ جو شخص تم میں سے یا تمہارے سوا دوسرے مومنین
انھیں اپنا دوست بنائیں گے یا انھیں مدد پہنچائیں گے
(فاولئک ھم الظالمون) فرماتا ہے کہ یہ
وہ لوگ ہیں جنھوں نے موالات اُن سے کی جن سے
جائز نہ تھی اور اپنی ولایت غیر جگہ پر رکھی اور حکم
الٰہی کے اس معاملہ میں خلاف کیا۔

علامہ ابن جریر آیۃ لاینھاکم اللہ کو منسوخ قرار نہیں دیتے لیکن اسی کے ساتھ جو مطلب بیان
فرماتے ہیں اور جس بسط وایضاح سے شرح فرماتے ہیں اُس سے مدعیان دعوۃ حق کا ادعا بارہ

پارہ ہوا جاتا ہے۔

تنویر واقعہ یہ ہے کہ کفار سے موالات کو لئے حق سبحانہ نے منع فرمایا تھا بعض اصحاب جن میں سے ایک حضرت حاطب ہیں مفہوم موالات کے سمجھنے میں خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے وہ یہ سمجھے کہ دلی محبت اور دلی خیر خواہی یا یقینی مضرت مسلمین موالات کے مصداق ہیں لیکن حق سبحانہ نے جب اُن کے فعل کو ولا اور وداد دونوں لفظوں سے یاد فرمایا اور پھر آیت مابعد میں یہ ارشاد ہوا ان یثقفوکم یکونوا لکم اعداءً ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء وودّوا لو تکفرون لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیامۃ یفصل بینکم واللہ بما تعملون بصیرۃ یعنی کفار اگر تم پر قابو پالیں تو تمہاری دشمنی میں کچھ اُٹھا نہ رکھیں تمہیں بُرائی پہونچانے میں ہاتھ بھی بڑھائیں گے اور زبان بھی۔ کفار کی تو یہ تمنا ہی ہے کہ کاش تم اُنھیں کی طرح کافر ہو جاؤ قیامت کے روز نہ تو تمہاری رشتہ داری کچھ کام آئے گی نہ اولاد ہی سے تمھیں کچھ نفع پہونچے گا اُس دن حق و باطل کا فیصلہ احکم الحاکمین فرمائے گا اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

اب مسلمان یہ سمجھے کہ عام کفار کے ساتھ کسی طرح کا معاشرتی تعلق بھی رکھنا داخل موالات ہے وہ کفار جن کے حقوق خدمت قرابت کے سبب سے تھے مثلاً والدین وغیرہ مسلمانوں نے سمجھا کہ اب وہ بھی باطل ہو گئے اسی بنا پر حضرت اسماء نے اپنی ماں قتیلہ کے جو مشرکہ تھیں حقوق مادری سے اعراض فرمایا۔ حق سبحانہ نے اب اس مسئلہ کو باتفصیل صاف فرما دیا۔

مخالفین اسلام کی دو قسمیں قرار دے کر ایک کا حکم ارشاد فرمایا ایک ایسا مخالف اسلام جو مسلمانوں سے نہ لڑے نہ انھیں اُن کے مکانوں سے نکالے اُن سے ساتھ احسان اور عادلانہ برتاؤ کی اجازت عطا فرمائی پھر ان اللہ یحب المقسطین فرما کر مسلمانوں کو اقساط کی طرف

عجب دلنواز طرز میں ترغیب و تشویق دلائی۔

اس ترغیب اور اس اجازت کی وجہ صاف ظاہر ہے اذیت رسانی اور تکلیف دہی سے باز رہنا بھی ایک قسم کی بھلائی اور نیکی ہے ایسی حالت میں جب کہ کوئی کافر بے دین مسلمانوں کے ساتھ اس رعایت کا برتاؤ کرے تو اسلام جیسا پاکیزہ دین جو سر تا سر رحمت ہی رحمت ہے اُس کی یہی تعلیم ہونی چاہیئے تھی کہ نیکی کا بدلہ نیکی اور احسان کا عوض احسان۔

حق سبحانہٗ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ جو کافر بے دین ایسا ہو کہ تمہارے مذہب کو تسلیم نہ کرے اسلام کا کلمہ نہ پڑھے لیکن اسی کے ساتھ تمھیں ستاتا نہیں تمہارے آزار کے درپے نہیں ہوتا تو اُس کی اس انسانیت اور مراعات کا عوض اگر تمہاری جانب سے بر و احسان کے ساتھ ہو یہ منشار الٰہی اور تعلیم قرآن کی تعمیل ہوگی۔

مسلمانوں نے آیۂ کریمہ لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جس طرح موالات حقیقی ممنوع ہے اُسی طرح موالات صوری بھی منہی عنہ ہے آیۃ لاینھاکم اللہ الخ نے اس غلطی کی تصحیح فرمادی اور صورت مسئلہ کو صاف کر دیا کہ موالات حقیقی تو ہر کافر سے ہر حال میں منہی عنہ ہے لیکن ہاں موالات صوری مثل بر و اقساط اس کی تمھیں اجازت ہے بلکہ ایسے کفار کے ساتھ جو نہ تم سے لڑیں نہ تمھیں تمہارے مکانوں سے نکالیں تمہارا منصفانہ برتاؤ اللہ کو محبوب ہے

حقیقت یہ ہے کہ احسان اور فعل معروف عدل اور انصاف نہ موالات ہے نہ وداد اس لئے کہ نہ تو اس میں مسلمانوں کی مضرت ہے نہ کفر کی حمایت ہے نہ اپنے مذہبی فرایض میں اُن سے استعانت ہے نہ یہ محبت و وداد کا نتیجہ ہے یہ تو حقوق کا ادا کرنا انصاف کا صحیح نمونہ قایم کرنا اور مخلوق خدا پر شفقت و کرم کرنا ہے یہی وہ طرز عمل تھا جس کے اثر نے یدخلون فی دین اللہ افواجا کا جلوہ دکھایا جوق در جوق اور فوج در فوج کفار آتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر سعادت

سرعدی سے مالامال ہوتے جاتے۔

آیۃ لا ینہاکم اللہ کے متعلق علامہ ابن جریر کی تحقیق تمہارے پیش نظر ہی ذرہ تامل سے کام لو دیکھو اس آیۃ کی تفسیر میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے اس کا ایہام بھی ہوتا ہو کہ کافر غیر محارب سے موالات یا وداد جائز ہی۔

کافر کی محبت یا کفر کافر کی اعانت یا اسلامی و دینی امور میں کافر کی استعانت کا جواز یا اباحت کسی ایک لفظ سے بھی مفہوم نہیں پھر یہ کہنا کہ قرآن نے ایسے کفار سے جو مسلمانوں سے نہ لڑیں نہ انھیں مکانوں سے نکالیں اُن کے ساتھ محبت و موالات مسلم قوم یا مسلم شخص کے لئے جائز و مشروع قرار دی ہی کیسی دین میں تحریف ہی۔

مفسر نے صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر دی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے نہ مقاتلہ فی الدین کریں نہ انھیں اُن کے مکانوں سے نکالیں انھیں بھی مخفیات و سرائر مسلمین پر آگاہ نہ کیا جائے گا مسلمانوں پر قابو پانے کا پتہ نہ دیا جائے گا۔ گھوڑے اور اسلحہ سے ان کی مدد نہیں کیجائے گی۔

دیکھو یہ وہی منہی عنہ امور ہیں جن کا ذکر ابھی ابھی تم نے اُن آیات سابقہ کی تفسیر میں پڑھا ہی جن میں تحقیق معنی ولا ہی جن آیتوں سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مطلق کفار سے موالات حرام ہے قید قتال یا اخراج عن الدیار معتبر نہیں۔

اس مقام پر ابن جریر نے واضح کر دیا کہ جو تعلقات مطلقاً کفار سے منہی عنہ ہیں وہ اس صورت میں بھی علی حالہ ممنوع ہیں۔

ابن جریر کی ناتمام عبارت سے حکیم صاحب کا استدلال

لیکن حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب نہایت غیظ وغضب اور پرجوش لہجہ میں ناتمام عبارت ابن جریر کی نقل فرما کر یہ نتیجہ استخراج فرماتے ہیں کہ "اگر

اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ نہیں مسلمانوں کو ہندوستان کی دوسری قوموں کے ساتھ بھی ترک موالات کرنی چاہیئے تو اب کہنے والوں کو خدا ہی بہتر سمجھا سکتا ہے" (خطبۂ صدارت مجلس استقبالیہ جمعیۃ العلماء صفحہ ۱۵)

طرفگی یہ کہ بر واقساط کا صحیح ترجمہ خود بالائی سطروں میں حکیم صاحب نے احسان وانصاف تحریر فرمایا ہے لیکن استخراج نتیجہ میں موالات کو بر واقساط کا مرادف قرار دے کر عوام کو نہایت شرمناک دھوکھا دینے کی کوشش کی ہے۔

لفظ ولا کی شرعی تعریف آغاز بحث موالات میں گزر چکی اس مقام پر بر و اقساط کے معنی شرعی سمجھ لیجئے۔

البر التوسع فی الاحسان یعنی نیکی اور احسان کرنے میں وسعت و فراخی سے کام لینا القسط ھو النصیب بالعدل والاقساط ان یعطی قسط غیرہ بالعدل یعنی عادلانہ اور منصفانہ حصّہ کا نام قسط ہے اور اقساط کے یہ معنی ہیں کہ غیر کو اُس کا حصّہ عادلانہ اور منصفانہ دیا جائے اب ہر مسلمان بجائے خود انصاف کر لے کہ احسان وانصاف کیا مرادف موالات ہے؛ اگر جوش سخن پروری میں کوئی اس ادعائے باطل کا مدعی ہو جائے تو اُس سے نہایت عاجزانہ فقیر کی یہ التماس ہے کہ تفسیر ابن جریر متعلق آیۃ کریمہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاءً کا صفحہ پلٹ کر پھر مطالعہ کر لیا جائے وہاں یہ الفاظ موجود ہیں تظاھرونھم علی المسلمین و تدلونھم علی عوراتھم یعنی مسلمانوں کے خلاف کفار کی پشت پناہی کرنا موالات ہے کفار کو مخفیات مسلمین پر مطلع کرنا موالات ہے اب آیۃ لا ینھاکم اللہ الخ کی تفسیر میں بھی ابن جریر نے انھیں مقاصد کو اس طرح ادا فرمایا اذا لم یکن دلالۃ لہ علی عورۃ اھل الاسلام او تقویۃ لھم یعنی کفار کے ساتھ اُسی قسم کا احسان جائز ہے جس میں مسلمانوں کے اسرار و مخفیات پر اُنھیں باخبر نہ بنایا جائے یا اُس احسان سے اُنھیں تقویت نہ پہونچتی ہو اس لئے کہ یہ بر واحسان

نہیں ہی بلکہ موالات ہے جن چیزوں کو ابن جریر نے آیۃ کریمہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء کی تفسیر میں موالات کہا تھا اُن میں سے کسی ایک کی بھی اجازت و رخصت آیۃ لا ینھا کم اللہ الخ سے نہ سمجھی نہ لکھی بلکہ اُن کی ممانعت کی اس مقام پر مکرر تصریح فرما کر ہر کافر کے ساتھ ہر حال میں ترک موالات پر مہر فرما دی کیا اب بھی حکیم صاحب یہی ارشاد فرمائیں گے کہ بر و اقساط مراد موالات ہیں ان تصریحات کے بعد بھی اگر حکیم صاحب یا اُن کے حوارئین علمائے سیاسی اپنے اس قول پر کہ ہندوؤں سے موالات یا وداد یا محبت منطوق کلام الٰہی اور موافق تعلیم نبوی ہے متعصبانہ اصرار فرمائیں تو بجز گاندھی صاحب کے اور کوئی اُنھیں سمجھا نہیں سکتا۔ آیۃ کریمہ میں اگر ایسے کفار کے ساتھ جو مسلمانوں سے دینی لڑائی نہ لڑے نہ انھیں اُن کے مکانوں سے نکالے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کو حکم موالات یا وداد یا محبت کا دینا ہوتا تو بجائے اس کے کہ دو لفظ تبروھم و تقسطوا الیھم ارشاد فرمائے تو لوہم یا تو دوہم یا تحبوہم کا مختصر ایک لفظ ارشاد فرما دیتا۔ افسوس ہی مسلمانوں کی عقلوں پر جنھوں نے دین کو محض واہ واہ سُننے کے لئے اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کیا اے کاش سے لکھتے وقت حکیم صاحب ابن جریر کی پوری عبارت پڑھ لیتے یا علمائے سیاسی ہی زحمت مطالعہ تفسیر برداشت کرتے تو شرعی مسئلہ میں خیانت ہونے پاتی

یہ ہے حقیقت اُس آیۃ کی اور یہ ہی حکم حق سبحانہ کا۔ جسے محرف بنا کر لیڈر اور اُن کے مقلد علمار نہایت دھوم دھام سے بیان کرتے ہیں مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین سے موالات رکھو وداد و محبت پیدا کرو بلکہ اُن کے غلام بنجاؤ۔

فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ۵

اب دوسری آیۃ انما ینھا کم اللہ الخ کے متعلق اُسی مفسر ابن جریر کی تحقیق پڑھ لیجئے نیز خود قرآن شریف کے الفاظ دیکھئے اور پھر اسے سوچئے کہ وہ کافر جس نے مسلمانوں سے قتال فی الدین

کیا یا انھیں اُن کے گھروں سے نکالا یا اُن کے اخراج پر دشمنوں کو مدد پہونچائی۔ غرض ان تین امور میں سے کسی ایک امر کا بھی جو مرتکب ہو اُس کے ساتھ نیکی واحسان کا قرآن کریم نے نہ تو حکم صادر فرمایا نہ اُس کی ممانعت ہی فرمائی حالاں کہ سباق کلام جب کہ یہ تھا کہ جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے نہ تمھیں مکانوں سے نکالے اُس کے ساتھ نیکی واحسان اور عدل وانصاف کرنے سے اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا ہے تو اب سیاق یہ ہوتا کہ جو تم سے دین کے بارے میں لڑے تمھیں مکانوں سے نکالے اُس کے ساتھ نیکی واحسان اور عدل وانصاف کرنے سے اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔

لیکن قرآن پاک میں جب کہ ایسا نہیں تو کسی کو اس کا کب حق حاصل ہے جو اپنی رائے ناقص اور تمنائے فاسد کو خدا کا فرمان قرار دے یقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون ۝

فقیر یہ مسئلہ پہلے بیان کر چکا کہ کوئی کافر جب مسلمانوں کے ساتھ یہ رعایت محوظ رکھے کہ درپئے آزار مسلمین نہ ہو تو اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کی اپنے پیروں کو یہی تعلیم ہونی چاہیے تھی کہ وہ بھی اُس کا عوض فراخی ووسعت سے ادا کریں۔

لیکن جو کافر ایسا نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ سفاکی وبیرحمی سے پیش آتا ہے ان سے لڑتا ہے گھروں سے نکالتا ہے اُس کے متعلق یہ حکم ہوا کہ اس قسم کافر سے بھی صرف موالات منع ہے۔

موالات مطلقاً کفار سے خواہ وہ مشرک ہوں یا اہلِ کتاب بار بار بہ تاکید حرام فرمائی گئی لیکن اس جگہ اشد ظلم کافر کا بیان کر کے اُن سے جو موالات منع فرمائی وہ اس لیے کہ مسلمان ظلم وستم سے گھبرا کر بے یار و مدد گار ہو کر اُن کے دین کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ یا بسبب تخر

مسلمین میں اُن کے معاون و مددگار نہ بنجائیں یا اُن کی سطوت و دولت کو دیکھکر اُن کے گرویدہ اور چاہنے والے ہو جائیں رہے موالات سے ماوراعلائق اُن کے باب میں قرآن کریم نے سکوت فرمایا اس لئے کہ باعتبار احوال اُن کا حکم متغیر ہوا کرے گا۔

کہیں بر و نوال جذب قلوب کے موجب ہوں گے اور کہیں عفو و صفح کا فریں نور ایمان کے باعث ہوں گے قرآن کریم عفو و اصلاح کی اُس طرح رغبت دلاتا ہے فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ پھر جس نے معاف کر دیا یا صلح کر لی تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ واضح ارشاد ہے۔

ادفع بالتی ہی احسن	برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو جو بہت ہی اچھا ہو جب تم اس تعلیم
فاذا الذی بینک وبینہ	الٰہی پر عمل کروگے تو جسے تم سے دشمنی تھی وہ دلسوز دوست تمہارا
عداوۃ کانہ ولی حمیم	بنجائے گا یہ پاکیزہ اخلاق اُنھیں سے عمل میں آئیگا جو صبر کرتے
وما یلقٰھا الا الذین صبروا	ہیں یعنی نفس کے حملہ کو روک کر شریعت کے موافق کام کرتے ہیں حسن اخلاق
وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم	بڑے نصیب والے بخت آور ہی کو ملتا ہے۔

اس آیۃ شریفہ کے متعلق امام فخر الدین رازی کے یہ الفاظ ہیں۔

فانک اذا صبرت علی سوء اخلاقہم	جب تم بدینوں کے برے برتاؤ پر مسلسل صبر کروگے
مرۃ بعد اخریٰ ولم تقابل سفاہتہم	اُن کے سفاہت کے عوض میں نہ تو غضبناک
بالغضب ولا اضرارھم بالایذاء	ہو گے نہ اُنھیں وحشت دلاؤ گے اور نہ اذیت
والا یحاش استحیوا من تلک الاخلاق	دہی سے اُنھیں ضرر پہنچاؤ گے تو پھر اُن بدینوں
المذمومۃ وترکوا تلک الافعال	کو اپنے مذموم اخلاق پر شرم آئے گی اور قبیح
القبیحۃ ثم قال فاذا الذی بینک	کاموں کو چھوڑ دیں گے پھر فرمایا فاذا الذی

وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم یعنی جب تم اُن کے بُرائیوں کا مقابلہ احسان
یعنی اذا قابلت اساءتہم بالاحسان سے کروگے اور اُن کے افعال قبیحہ کے مقابلہ
وافعالھم القبیحۃ بالافعال الحسنۃ میں افعال حسنہ پیش کروگے تو وہ بھی افعال
ترکوا افعالھم القبیحۃ وانقلبوا من قبیحہ چھوڑ دیں گے اور عداوت سے محبت
العداوۃ الی المحبۃ ومن البغضۃ اور بغض سے مودت کی طرف پلٹ
الی المودۃ ؕ پڑیں گے۔

جس طرح آیات منقولہ بالا میں عفو واصلاح مدارات حسنہ اور اخلاق زکیہ کی تعلیم ارشاد ہوئی ایک دوسرے مقام پر ہر حال میں انصاف وعدل اور دائرہ اعتدال میں مسلمانو کو رہنے کی تاکید شدید کی گئی ہے۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم جس قوم نے تمھیں زیارت مسجد الحرام سے باز رکھا
عن المسجد الحرام ان تعتدواؕ اُس قوم کی عداوت اس کا سبب نہ ہونے پائے
کہ تم حد سے متجاوز ہو جاؤ پھر ارشاد ہوا۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ کسی قوم کی عداوت تمھیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُس کے
الا تعدلوا اعدلوا ھو ساتھ عدل وانصاف کرنا چھوڑ دو ہاں عدل وانصاف کرو اس لئے
اقرب للتقویٰ ؕ کہ انصاف تقویٰ سے بہت ہی قریب ہے۔

قوت ومساوات کی حالت میں جس طرح شرارت کا عوض درگزر بدی کا عوض نیکی ظلم کا عوض عدل وانصاف اسلامی تعلیم ہے اُسی طرح حالت ضعف ومجبوری میں جب کہ غیر مسلم قوم مسلمین پر مستولی ہو جائے تو تباہی وبربادی سے اپنے کو محفوظ رکھکر آئندہ بتدریج آمادہ ہونے کے لئے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔

اور الا ان تتقوا منھم تقاتہ اور یاایھا الذین امنوا خذوا حذرکم کا ارشاد موجود ہے یعنی اپنے کو ہلاک نہ کرو ایمان والو اپنا بچاؤ کرلو جب دل تمہارا ایمان سے مطمئن ہے تو تمہارا وہ قول وفعل جس کے بہ جبر واکراہ تم مرتکب ہوئے قابل مواخذہ نہیں۔

ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی خبیث النفس درگزر اور کریمانہ برتاؤ سے فساد و شر میں زیادہ سرگرم ہوگا یا ہوتا ہے تو پھر قرآن کے اس تعلیم کی تعمیل کا موقع ہے ولیجدوا فیکم غلظۃ کفار و بیدین تم میں کرارہ پن پائیں فاقتلوھم حیث وجدتموھم اُنھیں جان سے مار ڈالو جہاں کہیں بھی پاؤ والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا یعنی جو لوگ ایسے ہیں کہ جب اُن پر بیجا زیادتی ہوتی ہے تو وہ اُس کا عوض لے لیتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ اُسی مقدار پر بُرائی خدا نے جائز فرمایا ہے۔

الحاصل آیۃ کریمہ انما ینھاکم اللہ الخ میں جو موالات منع اور دیگر امور سے سکوت رہا یعنی نہ تو اُس کی اجازت ہی عطا فرمائی نہ اُس کے متعلق نہی صادر کی اُس کی وجہ تنوع حالت مسلم ہے اور ہر حالت کے لئے مستقل حکم فرقان حمید میں موجود ہے۔

اگرچہ مفسر ابن جریر کا نہی کو حدود موالات حقیقی ہی میں منحصر رکھنا اور برو اقساط کا اُس میں داخل نہ کرنا بجائے خود فقیر کے بیان کی تصدیق ہے لیکن بغرض مزید اطمینان الشیخ محمد عبدہ مفتی مصر کی عبارت اُنھیں کی تفسیر سے نقل کرتا ہوں۔

ناظرین کرام کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ الشیخ محمد عبدہ کی جلالت شان مصر میں یہ تھی کہ اُن کے ہم عصر علماء نے اُن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا فضلائے مصر اُستاذ الامام اور حکیم الامۃ کے لقب سے اُنھیں یاد کرتے تھے اور آج بھی اُستاذ الامام ہی لکھکر اپنی تحریروں میں حسن عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں مصریوں میں اس وقت آثار حیات علو ہمت اور حریت کی

جد وجہد جو کچھ پائی جا رہی ہے اس کی داغ بیل اُسی عالی دماغ کی زبردست تعلیم وتربیت نے رکھی تھی۔

اسی آیۃ سورۂ ممتحنہ کے متعلق ایک بسیط وتفصیلی بحث کے بعد خاتمہ سخن پر بطور فیصلہ یہ فرماتے ہیں۔

خص هذا النهي بتوليهم و نصرهم لا بمعاملتهم وحسن معاملتهم بالبر والاحسان والعدل وهذا منتهى الحلم والسماح بل الفضل والكمال۔

یہ نہی دوستی اور نصرۃ کفار کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ فعل جمیل اور حسن معاملہ جو بر واحسان اور عدل کے ساتھ ہو یہ رب العزۃ حق سبحانہ کی طرف سے انتہائے حلم اور درگزر ہی بلکہ فضل وکمال ہے۔

آیۃ شریفہ لا تجد قوما یومنون الخ کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ موادت کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ ہر طرح کے شکوک صاف ہو جاتے ہیں۔

فالموادة مشاركة في الاعمال فان كانت شان من شئون المومنين من حيث هم مؤمنون والكافرين من حيث هم كافرون فالممنوع منها ما يكون فيه خذلان لدينك و ايذاء لاهله او اضاعة لمصالحهم واما ما عدا ذالك كالتجارة وغيرها من ضروب المعاملات الدنيوية

حاصل یہ کہ موادۃ اعمال میں باہم شریک ہونیکا نام ہے اگر یہ مشارکت اس شان کی ہے کہ مسلم اپنے اسلام اور کافر اپنے کفر سے باہم ممتاز ہو رہے ہیں مشارکت عمل نے کسی کے مذہب پر اپنا اثر نہیں ڈالا ہے تو اس حالت میں وہی مشارکت ممنوع ہوگی جس سے اسلام کی رسوائی ہوتی ہو یا اہل اسلام کو اذیت پہونچتی ہو یا مسلمین کی کوئی مصلحت تباہ ہو رہی ہو لیکن جو مشارکت عمل اس کے سوا ہوگی جیسی تجارت وغیرہ تو یہ معاملات دنیویہ کی اقسام

فلا تدخل فی ذالک النفی لانہا لیست معاملۃ فی محادۃ اللہ ورسولہ ای فی معاداتہما ومقاومۃ دینہما ۔

سے ہے اس نفی میں وہ داخل نہیں اس لئے کہ اس معاملہ سے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور عداوت نہیں ہوتی ہے نہ اس سے دین کی بربادی ہے (الجزء الثالث من تفسیر الشیخ محمد عبدہ صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹)

الشیخ محمد عبدہ کی دونوں عبارتوں کو پڑھو دیکھو کس قدر واضح اور صریح الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ بر و عدل کے ساتھ اس نہی کا کوئی تعلق نہیں دوسری عبارت اس کی تشریح کرتی ہے کہ موادۃ جس طرح سے قلبی ہوا کرتی ہے اسی طرح موادۃ عملی بھی ہے موادۃ قلبی کسی کافر سے تو قطعاً حرام ہے لیکن موادہ عملی سے اگر دین کا نقصان نہیں مثلاً تجارت وغیرہ تو وہ جائز و مشروع ہے اسی مضمون کو امام فخر الدین رازی نے معاشرۃ جمیلہ کہا ہے (دیکھو تفسیر کبیر کی عبارت منقولہ)

نزول کلام پاک کو تیرہ سو برس کا زمانہ ہو چکا اس تمام عہد میں مسئلہ موالات اُمتہ مرحومہ سے ایسا مخفی رہا کہ جب تک گاندھی نے چودھویں صدی میں اُسے نہ سمجھایا اُس وقت تک کسی کے بھی سمجھ میں نہ آیا۔

اب معلوم ہوا کہ سورۂ ممتحنہ کی آیۃ اصولی تقسیم ہے اب معلوم ہوا کہ جو کافر مسلمانوں سے قتال فی الدین نہ کرے اُس سے مومن کی موالات ومحبت منطوق کلام ربانی ہے اب معلوم ہوا کہ بر و اقساط مرادف موالات ہیں وغیر ذالک من الھفوات التی لا تحصی اللھم احفظنا من ھذا الافتراء علی الدین المبین بحرمۃ سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین ۔

قرآن کریم نے یہودیوں کی یہودیوں سے اور نصرانیوں کی نصرانیوں سے موالات کی خبر دی ہے اور اُسی جگہ مسلمانوں کو موالات یہود و نصاریٰ سے منع بھی فرمایا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذ وا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض یہ آیۃ مع تفسیر کے شروع صفحات ماسبق میں گزر چکی لیکن اسی کے ساتھ قرآن اس کی بھی خبر دیتا ہے کہ ایک فریق یہودی دوسرے فریق یہودی کا اور ایک گروہ نصاریٰ دوسرے گروہ نصاریٰ کا دشمن ہے اور پھر بغض و دشمنی بھی کیسی کہ قیامت تک مٹنے والی نہیں یہود کے متعلق ارشاد ہے والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنی ہم نے یہودیوں کے آپس میں کینے اور عداوتیں ڈال دی ہیں جو قیامت تک نکلنے والی نہیں۔

نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ یعنی بغض اور عداوت کی آگ باہم عیسائیوں میں ہم نے ایسی بھڑکائی ہے جو قیامت تک دہکتی اور لہکتی رہیگی۔

دونوں ارشادوں میں (یعنی یہود و نصاریٰ میں باہم موالات بھی ہے اور بغض و عداوت بھی) اگر تطبیق و توفیق دیجائے تو منہی عنہ موالات کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے جہاں بعضھم اولیاء بعض فرما کر موالات کی خبر دی ہے وہاں یہ مراد ہے کہ جو یہود و نصرانی کا دین میں مخالف ہے اُس کے مقابلہ پر یہ سب باہم متفق ہو جاتے ہیں ایک فریق دوسرے فریق کا دوست اور معین و مددگار بنجاتا ہے لیکن جب غیر مذہب کا مقابلہ نہو تو آپس میں عداوت و بغض کی آگ ان میں ایسی مشتعل ہے کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دینا چاہتا ہے۔

پس مسلمانوں کو اُن کی دینی مدد اور دوستی سے حق سبحانہٗ نے منع فرمایا اور انھیں اپنے مسلمان بھائیوں سے موالات کا حکم دیا کما قال اللّٰہ تعالیٰ والمؤمنون والمؤمنات

بعضہم اولیاء بعض ؕ

تمام ابحاث کا خلاصہ یہ ہوا کہ

(۱) کافر کے ساتھ دلی دوستی اور قلبی محبت کفر ہے۔

(۲) دل میں کافر کی دوستی نہیں لیکن عمل دوستوں کے مانند و مثل یہ حرام ہے۔

(۳) قلب محبت کفر و کفار سے پاک بلکہ بیزار لیکن کافر کے مذہبی اعمال میں عملاً شرکت کی جائے یہ حرام ہے۔

(۴) کافر کے دین کی حمایت حرام ہے۔

(۵) کافر کی ایسی مدد کرنا جس سے دین اسلام کا یا مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو حرام ہے

(۶) کافر سے ایسی مدد لینا جس میں اپنے دین یا اپنے دینی بھائیوں کا نقصان ہوتا ہو حرام ہے۔

(۷) مدارات فعل جمیل عمل معروف بر و احسان اور عدل و انصاف ہر حال میں جائز ہیں بلکہ بعض کفار کے ساتھ احسن و انسب۔

(۸) دنیاوی کاروبار اور لین دین ہر کافر حربی اور غیر حربی سے جائز کسی وقت بھی حرام نہیں۔

(۹) ان احکام میں کفار ہند اور کفار یورپ سب مساوی ہیں بجز اس کے کہ کفار اہل کتاب کا کھانا کھانا اور نکاح میں کتابیہ عورت کا لانا بموجب حکم قرآن پاک مباح و جائز ہے اس کے سوا جملہ احکام شرعیہ کفار اہل کتاب و کفار غیر اہل کتاب دونوں کے لئے یکساں ہیں۔

ترک موالات کے متعلق جن آیات کا اقتباس مفتیان سیاسی نے اپنے فتاوے میں کیا ہے اگر ان تمام آیات کا شان نزول اور مفسرین کی تحقیقات لکھوں تو بہت ضخیم کتاب ہو جائے

بایں لحاظ صرف چار آیات کے متعلق مفسرین کے اقوال لکھے گئے۔

دیگر آیات کا شان نزول اگر معلوم ہو اور پھر اُس آیۃ کے قبل اور ما بعد کو ملا کر دیکھا جائے تو صاف مطلب سمجھ میں آجاتا ہے کہ موالات سے یا قلبی محبت مراد ہی یا ایسی اعانت و استعانت (یعنی مدد دینا یا مدد لینا) مراد ہے جس سے دین کا یا دینی بھائیوں کا نقصان متصوّر ہو یا مسلمانوں میں رجحان مذہب کفار کی طرف پیدا ہونے کا احتمال ہو اس کے سوا جتنے تعلقات ہیں وہ سب جائز و مرخص ہیں منہی عنہ تعلقات ہر حال میں ممنوع و حرام ہیں۔

نہایت نیاز مندانہ سوال ہی کہ شہزادۂ مظلوم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جب یزید لعین نے وحشیانہ درندگی اور ملحدانہ ظلم و ستم کا برتاؤ کیا تو کیا اُس وقت صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہی ترک موالات کیا جیسے تم پیش کر رہے ہو۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر جب انتہائے مظلومیت سے عین صحن مسجد الحرام میں شہید ہوئے اور ظالموں نے خانۂ کعبہ پر سنگباری کی حرم کی حرمت بیت اللہ کی عظمت جو نص قرآن سے ثابت ہی اُس کا ادب بھی دل سے اٹھا دیا تو کیا اُس وقت برگزیدہ جماعت تابعین اور صلحائے اُمت نے یہی کیا جیسے تم دعوتِ حق کہکر مسلمانوں کے سامنے لاتے ہو آیۃ شریفہ انما ینھٰکم اللہ الخ کے مصداق یزید لعین اور حجاج بن یوسف دونوں ہر طرح سے ہیں۔

دین کے بارے میں یہ لڑے اور پھر کس سے مقابل ہوئے جسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رُوح و ریحاں فرمایا تھا خاندان نبوت اور آلِ ہاشم کو بے خانماں انھوں نے کیا قرآن پاک میں آیۃ لا ینھٰکم اللہ عن الذین اور انما ینھٰکم اللہ عن الذین دونوں جگہ جو بجائے اسم ظاہر اسم موصول وارد ہوا ہی اُس سے اس امر کی طرف اشارہ ہی کہ یہ حکم کسی خاص گروہ و فرقہ

ہے مخصوص نہیں جو مسلمانوں سے قتال فی الدین کرے گا انھیں مکانوں سے نکالے گا یا ان کے دشمنوں کی مدد کرے گا اُس سے مسلمانوں کی موالات ممنوع و حرام ہے۔ اس میں کسی مذہب وملت کی قید نہیں جیسا کہ پہلی آیۃ لا ینہاکم اللّٰہ کے متعلق تعمیم کو بہت وضاحت کے ساتھ ابن جریر نے کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن وہ حضرات جنھیں دین کا ستون کہا گیا ہے اُن کے عمل میں اس کا سُراغ کہیں نہیں ملتا جس کی تم تحریک کر رہی ہو۔

ہاں جو کچھ رازداران رموز شریعت نے کیا صفحات تاریخ پر وہ تاباں و درخشاں ہیں ایک صدی بھی گزرنے نہ پائی جو خاندان نبوت میں سے خلفائے عباسیہ سریر آرائے مسند خلافت ہو گئے۔

تاتاریوں کے حملے نے جب بغداد تباہ کیا اور مسلمانوں کے صدیوں کا سرمایہ خصوصاً علمی خزینہ خوں ریز ظالم ہاتھوں نے وحشت و بربریت میں آ کر برباد کر دیا خلیفۃ المسلمین کو نہایت بیدردی و بیرحمی سے شہید کیا اور خود فاتحانہ و ملوکانہ حیثیت سے بغداد پر حکومت کرنے لگے اُس وقت مفتوح مسلمین نے تاتاریوں کے ساتھ کیا یہی طرز عمل اختیار کیا جس کی تم نشر و تبلیغ کر رہی ہو۔

واللّٰہ ثم باللّٰہ جو کچھ اُنھوں نے کیا آج اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلامی سلطنت اس چودھویں صدی میں بھی آخری سانس بھرتی ہوئی نظر آرہی ہے مفتوح و مظلوم قوم نے کس خوبی و کمال سے فاتح کو مفتوح بنا لیا دنیا کی تاریخ میں یہ عجیب واقعہ ہے ایک قوم ملک فتح کرتی ہے لیکن مفتوح قوم اُس کا مذہب اُس کا اخلاق فتح کر کے فرقِ فاتح و مفتوح مٹا دیتی ہے۔

اگر اہلِ بغداد اُس وقت کسی کافر فرقہ کا دامن پکڑتے تو نہ معلوم کبھی کا سلطنت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔

تریدون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا	لے پرستارانِ ہنود کبھی یونان کی قوت اور اسلامی اخلاق کی کشش بھی تم نے دیکھی ہے

کبھی تم نے کلمہ توحید جس دل پر نقش ہوا اس کے نعرۂ تکبیر کے زور وطاقت کا خیال بھی کیا ہے

تمہاری مادی آنکھیں کفار کی جمعیت دیکھکر پتھرا گئیں تمہارے مادی دماغ کفار کی قوتِ فکریہ سے لرزاں وترساں ہو گئے لیکن کیا تمہارے پاس بچی کھچی کچھ ایمان کی بھی پونجی ہے؟ میری دلی دعا ہے کہ اس کا جواب تم اثبات میں دے سکو پھر میں تم سے یہ کہوں کہ ایمان کے نور سے توحید وخدا پرستی کے زور وقوت کا نظارہ کرو تو تمہیں اصلی شاہ راہ عمل معلوم ہو جائے

میری دردمندانہ گزارش تعصب اور ہٹ دھرمی سے یکسو ہو کر سنو اس وقت سیاسی مفتیوں نے الہامات گاندھی سے متاثر ومستفیض ہو کر موالات کی جو تعریف بیان کی ہے اور جن چیزوں کو مصداق موالات قرار دیا ہے وہ محض القائے گاندھی کی تعمیل ہے اس کا نتیجہ حقیقی اسلامی خدمت سے تغافل وبے پروائی ہے۔

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک موالات کے یہ معنی کسی نے نہ سمجھے نہ اپنی کتابوں میں لکھے تفاسیر سے بیر کن شواہد پیش کر چکا ہوں جو انکشاف حقیقت کے لئے بالکل کافی ہیں لیکن اس خیال سے کہ قرآن پاک کی عملی تفسیر حیات طیبہ حبیب کبریا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بعض احادیث مشہورہ جن سے ہر مسلمان صاحب ایمان کا کان آشنا ہے روایت کرتا ہوں اسی کے ساتھ ائمہ مجتہدین یعنی فقہائے کرام کی کتب فقہ کا بھی حوالہ ہوگا مولیٰ تعالیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ اپنے پیغمبر کے اتباع کا شرف حاصل کرے اور غلامی کفار سے نجات پائے۔

یہودیوں سے معاہدہ مدینہ طیبہ جب دار الہجرۃ قرار پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے باشندگان یہود سے ایک عہد نامہ لکھکر اسے واضح فرما دیا کہ مسلمانوں اور یہودیوں میں کیسے تعلقات رہیں گے ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے مضمون عہد نامہ کو روایت کیا ہے۔

كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا بين المهاجرين والانصار وادع فيه يهود وعاهدهم واقرهم على دينهم واموالهم وشرط عليهم واشترط لهم ۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھی جس میں مہاجرین وانصار کا یہودیوں کے ساتھ معاملہ صلح منضبط کیا گیا اُس تحریر میں اس کا عہد وقرار تھا کہ یہود کے مذہب اور مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا شرطیں ایسی تھیں جس سے فریقین پر پابندی آتی تھی ۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ شرط نہایت صفائی سے کی گئی ولا ینصر کافر علی مومن یعنی کسی کافر کی مسلمانوں کے مقابلہ اور ضرر رسانی پر مدد نہ کی جائے گی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ معاہدہ کی حقیقت موالات سے جداگانہ ہے معاہدہ جائز اور موالات حرام موالات حقیقی کا صاف لفظوں میں انکار موجود ہے ۔

مشرکین مکہ سے صلح | صالح النبی صلی اللہ علیہ وسلم المشرکین یوم الحدیبیۃ (رواہ البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے روز مشرکین سے صلح فرمائی (بخاری شریف)

حدیث شریف میں وارد ہے الصلح جایز بین المسلمین الا صلحاً احل حراماً او حرم حلالاً یعنی مسلمانوں کو کفار ومشرکین سے صلح کرنا جائز ہے مگر نہ ایسی صلح جو خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دے ۔ علماء سیاسی انصاف کریں کہ اگر وہ قوم ہنود سے معاہدہ یا مصالحت کر رہے ہیں تو موالات کا اُنھیں کب حق حاصل ہے یا اُنھیں ہولی اور رام لیلا میں شریک ہونے کی کہاں اجازت کیا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینا چودھویں صدی کے علماء سیاسی کو کسی آیۃ یا حدیث سے معلوم ہوا ہے تو براہ کرم اُسے پیش فرمائیں ۔

اجارہ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... خیبر کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اعطى خيبر اليهود على ان يعملوها ويزرعوها ولهم شطر ما يخرج منها (رواه البخاري)

وہاں کے یہودیوں کو اس شرط پر عطا فرمائی کہ وہ جوتیں بوئیں حق محنت و کاشت کا پیداوار میں نصف حصہ اُن کا ہوگا (بخاری شریف)

رہن

لقد رهن النبي صلى الله عليه وسلم درعاً له بالمدينة عند يهودي واخذ شعيرا لاهله (رواه البخاري)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے جو خرچ ازواج مطہرات کے لئے لیا (بخاری شریف)

کافر کا کام انجام دے کر اجرت لینا

جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى ينزع لليهودي كل دلو بتمرة حتى اجتمع له شئى من تمر (الرياض)

تشریف رکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ یہودی کا پانی کھینچنے لگے اس حساب سے کہ فی ڈول ایک کھجور یہاں تک کہ تھوڑی کھجوریں جمع ہوگئیں۔

کافر کو نوکر رکھنا

استاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله بن اريقط الدولي وكان كافرا (ابن خلدون وابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ ابن اریقط کو نوکر رکھ لیا اور وہ کافر تھا۔

کافر سے قرض لینا

وعن على ان يهوديا كان يقال له فلان حبر كان له على رسول الله صلى الله عليه وسلم دنانير فتقاضى النبي صلى الله عليه وسلم فقال له يا يهودي ما عندي ما

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی جسے یہودیوں کا عالم کہا جاتا تھا اُس کی کچھ اشرفیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ آتی تھیں اس نے

اعطيك قال فاني لا افارقك فقالوا يا رسول الله يهودي يحبسك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم منعني ربي ان اظلم معاهداً وغيره الخ (مشكوٰة)

تقاضا کیا آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس نقد نہیں جو تجھے دوں اس نے کہا کہ جب تک آپ ادا نہ فرمائیں گے میں آپ کو اُٹھنے نہ دوں گا ۔

۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ایک یہودی کی یہ مجال ہے کہ وہ آپ کو روکے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے یہی حکم دیا ہے کہ میں کسی پر ظلم نہ کروں خواہ وہ فریق معاہد ہو یا غیر معاہد۔

کافر کا علاج کرنا دوا بھیجنا

براء ملاعب الاسنه ارسل الى النبي صلى الله عليه وسلم اني قد اصابني وجع احسبه قال يقال له الدبيله فابعث الى بشي اتداوى به فارسل اليه النبي صلى الله عليه وسلم بعكة عسل وامره ان يستشفي (روض الانف)

براء نے جس کا لقب ملاعب الاسنہ ہے یہ التماس پیش کی کہ مجھے پیٹ کی بیماری نے ستا رکھا ہے جسے دبیلہ کہتے ہیں آپ کے پاس اگر کوئی دوا ہو تو بھیج دیجئے آپ نے ایک مشکیزہ شہد کا اُسے بھیج دیا اور حکم دیا کہ اسی سے اپنا علاج کر۔

واضح ہو کہ یہ اُس وقت ایسا سخت کافر شریر النفس تھا جس کے بھیجے ہوئے تحفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر رد فرمایا کہ یہ تحفہ نہیں ہے مداہنت کی درخواست ہے لیکن دوا بھیجنے سے اغماض نہ فرمایا۔

وقد رد هدية الى براء ملاعب الاسنه وقال اني نهيت عن زبد المشركين (قال صاحب روض الانف) قوله عليه السلام

براء ملاعب الاسنہ کا ہدیہ آپ نے رد فرما دیا اور ارشاد ہوا کہ مجھے مشرکین کی چکنی چپڑی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے صاحب روض الانف فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

عن زبد المشركين ولم يقل عن هديتهم يدل علیٰ انما كره ملاينتهم ومداهنتهم لان الزبد مشتق من الزبد كما ان المداهنة مشتقة من الدهن ہ

علیہ وسلم نے زبد مشرکین کو منع فرمایا اور یہ نفرمایا کہ اُن کے ہدیہ لینے سے منع کیا گیا ہوں اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے مداہنت کو برا جانا اس لئے کہ لفظ زبد مشتق ہے زبد بمعنی مسکہ سے جیسا کہ مداہنت مشتق ہے لفظ دہن بمعنی روغن سے۔

ہدیہ دینا اور مشرک سے ہدیہ طلب کرنا

اهدى الیٰ ابی سفیان عجوة واستهداه ادما فاهداه ابو سفیان وهو علیٰ شرکه (روض الانف)

رسول پاک نے ابو سفیان کو مدینہ طیبہ کی بہترین کھجور عجوہ ہدیہ بھیجی اور اُس سے مصالحہ یعنی نان خورش ہدیہ طلب فرمایا ابو سفیان نے مصالحہ بھیجا حالاں کہ وہ اُس وقت تک مشرک تھے۔

کافر کا ہدیہ قبول کرنا

المقوقس صاحب الاسکندریہ کتب بعثت الیك بجاریتین لهما مکان فی القبط عظیم وقد اهدیت لك کسوة وبغلة ترکبها ولم یزد علیٰ هذا ولم یسلم فقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم هدیته واخذ الجاریتین ماریه ام ابراهیم بن رسول الله واختها سیرین وبغلة بیضاء وهی دلدل وقال رسول الله ضنّ الخبیث بملکه ولا بقاء لملکه

مقوقس شاہ اسکندریہ نے بجواب فرمان نبوی جو خط لکھا اُس میں یہ بھی تھا کہ میں حضور کے لئے کچھ کپڑا بھیجتا ہوں اور ایک سفید بغلہ اُس پر حضور ہی سوار ہوں اور دو جاریہ لیکن مقوقس اسلام نہ لایا۔

تحفہ آپ نے قبول فرمایا بغلہ سفید دیا جو عرب میں نایاب تھا اُس کا نام آپ نے دلدل رکھا جاریہ میں سے ایک کا نام ماریہ تھا جن کے بطن سے سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلے اللہ

(طبقات ابن سعد) پیدا ہوئے تھے دوسری کا نام شیریں تھا۔ لیکن اُس کے اسلام نہ لانے پر آپ نے فرمایا خبیث سلطنت کے خیال سے ایمان نہ لایا حالاں کہ ملک وسلطنت اُس کا باقی رہنے والا نہیں ہے۔

دوسری روایت ثم هرقل كتب كتاباً وارسله مع دحية يقول فيه لنبي صلى الله عليه وسلم اني مسلم ولكني مغلوب على امري

ہرقل نے جواب لکھکر حضرت دحیہ کے حوالہ کیا اُس میں یہ کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں لیکن رعایا سے مغلوب ہوں ایمان کا اظہار کر نہیں سکتا۔

وارسل اليه بهدية فلما قرأ النبي صلى الله عليه وسلم كتابه قال كذب عدو الله ليس بمسلم بل هو على نصرانيته وقبل هديته وقسمها بين المسلمين (روض الانف)

جواب کے ساتھ کچھ تحفہ بھی بھیجا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا خدا کا دشمن جھوٹا ہے وہ مسلمان نہیں بلکہ وہ اپنے نصرانیۃ ہی پر ہے ہدیہ قبول فرمایا اور مسلمانوں میں اُسے تقسیم فرما دیا۔

مقوقس نے جو ہدیہ بھیجا تھا اُس میں ذات مبارک کی تخصیص کر دی تھی اس لئے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم مسلمانوں پر نہ فرمایا لیکن ہرقل نے تحفہ بھیجا اور اُس میں تخصیص نہ تھی اس لئے اُسے آپ نے تقسیم فرما دیا۔

کافر کا ہدیہ ایک قسم مال غنیمت میں سے ہے عنقریب مسائل فقہیہ سے واضح ہوگا۔

تیسری روایت رأى عمر حلة سيراء تباع فقال يا رسول الله ابتع هذه

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ریشمی مخطط حلہ بازار میں فروخت ہوتے دیکھکر رسول اللہ

والبسها یوم الجمعة واذا جاءك الوفود قال انما یلبس هذه من لاخلاق له فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم منها فارسل الی عمر بحلة فقال البسها وقد قلت فیها ما قلت قال انی لم اعطکها لتلبسها ولکن لتبیعها وتکسوها فارسل عمر الی اخ له من اهل مکة قبل ان یسلم (رواه البخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ایک حلہ اپنے لئے خرید لیں جب کوئی وفد آئے یا جمعہ کا دن ہو تو اُسی زیب تن فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر ایسا لباس تو اُس کے لئے ہے جسے عالم آخرت میں کچھ حصہ اور نصیب نہیں۔ پھر کہیں سے وہی حلے خدمت اقدس میں تحفۃً پہونچے آپ نے اُن میں سے ایک حلہ فاروق اعظم کے پاس بھیجدیا حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کپڑے کا میرے پاس کیا مصرف رہا جب کہ اس کے متعلق آپ نے ایسا ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اس غرض سے تمھیں نہیں دیا کہ تم اُسے خود پہنو بلکہ یہ کہ تم اسے بیچ کر نفع حاصل کرو یا دوسرے کسی کو دے کر احسان و نیکی کرو عمر فاروق نے اپنے بھائی کو جو مکہ میں تھے اور ہنوز ایمان نہ لائے تھے بھیجدیا۔

نفع مسلمین کے خیال سے کافر کو مال دینا

غزوہ خندق میں جب کہ کفار نے ایک بہت بڑی جمعیت سے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا تو اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے اس امر پر صلح فرمانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ مدینہ کے نخلستان کا ایک ثلث پھل اُنھیں سالانہ دیا جائے گا صلح کی کتابت ہو گئی لیکن گواہی وغیرہ ہنوز باقی تھی آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ انصاری سے مشورہ طلب فرمایا ان انصاریوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر یہ ایسا امر ہے کہ جسے آپ پسند فرماتے ہیں تو ہم راضی ہیں اور اگر اللہ تعالے نے حکم فرمایا ہے تو پھر تعمیل حکم الٰہی بسروچشم اور اگر ہمارا نفع مقصود ہی تاکہ دشمنوں کے حملے سے

ہم محفوظ رہیں تو پھر انھیں ایک کھجور بھی نہ دینا چاہیئے حالت کفر میں تو کفار مکہ ہم سے بلا قیمت نہ لے سکے اور اب کہ اسلام ہم میں آیا اور ہمیں حضور کے وجود با جود کی عزت و قوت حاصل ہوئی وہ کھجور کے عوض تلوار کی دھار اور نیزے کی نوک البتہ ہم سے پا سکیں گے آپ نے یہ جواب سن کر صلح نامہ چاک فرما دیا۔

صاحب الروض الانف اس واقعہ کو لکھکر تحریر فرماتے ہیں۔

وفیه من الفقه جواز اعطاء المال للعدو اذا کان فیه نظر للمسلمین واحتیاطاً لهم وقد ذکر ابو عبید هذا الخبر وانه امر معمول به وذکر ان معاویة صالح ملك الروم عن الکف عن ثغور الشام بمال دفعه الیه قیل کان الف دینار ۵

اس سے فقہ کا یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ کافر کو مسلمانوں کے نفع اور احتیاط سے رہنے کے لئے روپیہ دینا جائز ہے اور ابو عبید نے روایت کیا ہے کہ یہ ایسا امر ہے جس پر عمل بھی ہوا ہے حضرت امیر معاویہ نے ایک لاکھ اشرفی روم کے بادشاہ کو اس غرض سے عطا فرمائی تھی کہ سرحد شام پر حملہ آوری نہ کی جائے۔

کافر کے ساتھ رفق و مدارات

ان عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت دخل رهط من الیهود علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا السام علیکم قالت عائشة ففهمتها فقلت علیکم السام واللعنة قالت فقال رسول الله

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی اور زبان دبا کے السلام علیکم کی جگہ السام علیکم کہا یعنی تم پر موت آئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے یہودیوں کی شرارت سمجھ لی اور پردے کے پیچھے سے جواب دیا تمہیں موت آئے اور تم پر خدا کی لعنت ہو رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مھلاً یا عائشۃ ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ (وفی روایۃ) علیک بالرفق وایاک والعنف والفحش (رواہ البخاری)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ درگزر کرو ان کی شرارتوں کا خیال نہ کرو بیشک اللہ ہر کام میں نرمی و ملائمت پسند فرماتا ہے (بخاری شریف)

مدارات کی دوسری روایت

عن عائشۃ ان رجلاً استاذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رآہ قال بئس اخو العشیرۃ وبئس ابن العشیرۃ فلما جلس تطلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وجھہ وانبسط الیہ فلما انطلق الرجل قالت لہ عائشۃ حین رأت الرجل قلت کذا وکذا ثم تطلقت فی وجھہ وانبسط الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ متی عاھدتنی فحاشاً ان شر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حاضری کی اجازت طلب کی آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ اپنے خاندان کا بُرا شخص ہے لیکن جب وہ حضوری میں حاضر ہو کر بیٹھا تو آپ خندہ رو ہو کر اور کھل کر رہے۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دیکھکر تو آپ نے اُسے ایسا فرمایا تھا پھر آپ خندہ رو کھل کر اُس سے ملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا بیشک خدا کے نزدیک ایسا شخص بہت ہی بُرا ہے جسے لوگ اُس کے فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ (بخاری شریف)

کسی کی بُری عادت کو اس خیال سے اگر ظاہر کر دیا جائے کہ لوگ آگاہ ہو کر اُس کے شر و بدی سے محفوظ رہیں تو یہ جائز ہے اسی غرض سے آپ نے ایک کلمہ فرما دیا کہ اپنے قبیلہ و خاندان میں یہ بُرا شخص ہے لیکن ملاقات، گفتگو میں انبساط و اخلاق سے یہ سبق اُمت کو

دیا گیا کہ مدارات برے کے ساتھ انتہا یہ کہ کافر کے ساتھ بھی کرنا چاہیئے۔ اب

فقہائے کرام کی تحقیقات

ملاحظہ ہو، جس سے معلوم ہو گا کہ وہ کون سے امور ہیں جنھیں کافر کے ساتھ مومن کا عمل میں لانا جائز و مباح ہے۔

دشمن کے ملک میں بغرض تجارت جانا

اذا خرج للتجارة الیٰ ارض العدو بامان فان کان امر لا یخاف علیه منه وکانوا قوماً یوفون بالعهد یعرفون بذالك وله فی ذالك منفعة فلا باس (محیط)

جب کوئی مسلمان بغرض تجارت دشمن کے ملک میں اماں لے کر جائے تو اگر ایسا امر ہو جس سے کوئی اندیشہ نہیں اور وہ لوگ عہد پورا کرتے ہوں اور ایفائے عہد میں مشہور ہوں اور اس تجارت میں مسلمان کا نفع ہوتا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

دار الحرب میں کس قسم کی بیع حیوان کی اجازت ہے

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارة لم یمنع ذالك منه وکذالك اذا اراد حمل الامتعة الیهم فی البحر فی السفینة لا یمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر (هندیه)

جب مسلمان دار الحرب میں بغرض تجارت اماں لے کر جانے کا ارادہ کرے تو وہ اس ارادہ سے روکا نہ جائے گا۔ یہی حکم ہے اگر کشتی پر سامان لاد کر سفر دریا طے کر کے دار الحرب میں مال تجارت لے جائے۔

خچر گدھا بیل اور اونٹ کے لیجانے میں مضائقہ نہیں۔

دار الحرب سے کس قسم اجناس کے بیع کی اجازت ہے

فان کان خز امن ابریشم او ثیابا رقاقا من القز فلا باس

اگر ریشمی کپڑے خز کے یا باریک کپڑے قز کے لیجائے تو کچھ حرج نہیں اسی طرح دھات کی قسم میں سے صفر و شبہ دار الحرب میں لیجا کر

بادخالها اليهم ولا باس بادخال الصفر والشبه اليهم لان هذا لا يستعمل للسلاح (ہندیہ)

بیجنا ممنوع نہیں کیوں کہ ان معدنی اشیاء کا استعمال ہتیار کے لئے نہیں ہوتا۔

گھوڑا اور ہتیار دار الحرب میں لیجانا منع ہے

قال محمد لا باس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ما شاء الا الكراع والسلاح ـه (ہندیہ)

امام محمدؒ نے فرمایا کہ بغرض تجارت مسلم جو چاہے لاد کر اہل حرب کے ملک میں لیجائے لیکن گھوڑا اور ہتیار نہیں (ہندیہ)

دشمن کو ہدیہ بھیجنا

لو ان عسکرا من المسلمين دخلوا دار الحرب فاهدى اميرهم الى ملك العدو هدية فلا باس به وكذالك لو ان اميرا لثغور اهدى الى ملك العدو هدية واهدى ملك العدو اليه هدية (محيط)

اگر مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہوا پھر امیر لشکر نے دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ تحفہ بھیجا تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح مسلمانوں کے امیر سرحد نے دشمنوں کے بادشاہ کے پاس ہدیہ بھیجا یا دشمنوں کے بادشاہ نے مسلمانوں کے امیر سرحد پاس ہدیہ بھیجا تو کوئی حرج نہیں۔

دشمن کا ہدیہ مرسل الیہ کس حال میں تقسیم کریگا اور کس حال میں اس کا خاص ہوگا

قال محمد ما يبعثه ملك العدو من الهدية الى امير جيش المسلمين او الى الامام الاكبر وهو مع الجيش فانه لا باس بقبولها ويصير فيئا للمسلمين وكذالك اذا اهدى ملكهم الى قائد من قوائد

امام محمدؒ نے فرمایا کہ دشمن کے بادشاہ نے سردار لشکر مسلمین کے پاس یا امام اکبر کے پاس ہدیہ بھیجا درآں حالیکہ لشکر ہمراہ ہو تو اس کے قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں مسلمانوں کے لئے یہ ہدیہ حکم میں مال غنیمت کے ہے۔ اسی طرح جائز ہے جب اُن کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی فوجی افسر کے پاس ہدیہ بھیجے درآں حالیکہ

المسلمین له منعة ولو کان اهدی الی واحد من کبار المسلمین لیس له منعة یختص هو بها (محیط)

قوت مانعہ فوجی اُس کے ساتھ ہو اس لئے کہ یہ ہدیہ مسلمانوں کے حق میں حکم مال غنیمت کا رکھتا ہے اور اگر مسلمانوں کے کسی ایسے بڑے کے پاس بھیجا جس کے ساتھ قوت مانعہ نہیں تو یہ ہدیہ اُس بڑے کا ذاتی ہوگا اور خاص اُسی کا ہوگا۔

کافر کا نوکر رکھنا

من ارسل اجیرا له مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یهودی او نصرانی او مسلم وسعه اکله (ہدایہ)

کسی نے اپنے مجوسی نوکر یا خادم کو بھیجا اُس نے گوشت خریدا اور یہ کہا کہ میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلم سے خریدا ہے تو مسلمان کو گنجائش اُس گوشت کے کھالینے کی ہے۔

واضح ہو کہ مجوسی و دیگر اہلِ کفار (سوائے کفار اہلِ کتاب) کسی کا قتل کیا ہوا جانور مسلمان کو کھانا جائز نہیں۔ اہلِ کتاب خدا کا نام لے کر ذبح کرتے تھے شریعت نے ان کا ذبیحہ حلال کیا لیکن آج کل نصرانی ذبح نہیں کرتے لہٰذا اُن کا کھانا حرام ہے۔

کافر کی نوکری کرنا

مسلم آجر نفسه من مجوسی لا باس به (فتاویٰ امام طاہر بخاری)

کسی مسلمان نے مجوسی کی مزدوری کی تو کچھ حرج نہیں۔

کافر کو امور کفار کے لئے مقرر کرنا

الکافر یجوز تقلیده القضاء لیحکم بین اهل الذمة ذکره زیلعی فی التحکیم (درمختار)

کافر عہدۂ قضا پر اس لئے مقرر کردیا جائے تاکہ ذمیوں کے معاملات و مناقشات کا فیصلہ کرے تو یہ جائز ہے امام زیلعی نے تحکیم میں اس مسئلہ کا ذکر فرمایا ہے۔

مفتیان سیاسی کی خیانت

یہ مسئلہ بار بار زبان قلم پر آچکا کہ موالات کے سیاسی

مفتیوں نے دو ترجمے کئے ہیں ایک محبت و دوستی اور دوسرا مناصرۃ (یعنی مدد دینا یا مدد لینا)
مفتیان سیاسی مناصرۃ سے مطلق مدد دینا یا لینا ارادہ کرتے ہیں تاکہ نان کوآپریشن
کے حدود دائرہ شریعت میں آجائیں اور یہی اُن کی خیانت ہے۔

موالات جب مناصرۃ کے معنی میں لیا جائے گا تو وہاں نصرۃ علی المومنین مراد ہوگا
یعنی ایسی مدد جس سے مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو یا نصرۃ الکفر مراد ہے یعنی کفر کی مدد۔
معاشرتی تمدنی اور اخلاقی امور میں مناصرۃ ہرگز ہرگز ممنوع نہیں۔

مفتیان سیاسی کی فریب دہی

لیڈروں کو اس وقت کفار ہند سے موالات حقیقی چوں کہ مرکوز خاطر ہے اس لئے سیاسی مفتیوں نے یہ فریب آمیز مغالطہ پیش کیا کہ عدم موالات یا عدم وداد کا حکم عام کفار سے متعلق نہیں بلکہ یہ حکم اُنھیں کفار سے مخصوص ہے جو مسلمانوں سے قتال فی الدین کریں یا اُنھیں اُن کے مکانوں سے نکالیں یا اُن کے اخراج پر دشمنان اسلام کی مدد کریں اس فریب کی بہت اچھی طرح قلعی کھولی جاچکی روز روشن کی طرح یہ ثابت کردیا گیا کہ آیات الٰہیہ پکار پکار کر یہ حکم دے رہی ہیں کہ مطلقاً کفار سے موالات اور وداد حرام ہے منھی عنہ ہے کوئی مفسر کوئی مجتہد نسخ اطلاق کا قائل نہیں موالات کے معنی شرعی بیان کرنے کے بعد تفاسیر مفسرین سے شہادت بھی گزر چکی اب احادیث و سیر و نیز کتب فقہ سے روایات صحیحہ معتبرہ نقل کردی گئیں ہر شخص بجائے خود فیصلہ کرلے کہ موالات یا مناصرۃ کے اگر یہ معنی جو مفتیان سیاسی اختراع کر رہے ہیں لئے جائیں تو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ خود صاحب وحی و کتاب شارع علیہ السلام نے کفار سے یہود سے بطرز گوناگوں موالات پیدا کی کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

فرزندانِ اسلام دین کی غیرت مذہب کی حمایت دشمنان ایمان کی عداوت کلام اللہ کا فہم کیا تمہاری ہی قسمت کے لئے روزازل سے امانت تھا موالات کے اگر یہ معنی ہوتے جسے تم بیان کررہے ہو مناصرۃ کا اگر یہ مفہوم ہوتا جسے تم سمجھانا چاہتے ہو تو سب سے پہلے وہ وجود مقدس جس کا آستانہ مہبط جبریل تھا اس حکم کی تعمیل کر کے عملی نمونہ اُمّت مرحومہ کے لئے چھوڑ جاتا۔

غزوۂ خندق کی روایت پڑھو مدینہ طیبہ پر اُنھیں کفار نے ہجوم کیا تھا جنھوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا مکانوں سے نکالا تھا دشمنان اسلام کی مدد کی تھی لیکن دیکھو انھیں مدینہ کا ایک ثلث ثمر دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح فرمانا چاہتے ہیں اور اسے کافر کی امداد نہیں خیال فرماتے اگر تم ہوتے تو سورۂ ممتحنہ کی آیت تلاوت کر کے معنی موالات سمجھا دیتے۔

تمہارے فتوے کی رُو سے دارالحرب میں مال لیجانا کفار کی مدد ہی کافر کو ہدیہ دینا کفار کی مدد ہی کافر سے ہدیہ لینا کفار کی مدد ہے خاص کر جب کہ حالت جنگ ہو اُس وقت تو تمہارے فتوے کی بلند آہنگی کا کیا کہنا۔

لیکن اے شریعت اسلام سے بیگانہ محض مفتی احادیث صحیحہ اور مسائل فقہیہ تو یہ بتاتے ہیں کہ یہ سارے امور بہ نفس نفیس حضور پُر نور ہادیِ سُبل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے برت کر فرق موالات و مدارات فرق وداد و معاشرت جمیل واضح فرما دیا۔

دشمن کا ملک ہی عساکر اسلامیہ دارالحرب میں خیمہ زن ہیں سپہ سالار اسلام دشمن کے بادشاہ کو ہدیہ بھیجتا ہی شریعت اجازت دیتی ہی دشمن کا بادشاہ سپہ سالار اسلام کو ہدیہ بھیجتا ہی شریعت قبول کرنیکی اجازت دیتی ہی جن چیزوں کو کلام اللہ حدیث رسول اللہ لعتہاد ائمہ دین جائز بتائیں اس چودھویں صدی کا مفتی اُسی نہ صرف

ناجائز بلکہ حرام قطعی کہنے کا حق رکھتا ہے جو اُسے جائز سمجھے اُسے وہ دائرہ ایمان و اسلام سے خارج کر سکتا ہے۔ اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذ بك من شرورھم

کفار کا عمل بائیکاٹ

ایضاح حق جس تثبیت کا خواہاں تھا بعونہ تعالیٰ اُس سے فارغ ہو چکا ہوں لیکن بایں خیال کہ تا در باید رسانید چند مشہور معتبرہ روایتیں نقل کرتا ہوں تاکہ نان کوآپریشن نے جو موالات کی عبا پہنکر ممبر مسجد تک اپنے کو پہنچایا ہے اُس کے اس پیرہن مغصوب و مسروق کا کوئی تار جسم کفر پہ باقی نہ رہ جائے۔

روایت اوّل

بائیکاٹ جس کا ترجمہ لیڈروں نے عدم تعاون و مقاطعہ کیا ہے اس کی تحریک آغاز عہد اسلام میں کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی غرض سے کی تھی۔

دار الندوہ میں بائیکاٹ کی تحریک

دار الندوہ میں کفار مکہ جمع ہوئے اور ایک عہد نامہ لکھا حاضرین کے دستخط سے اُس کی توثیق کی گئی مضمون اُس کا یہ تھا۔

لاینکحوا الیھم ولا ینکحوھم ولا یبیعوھم شیئاً ولا یبتاعوا منھم (ابن ہشام)

پیغمبر خدا اور اُن کے ساتھ بنی ہاشم کی نہ چیزیں خریدیں گے نہ اُن کے ہاتھ کسی قسم کی چیز بیچیں گے ہمارے شادی بیاہ اُن کے یہاں نہ ہوں گے نہ اُن کے شادی بیاہ ہمارے یہاں ہوں گے۔

یہ ہی خاموش مقابلہ اور مقاومت مجہول ہے جسے کفار مکہ نے ایجاد کیا۔

ایک روایت کی رو سے تین برس اور دوسری روایت کی رُو سے دو برس تک کفار مکہ اس عہد نامہ پر سختی سے مصر رہے شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عرصہ میں تشریف فرما رہے اس مقاطعہ نے آل ہاشم کو سخت تکلیف پہونچائی آخر آپ نے

حضرت ابوطالب کی وساطت سے اُنھیں ہدایت کا پیام بھیجا کہ تمہارے عہد نامہ کو دیمک نے چاٹ لیا اُس میں سے صرف اسم ذات اللہ باقی رہ گیا ہے یہ آپ کا معجزہ تھا بعد تصدیق اس خبر کے عہد نامہ فسخ ہوا اور خاندان ہاشم نے اس بندش سے راحت پائی۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر لین دین اور کاروبار دنیا دی میں کفار سے مدد لینا حرام و منہی عنہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ہزار چند زیادہ تکلیف برداشت فرماتے لیکن حاشا وکلا کبھی کفار کو اس بندش کے توڑنے کی ہدایت نفرماتے۔

یہ حیلہ نہ پیدا کیا جائے کہ اُس وقت تک عدم موالات کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی وہ سب آیتیں جن میں موالات کفار سے نہی وارد ہے مدنی سورتوں میں ہیں اس حیلہ کی یوں گنجایش نہیں کہ مداہنت جس کا رتبہ موالات سے کہیں کم ہی قیام مکہ میں ممنوع ہو چکا تھا جس سے اس نتیجہ پر پہونچے کہ معاشرت دُنیاوی میں لین دین موالات تو کجا مداہنت بھی نہیں۔

یہ امر مخفی نہیں کہ کفار نے سو سو طرح سے چاہا کہ کچھ بھی دین کے باب میں حضور نرمی فرمائیں کم از کم ہمارے معبودوں کو باطل نہ فرمائیں لیکن وہ مجسمۂ حق و صداقت جسے اپنے رب کے جناب سے یہ حکم ملا تھا کہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین یعنی جس کا تمھیں حکم دیا جاتا ہے اُسے کھول کر پہونچاؤ اور مشرکین کی پروا نہ کرو اُس کی بارگاہ سے ہمیشہ کفار کے کانوں میں یہی صدا پہونچتی رہی انتم وما تعبدون حصب جھنم یعنی تم اور تمہارے معبود سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

آیۂ کریمہ ودوا لو تدھن فیدھنون کی ہی یعنی کفار تو دل سے چاہتے ہیں کہ اگر تم کچھ ملایم پڑو تو وہ بھی ملایم ہو جائیں اس آیۂ شریفہ میں انتہائے بلاغت کے ساتھ اللہ تعالےٰ

اس کی خبر دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مداہنت محال ہے۔

حق سبحانہ نے اِنْ تُدْھِنُ نہ فرما کر لَوْ تُدْھِنُ فرمایا یہ اس لئے کہ اگرچہ حرف شرط لَوْ اور اِنْ دونوں ہیں لیکن اِنْ کی وضع امکان کے لئے ہے اور لَوْ کی وضع محال کے لئے اوّلاً یہ کہ جملہ قضیہ شرطیہ ہے اور ظاہر کہ شرطیہ بغیر صدق مقدم و تالی بھی صادق ہوتا ہے انتفائے مداہنت کے لئے شرط کے ساتھ بیان کرنا کافی تھا۔ لیکن نہیں اسی پر اکتفا ہوا بلکہ حرف شرط لَوْ بجائے اِنْ کے ارشاد فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ مداہنت رسول سے محال ہے دونوں مسئلوں کی دلیل آیۃ لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا میں موجود ہے۔

بائیکاٹ اور ہڑتال کو اب بھی موالات کہنا دراصل خدمت دین سے چشم پوشی کا مرادف ہے۔ اس روایت سے اس قدر یاد رکھئے کہ مقاطعہ کی رسم عرب میں بھی تھی کفار نے اس پر عمل بھی کیا تھا دو برس تک اس کی تکلیف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برداشت فرما چکے تھے اس قدر یادداشت کسی موقع پر کام آئیگی۔

جنگ بدر مسلمانوں سے یہ پوشیدہ نہیں کہ کفار مکہ سے جنگ بدر میں اولین مقابلہ عساکر اسلامیہ کا تھا لیکن اسی ایک مقابلہ نے جہاد اسلامی اور حرب تمدنی کا فرق ایسا آشکارا کر دیا جس کے زریں حروف صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیں گے جہاد خدا کی ایک ایسی رحمت ہے کہ جس خطۂ زمین پر اس کی حقیقت مشہود ہوئی وہاں کی زمین اور زمین کے بسنے والوں نے وہ حیات پائی ہے جو خلق وجود کا حقیقی راز اور مایۂ ناز تھا لیکن اسی کے مقابلہ میں حرب تمدنی خدا کا ایک قہر ہے جو گوناگوں تباہی قومی ملکی اخلاقی اور علمی اپنے ساتھ ساتھ لاتی ہے۔

یورپ کو اپنی تہذیب پر ناز ہے لیکن وہ آئے اور دیکھے کہ اسلام جب میدانِ جنگ

یں اپنی فوجوں کو آراستہ کرتا ہی اور پھر حکم الٰہی مجاہدین فی سبیل اللہ کی شمشیر و سنان کو جنبش دیتا ہے تو اُس کی ہر حرکت کس طرح دائرہ حکم الٰہی میں گردش کرتی ہی۔

خواہش نفس ہیجان غضب شدت کینہ خیرگی حواس اور غیر متعدل جوش ان کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔

مجاہد کا ہاتھ تحت امر الٰہی اُس انجن کے مانند ہے جسے اُس کا سائق ایسی قوت ومہارت سے چلا رہا ہو کہ بال برابر بھی ریل کی پٹری سے وہ اُترنے نہیں پاتا انجن اگر ریل سے اُتر جائے تو ہزاروں جانوں کا خون ہو جائے اسی طرح مجاہد فی سبیل اللہ اگر راہ حق سے راہ ہوا میں حرکت کر جائے تو للہیت واخلاص کا خون ہو جائے۔

واقعۂ بدر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ وہی کفار مکہ ہیں جنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں بانواع مختلفہ پہونچائی ہیں تیرہ برس پیغمبر اور اُس کے متبعین مسلمین پر کفار مکہ نے ستم وجفا کی مشاقی کی ہے ہجرت کے بعد بھی جس کے ایمان واسلام کا وہ پتہ پا گئے ہیں اُس کی ہستی تہ وبالا کر ڈالی ہی۔

آج اُنھیں کفار نے ایک بہت بڑی تعداد میں فوج واسلحہ سے مسلح ہو کر مدینہ پر فوج کشی کی ہے ادھر اللہ کا حبیب تین سو تیرہ بے سرو سامان مسلمانوں کو لے کر اُن کی مدافعت پر روانہ ہوا ہی بدر کے مقام پر حق وباطل کا مقابلہ ہوتا ہی قادر مطلق مولیٰ تعالےٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل فتح عطا فرماتا ہی ستر کافر مومنین کے ہاتھوں سے جہنم واصل ہوئے ستر کافر مومنین کے ہاتھوں میں قید وگرفتار ہوئے۔

اب سورۂ ممتحنہ کی آیۃ پھر تلاوت کر لیجئے تاکہ واقعات مابعد کے سمجھنے میں اِس آیۃ کی تفسیر آپ کو فعل رسول سے معلوم ہو سکے۔

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون ۝

اللہ ان لوگوں کے متعلق جو دین کے معاملہ میں تم سے نہیں لڑے اور نہ اُنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اس سے منع نہیں کرتا کہ تم ان کے ساتھ بھلائی اور منصفانہ سلوک کرو بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کی دوستی سے روکتا ہی جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں امداد پہونچائی اور جو ان سے دوستی رکھیں وہی ظالم ہیں۔

یہ دو آیتیں ہیں پہلی آیۃ لاینھاکم اللہ سے شروع ہوئی ہے اور دوسری آیۃ کا انما ینھاکم اللہ سے آغاز ہے۔ لیکن اسے اچھی طرح دیکھلو کہ پہلی آیۃ میں جس چیز کی اجازت ہے یعنی بر و اقساط جس کا ترجمہ بھلائی اور منصفانہ سلوک کیا گیا ہی دوسری آیۃ میں اس سے منع نہیں فرمایا ہاں دوسری آیۃ میں جس سے منع فرمایا ہے یعنی ولا جس کا ترجمہ دوستی اور مدد کیا گیا ہی اُس کی اجازت پہلی آیۃ میں عطا نہیں فرمائی۔ آیۃ پڑھو اور ترجمہ سے مطابقت دیتے جاؤ یہ ترجمہ بعینہٖ تمہارے شیخ الہند مفروض کے فتوے سے نقل کیا گیا ہے اس طرح اجازت اور نہی کیوں وارد ہوئی اس کی تفصیل صفحات ماسبق میں گزرچکی اجازت اور سکوت میں جو فرق ہی وہ ظاہر ہے لیکن جب کہ اجازت پر ترغیب بھی دلائی جائے تو اب فرق بہت ہی اجلیٰ اور نمایاں ہوگیا اسی کے ساتھ اس قدر اور سمجھ لیجئے کہ دونوں آیتوں میں دونوں حکم تعمیم کے ساتھ ہیں کسی فرقہ کی تخصیص ان دو آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی

نہیں کی گئی افعال و اعمال پر حکم جواز و نہی صادر ہوا ہے نہ کہ ملت و مذہب پر اب احکام عدم موالات کا استقصا کر لیجئے۔

پہلا حکم لا یتخذ المومنون الکافرین اولیا یعنی مومنین اپنا دوست یا مددگار کافر کو نہ بنائیں۔

دوسرا حکم یا یہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء یعنی اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست و مددگار نہ بناؤ۔

ان دونوں آیتوں میں علت عدم موالات ان گروہوں کا کافر ہونا ہے مسلمانوں کے ساتھ پیروان ادیان باطلہ کا کیسا ہی برتاؤ کیوں نہ ہو لیکن محض اس وجہ سے کہ وہ کافر ہیں موالات مومن سے محروم رہیں گے۔

تیسرا حکم انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاہروا علیٰ اخراجکم ان تولوہم ومن یتولہم فاولئک ھم الظالمون۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اُن لوگوں کی دوستی اور امداد کرنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے مقاتلہ کیا اور تمہارے گھروں سے تم کو نکالا اور تمہارے دشمنوں کی تمہارے اخراج پر مدد کی اور جو کوئی تم میں اُن ظالموں سے دوستی رکھے یا اُن کی مدد کرے تو وہی ظالم ہے۔

اس آیۃ میں عدم موالات کی علت افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ ظلم و ستم کو قرار دیا ہے ان افعال خبیثہ کا جو بھی مرتکب ہوگا اُس سے مسلمانوں کو ترک موالات کرنا ضروری ہے خواہ وہ نصرانی ہو یا یہودی ہو یا کافر مشرک ہو یا مدعی اسلام ہو۔

ان تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے واقعات بدر کی طرف نظر ڈالئے۔

کافر کے ساتھ وفا اور انصاف جماعت کفار میں ایک کافر ہے جس کا نام ابوالبختری ہے اس کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ اگر میدان جنگ میں اس کا مقابلہ ہو جائے تو مسلمان اسے قتل نہ کریں بلکہ زندہ میرے حضور میں حاضر کیا جائے صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اُس کی حیات بخشی آپ نے کیوں فرمائی ارشاد ہوتا ہے کہ قیام مکہ میں اس نے اپنے ہاتھ اور زبان سے مجھے تکلیف نہیں پہونچائی تھی آج اُس کا عوض یہ ہے کہ اُس کی جان بخشی کیجائے ابوالبختری کا مقابلہ ہوتا ہے صحابہ اُسے امان دیتے ہیں لیکن وہ اپنے ساتھی کی بھی اماں طلب کرتا ہے اُس کے متعلق اجازت نہ تھی صحابہ عذر کرتے ہیں ابوالبختری لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخر کار مارا جاتا ہے صحابہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں

فقال والذی بعثك بالحق لقد جهدت علیه ان یستاسر فاٰتیك به فابیٰ الا ان یقاتلنی فقاتلته فقتلته ؕ	صحابی نے عرض کیا قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے اُس کے قید کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اُس نے انکار کیا اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا پھر میں بھی مقابلہ پر اُس کے تیار ہوا اور آخر میں نے اُسے قتل کر دیا۔

دوسری روایت سہیل بن عمرو ایک کافر بدر کے روز گرفتار ہوا یہ شخص بلا کا مقرر تھا مخالفت اسلام پر مجامع کفار میں پُر زور تقریریں کیا کرتا تھا فاروق اعظم اس کی سزا کے متعلق ایک تحریک پیش فرماتے ہیں رحمۃ للعالمین اُسے نامنظور فرماتے ہیں اور جواب میں ایسا کلمہ ارشاد ہوتا ہے جو عدل و انصاف کی ایک بے نظیر مثال ہے۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه قال لرسول اللہ صلی اللہ علیه	عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت ہو تو سہیل بن عمرو کے اگلے دو دانت

وسلم یا رسول اللہ دعنی انزع ثنیتی سہیل بن عمرو ویدلع لسانہ فلا یقوم علیک خطیبًا فی موطن ابدا قال | اُکھاڑ دوں اُس کی زبان باہر نکل پڑے گی تو آپ کے خلاف تقریر کرنے پر کھڑا نہ ہوا کرے گا۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا امثل بہ فیمثل اللہ بی وان کنت نبیاً ۵ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اُسے مثلہ نہ بناؤں گا پھر تو مجھے بھی اللہ مثلہ بنا دے گو کہ میں نبی ہوں۔

تیسری روایت ان دونوں سے زیادہ واضح اور لائح وہ سلوک پیغمبر ہے جس کی رعایت کافر قیدیوں کے ساتھ کی گئی خوب یاد رہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آج جو گرفتار ہیں کل تک انھیں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا مکانوں سے نکالا تھا قیدی ہیں کافر ہیں ظالم ہیں دشمن جانی ہیں لیکن خدا کا برگزیدہ رسول انھیں حالت اسیری میں دیکھکر اپنے یاروں کو حکم دیتا ہی

استوصوکم بالاسارٰی خیرا | قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنی کی میں تمھیں وصیت کرتا ہوں

اس وصیت رسول کی صحابہ نے کیوں کر تعمیل فرمائی اُسے قیدیوں کی زبان سے سُنئے۔

فکانوا اذا قدموا غداءھم او عشاءھم خصونی بالخبز واکلوا التمر لوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم ۵ | قیدیوں کا بیان ہی کہ صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جب دن کا کھانا یا رات کا کھانا آتا تو روٹی ہمیں دیتے اور کھجور خود کھاتے یہ ایثار و خاطر داشت یوں تھی کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔

چوتھی روایت فکان فداء المشرکین | بدر کے روز مشرکین کا فدیہ کم از کم فی

يومئذ اربعة آلاف درهم بالرجل الى الف درهم الا من لا شئ له فمن رسول الله صلى الله عليه وسلم

مشرک چار سو درہم اور زیادہ سے زیادہ ہزار درہم تھا لیکن جس مشرک کے پاس کچھ نہ تھا اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا۔

چوتھی روایت کی مزید تفصیل

ابو عزة عمرو بن عبد الله كان محتاجاً ذا بنات فكلم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله لقد عرفت مالي من مال واني لذو حاجة وذو عيال فامنن علي فمن عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم واخذ عليه ان لا يظاهر

قیدیوں میں ابو عزہ عمرو بن عبد اللہ بہت ہی محتاج شخص تھا اور اس کے کئی لڑکیاں تھیں اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود جانتے ہیں کہ میرے پاس مال نہیں اور میں ایک مرد محتاج اور عیال دار ہوں مجھ پر منت رکھئے اور کرم فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر احسان فرمایا اور یہ قول لے کر کہ پھر کافروں کی مدد نہ کرنا اُسے چھوڑ دیا۔

کافر کو معلم بنانا

فمن لم يكن عنده شئ امر ان يعلم غلمان الانصار الكتابة

جن قیدیوں کے پاس کچھ نہ تھا اور وہ لکھنا جانتے تھے اُن کا فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ اطفال انصار کو لکھنا سکھائیں جب اُنھیں لکھنا آجائے تو یہ قید سے آزاد ہیں۔

اقساط کی کھلی مثال

لما كانت اسارى بدر كان فيهم العباس عم رسول الله صلى الله عليه وسلم فسهر النبي صلى الله عليه ليلته فقال له بعض اصحابه ما اسهرك يا نبي الله

بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے قیدیوں کی مشکیں باندھ دی گئی تھیں حضرت عباس کراہنے لگے بغل میں قیدیوں کے خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا حضرت عباس کے کراہنے سے

فقال انين العباس فقام رجل
فارخى من وثاقه فقال رسول الله
صلے الله عليه وسلم مالى لا اسمع
انين العباس فقال رجل
من القوم انى ارخيت من وثاقه
شيئا قال فافعل ذالك بالاسارى
كلهم ۵

آپ بے کل ہو گئے آنکھوں سے نیند اُڑ گئی
بعض صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ بیخوابی
کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا عباس کی کراہ
یہ سُن کر حاضرین میں سے ایک صحابی اُٹھے اور
حضرت عباس کے بند ڈھیلے کر دیے۔ تھوڑی
دیر بعد آپ نے پوچھا کہ عباس کے کراہ کی آواز کیوں
نہیں سُنتا ہوں حاضرین میں سے ایک نے عرض
کیا کہ میں نے اُن کی بندش ڈھیلی کر دی ہے
آپ نے فرمایا کہ ساری قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر دی جائے

اے مفتیان شریعت گاندھی ان واقعات کو پڑھو اور ہمیں بتاؤ کہ قیدیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا یہ احسان وانصاف ہے یا بدی اور ظلم۔ اگر یہ واقعات سرتاسر رحمت شفقت عدل اور انصاف بتاتے ہیں تو پھر تمہارا یہ کہنا کہ سورہ ممتحنہ کی آیۃ ایک اصولی تقسیم ہے کس قدر لغو اور باطل ہے۔ یا یہ کہو کہ یہ احسان وانصاف اُن لوگوں کے ساتھ ہوا جو اقسام ثلثہ ظلم میں سے ایک کے بھی مرتکب نہ تھی نہ تو انھوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا نہ مکانوں سے نکالا تھا نہ اُن کے دشمنوں کی مدد کی تھی تو آفتاب پر خاک ڈالنا ہے یا یہ کہو کہ یہ موالات و مداہنت ہے اگر تمہارے نزدیک یہ موالات ہے یا مداہنت تو تمھیں تمہارا فتویٰ مبارک ہو ہمیں اُسوۂ حسنہ رسول کی تعمیل کرنے دو تمھیں اپنے پیشوا کی تعلیم اور اُس کی تعمیل نصیب ہو یوم ندعوا کل اناس بامامھم کا جس روز ظہور ہوگا تم گاندھی کے ساتھ ہوگے اور مسلمین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کے لواء حمد کے نیچے ہوں گے۔

فتح مکہ پر نظر — سورۂ ممتحنہ فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی ہے لہذا ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا اُس وقت انھی کفار کے ساتھ جنھوں نے تیرہ برس تک مسلمانوں پر ظلم وستم کی مشاقی کی تھی جن کی شرارتوں نے مسلمانوں کو بے خانماں بنا کر ہجرت پر مجبور کیا تھا جن کے پیہم حملوں نے مدینہ طیبہ میں بھی راحت وسکون سے بیٹھنے نہ دیا تھا اب کہ مکہ فتح ہوتا ہے اور کفر کے سارے گھمنڈ خاک مذلت میں فنا ہو رہے ہیں رسول کا برتاؤ ایسے فریق محارب جنگجو جفا کار کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

روایات معتبرہ ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ کا نقیب مکہ کی ہر گلی کوچہ میں یہ صدا دے رہا ہے کہ

من دخل دار ابی سفیان فھو	جو ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے اُسے
اٰمن ومن اغلق علیہ بابہ فھو	امن ہے جو اپنے مکان کا دروازہ بند کرلے اُسے
اٰمن ومن دخل المسجد فھو اٰمن	اماں ہے جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اُسے اماں ہے۔

ایک صدائے امان ہے کہ ہر در و دیوار سے گونج رہی ہے کفار کی جماعت سامنے کھڑی ہے سطوت محمدی نے سارے حوصلے پست کر دیئے ہیں اپنی جفائیں یاد ہیں لیکن وہ ذات جسے خود اُس کا رب العزۃ یہ فرمائے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اُس کے رحمت وکرم پر کفار ومشرکین مکہ کو بھی یہ اعتماد ہے کہ جب اُن سے بارگاہ نبوت سے یہ سوال ہوتا ہے۔

قال یا معاشر قریش ما	اے جماعت قریش تمہارا کیا خیال ہے آج تمہارے خونخوار ظلم وستم کا
ترون انی فاعل فیکم	کیا عوض دیا جائے گا تو وہ فوراً جواب میں یہ کہہ اُٹھتے ہیں

اخ کریم وابن اخ کریم   آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں اور ایسے باپ کے بیٹے ہیں جو کرم کرنے والا بھائی تھا۔

ارشاد ہوتا ہے۔

انتم الطلقاء   جاؤ تمھیں آزاد کیا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ   آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے اور وہ
لکم وھو ارحم الراحمین ۞   سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

الحق کل اناء یترشح بما فیہ ہر ظرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے وہ سینہ جو کہ رحمت وکرم شفقت وعطا کا ایک دریائے ناپید اکنار ہو اس میں جب جوش آئیگا تو شفقت وکرم ہی کی موجیں لہریں مارتی ہوں گی۔

انھیں مشرکین میں کچھ مرد وزن ایسے بھی مجرم وخطا کار تھے جن کا خون ہدر کر دیا گیا تھا ہدر کے یہ معنی کہ جہاں کہیں پائے جائیں فوراً قتل کر دیئے جائیں ان میں اسی ایک نے خانۂ کعبہ کے پردوں میں اپنے کو جا چھپایا صحابہ نے یہ خبر پہونچائی حکم ہوا وہیں تہ تیغ کیا جائے۔ لیکن ان میں سے بھی اگر کسی کی سفارش کی گئی تو اسے قبولیت کا شرف عطا فرمایا گیا۔

حضرت عکرمہ کا واقعہ عکرمہ بن ابی جہل کا بھی خون ہدر کیا گیا تھا ان کی بی بی ام حکیم ایمان لائیں اپنے شوہر کی جان بخشی کی سفارش کی حکم ہوا معاف کیا۔

عکرمہ بن ابی جہل ہدر کی خبر سن کر فرار کر چکے تھے بی بی نے پیچھا کیا جہاز پر سوار ہو کر قصد روانگی کا تھا جو بی بی نے پالیا جان بخشی کا مژدہ سنایا عکرمہ کو یقین نہیں آتا کہ اپنی اذیت رسانی یاد کرتے ہیں تو بی بی کا پیام مشکوک معلوم ہوتا ہے آخر بڑی ردوکد

کے بعد اُنھیں یقین آتا ہے اب نہایت بیتابانہ شوق میں حاضر بارگاہ رسالت ہوکر عرض کرتے ہیں کہ یہ عورت یعنی ام جمیل یہ کہتی ہے کہ آپ نے میرے گناہوں کو معاف فرما دیا کیا اس کا قول سچ ہے ارشاد ہوا ہاں سچ کہتی ہے میں نے معاف کیا عرض کرتے ہیں کہ یہ کرم یہ عفو سوائے نبی برحق کے کسی بشر میں ہو نہیں سکتا یہ کہا اور کلمہ طیبہ پڑھکر داخل اسلام ہوئے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا واقعہ حضرت عثمان بن طلحہ کلید بردار خانۂ کعبہ کی تلاش میں حضرت بلال بھیجے جاتے ہیں جب وہ حاضر ہوئے خانۂ کعبہ کی کنجیاں پھر اُنھیں کو یہ فرما کر عطا کر دی گئیں کہ ہمیشہ کے لئے کلید برداری تمھارے خاندان کو مبارک ہو۔

فخطب الناس یومئذٍ ودعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح وقال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ تالدۃ وخالدۃ لا ینزعھا منکم احد الا ظالمؐ ۂ	فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ القا فرمایا حضرت عثمان بن طلحہ کی طلبی ہوئی یہ فرماتے ہوئے کعبہ کی کنجیاں اُن کے حوالہ کی گئیں اے بنی ابو طلحہ کے ہمیشہ کے لئے یہ کنجیاں لو اب تم سے کوئی چھین نہ سکے گا مگر وہ جو کہ ظالم ہو۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔

یا عثمان الیوم یوم بر ووفا	اے عثمان آج کا دن وفا اور بر کا دن ہے۔

(حضرت عثمان بن طلحہ فتح مکہ سے قبل ایمان لائے تھے لیکن قیام مکہ میں تھا)

میں نہیں سمجھ سکتا کہ باوجود ان واقعات کے پھر بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ برداقسا فریق غیر محارب کے ساتھ مخصوص ہے وہ ان واقعات کو کیا سمجھتا ہے اگر اس کا نام احسان اور عدل نہیں تو کیا ہے خود حضور ہی نے اس دن کا نام یوم بر ووفا قرار دیا تو

اب اسے مسلمان بر و احسان نہ کہیں تو کیا کہیں ؟

صفحات ماسبق میں واضح بیان ہو چکا کہ آیۃ انما ینھاکم اللہ الخ میں جو موالات منع اور بر و اقساط سے سکوت فرمایا گیا اُس کی وجہ تنوعات حالت ہی اور ہر حالت کے لئے فرقان حمید میں حکم موجود اب ہر حکم کی تعمیل فعل رسول سے واضح و لائح کر دی گئی۔

بدر کی لڑائی میں ستر قیدی تھے اُن میں سے بعض قتل کئے گئے بعضوں کو زرفدیہ لے کر رہا کیا گیا بعضوں کو تعلیم کتابت کی خدمت لے کر چھوڑ دیا گیا بعض جو نادار تھے اُنھیں احساناً و امتناناً آزاد کیا گیا غرض جس کے مناسب حال جو طرز عمل تھا وہی ہوا۔

فتح مکہ کے روز گیارہ مرد اور چھ عورتوں کا خون آپ نے ہدر فرمایا تھا جن میں سے چار مرد اور چار عورتیں قتل ہوئیں بقیہ مجرمین دولت ایمان اور نعمت اسلام سے سعادت اندوز ہوئے جن میں سے ایک حضرت عکرمہ بن ابوجہل ہیں اور ان کا واقعہ اوپر مذکور ہو چکا اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہی کہ تفسیر المنار کی عبارت پیش کر دوں شاید یہی عبارت موجب ہدایت ہو۔

ولا تنس ان ھٰذہ الآیات نزلت قبل فتح مکۃ وکان المشرکون فی عنفوان طغیانھم واعتدائھم وقد عمل علیہ الصلوٰۃ والسلام یوم الفتح بھذہ الوصایا فعفا عن قدرۃ وحلم عن عزۃ وسلطۃ وقال انتم الطلقاء۔ واحسن الی المؤمن

یاں یہ فراموش ہونے پائے کہ آیات عدم موالات کا نزول فتح مکہ سے قبل ہی اُس زمانے میں کفار کی سرکشی اپنے جوش شباب اور حد افراط پر تھی فتح مکہ کے دن بیشک پیغمبر خدا نے ان وصیتوں کی اس طرح تعمیل فرمائی کہ باوجود کمال قوت اور انتہائے سطوت و شوکت کفار سے ارشاد ہوا کہ تم سب آزاد ہو احسان و کرم کا ایسا دریا رواں تھا جس سے مومن کافر

والکافر والبر والفاجر ومثله اهل للفضل والاحسان — نیکوکار اور بدکار ہر ایک سیراب ہو رہا تھا۔

ولقد کان للمؤمنین فیه اسوة حسنة ولکن بعد تحسمو المسلمین الیوم من سنته ومن کتاب الله الذی تادب هو به اللهم اهد هؤلاء المسلمین بهدایة کتابک لیکونوا بحسن عملهم حجة له بعد ما صار اکثرهم بسوء العمل حجة علیه ؎

مسلمانوں کے لئے فتح مکہ کے واقعات اسوۂ حسنہ ہیں ضرورت سے زیادہ مسلمان بننے والے آج اپنے پیغمبر کی سنت راشدہ اور وہ کتاب الٰہی جس کی تعلیمات سے اُس نے اُن کی ادب آموزی کی تھی دُور ہو گئے ہیں اے اللہ تو مسلمانوں کو ہدایت قرآنی کی طرف رہبری فرما تاکہ نیک عمل اُن کے لئے حجۃ ہو نہ کہ بُرے اعمال اُن پر حجۃ ہو جائیں۔

اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ آیات سورہ ممتحنہ کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے جس کے دل میں کچھ بھی نور ایمان ہے اور قوت مدرکہ اُس کی باطل نہیں ہوئی ہے وہ ان تمام منقولات کے مطالعہ سے فارغ ہو کر ضرور اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ موالات کسی کافر سے کسی حال میں درست نہیں اور وہ امور جو موالات حقیقی سے ماسوا ہیں اُن کا تعامل ہر حال میں جائز وصحیح۔

لیکن اب ہم ایک ایسی صاف اور بین حدیث بخاری شریف سے پیش کرتے ہیں کہ اگر ایمان کا شعبۂ حیا کچھ بھی سرسبز ہے تو تمہارے لیڈر خود ہی کہہ اُٹھیں گے کہ نان کوآپریشن کو ترک موالات کہنا سراسر کذب اور افترا ہے جس کے ترک پر ہم مصر ہیں نہ یہ دین کی خدمت ہے نہ اتباع سنت رسول ہے نہ کہیں اس مقابلہ کا سراغ حیات مقدس رسول اکرم میں پایا جاتا ہے نہ یہ جہاد ہے نہ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے بلکہ محض حکم گاندھی کی تعمیل ہے

اور سرکار کفر و شرک کی غلامی۔

حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنی اللیث قال حدثنی سعید ابن سعید سمع اباھریرۃ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ ابن اثال فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد فخرج الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ماعندک یا ثمامۃ فقال عندی خیر یا محمد ان تقتلنی تقتل ذادم وان تنعم تنعم علی شاکر وان کنت ترید المال فسل منہ ما شئت فترکہ حتی کان الغد ثم قال لہ ماعندک یا ثمامۃ قال عندی ما قلت لک ان تنعم تنعم علی شاکر فترکہ حتی کان بعد الغد فقال ماعندک یا ثمامۃ

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ سواروں کا نجد کی طرف روانہ فرمایا اُس فوج نے بنو حنیفہ میں سے ایک شخص کو گرفتار کر لیا مدینہ پہونچکر ستون مسجد سے اُسے باندھ دیا اس شخص کا نام ثمامہ بن اثال تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ ثمامہ کیا ارادہ ہے اُنھوں نے کہا نیک ارادہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ مجھے قتل فرمائیں گے تو میرا خون رائیگاں نہ جائے گا میں جتھا رکھنے والا ہوں۔

فقال عندی ما قلت لک فقال اطلقوا ثمامۃ فانطلق الی نخل قریب من المسجد فاغتسل

اور اگر آپ انعام فرمائیں تو ایسے شخص پر انعام ہوگا جو شکر گزار ہوگا اور اگر مال کا ارادہ ہے تو جس قدر چاہیئے مانگئے دیا جائے گا یہ جواب سُن کر آپ نے

ثم دخل المسجد فقال اشهد
ان لا اله الا الله وان محمدا
رسول الله يا محمد والله ما
كان على الارض وجه ابغض
الى من وجهك فقد اصبح وجهك
احب الوجوه الى والله ما كان
من دين ابغض الى من دينك
فاصبح دينك احب الدين الى
والله ما كان من بلد ابغض
من بلدك فاصبح بلدك احب
البلاد الى وان خيلك اخذتني
وانا اريد العمرة فماذا ترى فبشره
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وامره ان يعتمر فلما قدم مكة
قال له قائل صبوت قال لا
ولكن اسلمت مع محمد رسول الله صلى الله
عليه وسلم ولا والله لا تاتيكم
من اليمامة حبة حنطة حتى ياذن
فيها النبي صلى الله عليه وسلم ۃ

انھیں ستون سے کھول دیا دُوسرے دن صبح کو جو
ملاقات ہوئی تو آپ نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا
ارادہ ہے جواب میں ثمامہ کے انھیں کلمات گذشتہ کا
اعادہ تھا پھر تیسری صبح کو سوال ہوا اور جواب میں
وہی الفاظ سابقہ تھے اب حکم ہوا کہ ثمامہ آزاد کر دیئے
جائیں وہ آزاد ہو کر چلے اور مسجد نبوی کے قریب
جو نخلستان تھا وہاں پہونچکر اچھی طرح غسل کیا اور
پلٹ کر پھر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا
اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ کلمہ طیبہ
پڑھنے کے بعد عرض پرداز ہوئے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
قسم ہے اللہ کی رُوئے زمین پر آپکے چہرے سے زیادہ مبغوض
چہرہ میری نزدیک کوئی دوسرا نہ تھا لیکن آج رُوئے زمین میں
کوئی صورت آپکے چہرۂ انور سے زیادہ محبوب میری نزدیک
نہیں قسم اللہ کی آپکے دین سے زیادہ مبغوض کوئی دین نہ
تھا لیکن اب آپکے دین سے زیادہ محبوب کوئی دین نہیں
قسم اللہ کی آپکے شہر سے زیادہ مبغوض کوئی شہر نہ تھا لیکن
آپکے شہر سے اب زیادہ کوئی شہر محبوب نہیں اس کے بعد
یہ التماس پیش کی کہ آپکے سواروں نے مجھے اُس وقت گرفتار
کیا ہے جب کہ میں نے عمرہ کی نیت کر لی تھی اب کیا
ارشاد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صدق ایمان پر بشارت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اب مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرح عمرہ ادا کرو۔

جب ثمامہ مکہ پہنچے اور لبیک کا نعرہ بلند کیا کفار نے اُن سے کہا کہ ثمامہ کیا تم بے دین ہو گئے فرمایا نہیں میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا قسم ہے اللہ کی اب یمامہ سے ایک دانہ گیہوں کا تمہارے پاس نہ آئے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پروانگی نہ عطا فرمائیں (بخاری شریف)

بخاری شریف کی روایت ختم ہوئی قطع نظر اس الطاف کے جو حضرت ثمامہ پر بحالت کفر مبذول رہا قابل لحاظ آخر کا واقعہ ہے کفار مکہ کا آذوقہ یمامہ کے غلہ پر تھا ثمامہ وہاں کے رئیس تھے مکہ سے واپس آکر جب یمامہ پہنچے تو اس کی بندش کر دی کہ ایک دانہ اناج کا مکہ نہ جانے پائے غلہ کا بند ہونا تھا کہ کافروں کو تارے نظر آنے لگے بدحواس ہو کر بارگاہ نبوت میں مستغیث ہوئے ثمامہ کو حکم دیا گیا کہ غلہ کی بندش نہ کرو جس طرح معاملہ ہوتا تھا جاری رکھو۔

بخاری شریف میں ثمامہ کا یہ کہنا مذکور ہے کہ بغیر اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دانہ بھی گیہوں کا مکہ نہ آنے پائے گا لیکن بقیہ حصہ روایت کا ابن ہشام اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

صحیح بخاری کے تمام شراح ابن ہشام کی روایت قبول کرتے ہیں فتح الباری اور عینی شرح بخاری ملاحظہ ہو ابن ہشام کے الفاظ ان دونوں محدثین نے نقل فرمائے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ فتح الباری اور عینی کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ قسطلانی و کرمانی نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن ہشام نے اُن چند ایام کی مہمانی جو حالت کفر میں کی گئی اُس کی تفصیل بھی لکھی ہے مہمانی کے متعلق ابن ہشام کے یہ الفاظ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسنوا اسارہ ورجع الی اھلہ فقال اجمعوا ما کان عندکم من طعام فابعثوا بہ الیہ وامر بلقحتہ ان یغدی علیہ بہا ویراح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے یہ فرمایا کہ اپنے قیدی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ پھر آپ ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے کہ تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہو اُسے جمع کرو اور ثمامہ کو بھیجو علاوہ اس کھانے کے ایک شیردار اونٹنی مقرر کر دی گئی جو صبح و شام دونوں وقت ثمامہ کے پاس دُودھ کی غرض سے جاتی تھی۔

غلہ کی بندش اور اُس کی پروانگی کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

ثم خرج الی الیمامۃ فمنعهم ان یحملوا الی مکۃ شیئاً فکتبوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک تامر بصلۃ الرحم وانک قد قطعت ارحامنا وقد قتلت الآباء بالسیف والابناء بالجوع فکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان یخلی بینهم وبین الحمل (ابن ہشام)

پھر یمامہ پہنچکر ثمامہ نے وہاں کے بیوپاریوں کو منع کر دیا کہ کچھ بھی غلہ مکہ نہ جانے پائے کفار مکہ نے آنحضرت کی خدمت میں خط بھیجا کہ صلہ رحم کا سبق دیتے ہو اور اور خود قطع کرتے ہو باپوں کو میدان جنگ میں مار ڈالا اور بیٹوں کو بھوک سے مارے ڈالتے ہو آپ نے ثمامہ کو لکھ بھیجا کہ باربرداری غلہ کی بندش اٹھا لو اور کاروبار کو حسب معمول جاری رہنے دو۔ (ابن ہشام)

یہ واقعہ اوپر گزر چکا کہ ایک وقت میں کفار مکہ نے یہی معاملہ پیغمبر خدا کے ساتھ

کیا تھا اور دو برس تک خاندان ہاشم مصیبت و تکلیف برداشت کرچکے تھے اب ایک موقع ایسا آیا تھا کہ کفار مکہ سے پورا عوض اُس مقاطعہ کا لیا جاتا تو بہ چند وجوہ خلاف عدل نہ تھا۔

(۱) اہلِ مکہ کافر تھے (۲) مسلمانوں سے بارہا قتال فی الدین کرچکے تھے۔

(۳) مسلمانوں کو گھروں سے نکالا تھا (۴) مسلمانوں کے اخراج پر مدد کی تھی۔

(۵) مسلمانوں سے بلکہ خود پیغمبر سے دو برس تک مقاطعہ جاری رکھا تھا نہ چیز خریدتے تھے نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچتے تھے۔

(۶) یمامہ سے غلہ کا بند ہو جانا انھیں مضطر کرچکا تھا اگر اس پر ذرہ زیادہ زور دیا جاتا تو کفر کی کمر ٹوٹ جاتی۔

(۷) کفار نہ صرف مکہ بلکہ خانہ کعبہ پر متصرف تھے بیت اللہ کو کثرت اصنام سے صنم خانہ بنا رکھا تھا۔

(۸) مسلمان حج اور عمرہ ادا نہیں کرسکتے تھے خود ثمامہ کو لبیک کہنے پر کفار نے پکڑ لیا تھا لیکن اے لیڈرو باوجود ان تمام باتوں کے مقاومت مجہول جس کی ایجاد پر تھیں نازہی پیغمبر خدا نے اس بندش و بائیکاٹ کے توڑنے کا حکم صادر فرمایا۔

بخاری و مسلم شریف کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ثمامہ نے حمایت دین کے خیال سے بطور خود غلہ کی بندش کی تھی شرح بخاری اور سیر کی معتبر کتابیں مثل ابن ہشام و ابن سعد یہی بتاتی ہیں اصابہ کی عبارت بھی یہی ظاہر کرتی ہے لیکن علامہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو اسی عہد پر رہا فرمایا تھا کہ کفار مکہ کو وہ غلہ نہ بھیجیں گے۔

بہرحال اس قدر مسلّم ہی کہ غلہ کی آمد یمامہ سے بند ہوگئی اور جب کفار مکہ پریشان ہو کر مستغیث بارگاہ رسالت ہوئے تو وہ بندش توڑ دی گئی۔

کفار نہ تو اپنے کفر سے باز آئے نہ اُنھوں نے خانہ کعبہ سے بتوں کو ہٹایا نہ حرم محترم سے اپنا قبضہ اُٹھایا نہ یہ وعدہ کیا کہ آیندہ سے نہ تو مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں گے نہ کبھی دعوت اسلام کے سنگ راہ ہوں گے صرف قحط کی مصیبت لکھ بھیجی وہ بھی تلخ الفاظ میں اس حدیث جلیل سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) بائیکاٹ یا نان کوآپریشن کا عرب میں دستور تھا (۲) بائیکاٹ کے موجد کفار مکہ ہیں۔ (۳) کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بائیکاٹ کیا تھا جس کا سلسلہ دو برس تک جاری رکھا تھا۔ (۴) ثمامہ نے کفار مکہ سے بائیکاٹ کیا (۵) کفار مضطر و بیقرار ہوئے (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ثمامہ کے فعل کو اپنے حکم سے منسوخ فرما دیا اور بائیکاٹ اُٹھ گیا (۷) اقسام جہاد میں سے اگر بائیکاٹ کوئی قسم جہاد ہوتا اور اس طرز عمل سے دشمن کو مغلوب بنا لینا اگر دین کی خدمت ہوتی تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی منسوخ نہ فرماتے بلکہ اور ترغیب و تحریص فرما کر اسی مقاومت جھول سے مکہ معظمہ کو کفار و مشرکین سے خالی کرا لیتے۔

(۸) بائیکاٹ یا نان کوآپریشن ہرگز مرادف ترک موالات نہیں۔

(۹) بائیکاٹ یا نان کوآپریشن کو جو ترک موالات کہتا ہے وہ بڑا گستاخ و بے ادب ہے کہ اُس کے نزدیک مشرکین مکہ سے پیغمبر خدا نے موالات کی جو غلہ کی بندش توڑنے کا حکم فرمایا۔

(۱۰) اس گستاخی کے خیال میں کفار کی منت و خوشامد یا گریہ و زاری پر مسلمانوں کو

اپنا مذہب چھوڑ دینا یا کفر قبول کر لینا یا مسلمانوں کا اُن کے دین کا ضرر و نقصان کرنا سب جائز ہے پس جس نے رد رد کرا در ہاتھ کہنیوں تک جوڑ کر مذہب گاندھی میں داخل ہونے کی سعادت پائی ہو اُس کے سامنے اگر کافر رد کرا شدترین کفر کی تحریک کرے تو اس وقت یہ گستاخ نہ صرف کفر قبول کرے گا بلکہ اُسے شادی مرگ نصیب ہوگی۔ استغفراللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ؁

مسئلہ نان کوآپریشن کی حقیقت اب بالکل ہی عریاں ہو گئی علماء کا یہ ادعا کہ یہ ہمارے اجتہاد اور قوت دماغی کا نتیجہ ہے واضح ہو چکا نان کوآپریشن کے متعلق مولٰنا عبدالباری صاحب کا خط پھر ملاحظہ فرمالیجئے اُن کا یہ فرمانا کہ اس کا رکا واقف کار نہیں ہوں جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں بالکل بجا و درست اور محض صدق و حق ہے۔ شریعت اسلام ایک شریعت معروف ہے اس کا قول معروف اس کا عمل معروف اس کی مقاومت معروف۔ لیکن مذہب کفر و بُت پرستی مجہول اس کا قول مجہول اس کا عمل مجہول اُس کی مقاومت مجہول پھر پرستاران ہنود مجہول ہی مجہول کی صدا نہ بلند کریں تو اور کیا کریں۔

انقلاب عالم کے ارکان ثلاثہ حقیقت اسلام سے نا آشنا و بیگانہ ملک گیر و متسلط بادشاہ کو مبلغ توحید اور رمز کی اخلاق کا شریک عمل جانتا ہے ملکوں کا فتح کرنا قوموں کا مغلوب بنا لینا انسانوں کے قوائے جسمانیہ و دماغیہ پر چھا جانا اس نا آشنا کے نزدیک دین ہے مذہب ہے اسی لئے وہ طریقہ جسے کسی وقت کفار مکہ نے ایجاد کیا تھا اور اپنے اس مقاومت مجہول سے صدائے حق کو پست اور مبلغ اسلام کو شکست دینا چاہتے تھے آج اُسی کو ہمہ گیر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

گاندھی سے ایسا ہونا تو تعجب نہیں اگر کسی کافر کی مُردہ تحریک کوئی کافر زندہ کرے تو اس میں تعجب کا کیا موقع ہے ہاں تعجب یہ ہے کہ علمار جنھیں ورثۃ الانبیاء ہونے کا دعویٰ علوم دینیہ کے ضامن وکفیل ہونے کا ادعا اور اسی کے ساتھ بعض طے منازل سلوک میں کامل ومکمل ہونے کے مدعی وہ بھی کافر کے ساتھ ہم نوا ہو کر یہ کہنے لگے کہ یہ خاص قرآن کریم کا حکم ہے اور ایسے وقت میں یہی طریق کار اور نظام عمل ہے یہ کہا اور سارے ملک میں ایک ہنگامہ بپا کر دیا گھر گھر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا ایسی تحریک جس کی شریعت میں کوئی اصل نہو اُسے عین شریعت کہکر خاندانوں میں جنگ وجدل پیدا کر دی حدیث شریف میں وارد ہے۔

من احدث فی امرنا ھٰذا — جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرتا ہے جو دین سے نہیں تو اس کی

ما لیس منہ فھو رد — یہ ایجاد دین کے نزدیک مردود ہیں۔

اسلام کا درد ہوتا مسلمانوں کی محبت ہوتی زوال خلافت کا اگر صدمہ ہوتا تو قوت پیدا کرنے کے صحیح ذرائع اختیار کرتے اُسوۂ حسنہ جسے حق سبحانہٗ نے فرمایا ہے اُس کی پیروی نہایت سرگرمی سے کرتے لیکن جب کہ حکومت ہند فرمان روے کا سرور پیدا کر رہی ہو تو پھر اس کے سوا اور کیا چارہ کار تھا کہ سوا راج چاہنے والوں کی کفش برداری کی جائے۔

یہ خاکدان ہستی عالم کون وفساد ہے تغیر وتقلب کی گوناگوں ہستیاں یہاں اپنی اپنی نوبت سے آئیں اور سطح خاکی کے بسنے والوں کو تہ وبالا کر ڈالا جزئی انقلابات سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر اُن تغیرات کو شمار کر لیا جائے جو بمنزلہ اصول کلیہ ہیں اور جن کے تحت میں سارے جزئیات داخل ہو جاتے ہیں تو وہ تین قسموں میں منحصر ہو جاتے ہیں۔

(۱) سلطنت (۲) تہور (۳) علم وفن

سلطنت کا اثر | جب کبھی سلطنت ایک قوم کے ہاتھ سے نکل کر دوسری قوم کے ہاتھ میں پہونچی یا خود اپنی ہی قوم نے نظام سلطنت کے تغیر میں کامیابی حاصل کی ہی تو اس انقلاب و تغیر نے اس ملک کی تاریخ کا نیا باب شروع کر دیا ہے مفتوح نظام یا مفتوح قوم کے نقش مٹتے جاتے ہیں اور فاتح نظام یا فاتح قوم کے نقش و نگار ہر شعبہ میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں لیکن حکومتوں کا قایم کرنا یا قوۃ کو مرتبہ سلطنت تک پہنچانا کوئی انسانی کمال نہیں دنیا کا دکھ اور اہل دنیا کا درد سلطنت و حکومت سے نہ کبھی زائل ہوا نہ آیندہ زائل ہو یہ واقعہ ہی کہ سلطنت کسی قسم کی بھی کیوں نہو اُس کا خلاصہ ہمیشہ یہی ہو گا کہ تمام محکوم آبادیوں کے جذبات اور قوائے دماغیہ شخص واحد جیسی بادشاہ یا ایک محدود افراد کی جماعت جنھیں ممبر پارلیمنٹ یا اراکین مجلس سے خطاب کر لیجئے ان میں جذب ہو کر فنا ہو جائے۔

انسان کے جذبات جس سے فنا ہوتے ہوں انسان کے قوائے عقلیہ اور احساسات دماغیہ جس سے برباد و تباہ ہوتے ہوں کیا اُسے یہ کہا جا سکتا ہی کہ دنیا کے دکھ کی دوا یہ ہے یہ خدا کا عتاب ہی کہ انسان بھیڑ بکری کی طرح چند آدمیوں کے ہاتھوں میں گرفتار رہ کر اپنے حیات کے دن پورے کرے سلطنت و حکومت کا وجود دنیا کا سخت مہلک مرض ہی نہ کہ دوا و علاج۔

تہور کا اثر | اسی طرح تہور جب کہ ملک گیری و جہانداری کے لئے اس کی نمائش کی گئی ہو تو زمین کے بسنے والوں پر یہ قہر آسمانی ہی کوئی جماعت یا قوم یا شخص واحد جب کہ نشہ تہور سے مست ہو کر کسی آبادی کا رُخ کرے تو راحت و سکون درس و تدریس صنعت و حرفت شعبہائے معاشرت و تمدن اور آئین مذہب و ملت کا بیشمار انسانوں کے ساتھ ساتھ خون ہو جاتا ہی جس قدر نفوس شمشیر و سناں سے محفوظ رہے وہ جوش تہور سے ایسے پامال ہوئے کہ اب

اُن کا سکون و حرکت فاتح و منصور کے چشم و ابرو کا مظاہر بن گیا فی الحقیقت جوش تمور بھی انسانوں کے غلام بنانے کا ایک دوسرا نام ہے اس لئے یہ دوسری قسم مرض کی ہے نہ کہ دوا و علاج -

علم کا اثر اب علم و فن کو لیجئے اگرچہ اس کا لباس بیدردی و بیرحمی کے نقش و نگار سے صاف معلوم ہو رہا ہے اس کی شکل و صورت سلطنت و تمور کی طرح خونخوار بھی نہیں اس کی سنجیدگی و متانت میں دلکشی بھی پائی جاتی ہے لیکن باعتبار واقعہ یہ اپنے دونوں شریکوں سے کچھ کم جفاکار نہیں اعضاء و جوارح پر جس بیرحمی سے ایک متولی سلطان حکومت کرتا ہے قوائے ذہنیہ اور دماغیہ پر علم و فن اسی شدت سے اپنی فرماں روائی کرتے ہیں بلکہ اگر امعان نظر سے کام لیا جائے تو علم کی ہمہ گیری سلطنت و تمور سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوگی مال و زر عہدہ و مناصب امن و امان و ازیں قبیل دیگر امور کا تعلق سلطنت و حکومت سے ہوا کرتا ہے بادشاہ انھیں چیزوں میں نرمی یا گرمی کرنے کا اختیار و قدرت رکھتا ہے لیکن وہ امور جن سے فی الحقیقت قوم قوم بنتی ہے وہاں حکومت و قوت دونوں پا بریدہ و دست شکستہ ہیں قوم کی اخلاقی زندگی جو ہر طرح کی ترقیوں کا راز ہے قوم کا علمی شغف جس پر دارمدار فضیلت انسانی ہے قوم کے مراسم و دستور جس پر اقتصاد و تمدن کی بنیاد ہے اور سب سے بڑھکر قوم کی دماغی زندگی جس سے حوصلہ میں وسعت خیالات میں بلندی ضمیر میں روشنی پیدا ہوتی ہے ان سب کا سرچشمہ اہل علم کا گروہ ہوتا ہے -

مالکان قلم نے بارہا نبرد آزماؤں کے نیزوں کو شکست دی ہے ان کی سیف لسانی نے بارہا شمشیر زنوں کے منہ پھیر دیئے ہیں دور نہ جائیے ملک غیر اور عہد ماضی کی مثال نہ ڈھونڈھیے حالات حاضرہ پر ایک نظر ڈالئے آج ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ نتیجہ ہے

صرف چند تعلیم یافتگان ملکی کا۔

واقعات گزر رہے تھے لیکن ملک بے خبر تھا گلے پر چھری چل رہی تھی لیکن احساس مٹ چکا تھا جو کلوروفارم انھیں سنگھایا گیا تھا اُس کی بیہوشی میں یہ مدہوش تھے چند تعلیم یافتہ اشخاص اُٹھے واقعات کی اصلی خون آلود شکل دکھائی ناظرین دیکھکر متاسف ہوئے اور دو آنسو غم کے بہائے لیکن تصویر دکھانے والوں نے انھیں دم لینے نہ دیا بلکہ کچھ اس طرح ان کے پیچھے پڑ گئے کہ اپنی بزم ماتم میں انھیں نوحہ خوان بنا کر چھوڑا۔

اب وہ باتیں جن کا خیال اگر وہم میں بھی گزر جاتا تو کئی کئی روز تک خوف و ہیبت سے نیند اُڑ جاتی بھوک ساقط ہو جاتی لیکن آج کا دن ہی کہ ہر کوچہ و برزن میں وہی ہولناک خیالات ایک ایک کے مُنہ پر آرہے ہیں کہنے والا کہتا ہے اور سُننے والے کو مزہ نہیں آتا سُن کر منہ بناتا ہی کہ پھیکا ہے بے مزہ ہی کچھ تلخی نہیں آخر یہ ماجرا کیا ہے ہندوستانیوں کے جذبات اکبارگی کیوں متغیر ہو گئے یہ علمی گروہ کی وہی زیر دست حکومت ہی جس کی قوت نے اب ظہور کیا ہی۔

اگر پبلک کی آواز یا اُن کا اتفاق خیال چاہیئے تو تعلیم یافتہ گروہ کی ایک کافی مقدار کو اپنا ہم آہنگ بنا لیجئے پھر پبلک آپ کے ساتھ ہی۔

یہ واقعہ اور حقیقت ہی کہ عوام نہ اپنی رائے رکھتے ہیں نہ اُن کی کوئی آواز ہی ملک میں تعلیم یافتہ گروہ جب کسی خیال کی ترویج یا ہمہ گیری چاہتا ہے تو وہ اپنی تقریر و تحریر سے عوام میں اُسی خیال کو پیدا کر دیتا ہی وہ اپنے خیال کے صور کو اس بلند آہنگی سے پھونکتا ہے ہی کہ عوام کے خیال اُسی کے خیال کا عکس اور عوام کی آواز اُسی کی صدائے بازگشت ہوتی ہے۔

اس وقت ہندوستان کا ہنگامہ بالکل اپنی مثال میں صحیح ہی خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کی

آوازاو ران کا جوش تو ہو بہو چند تعلیم یافتوں کے خیال اور آواز کا فروہے اخلاق تہذیب اور مذہب اس بیدردی سے پارہ پارہ کئے جارہے ہیں کہ شاید آیندہ کے لئے ایک تار بھی باقی نہ رہے گا۔

خلافت سے جنگ، انگریزوں سے موالات | اس اجمال کی ہم ایک مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں اٹلی کی سلطنت حملہ آور ہوئی اور جنگ طرابلس شروع ہو گئی اس وقت چند تعلیم یافتوں نے تحریک چندہ کی بنیاد ڈالی جس کا سلسلہ جنگ بلقان تک جاری رہا اسی اثنا میں اٹلی کا مال بائیکاٹ کیا گیا ترکی ٹوپیاں وہاں کی بنی ہوئی جن کے سروں پر تھیں اُنھیں آگ کے سپرد کیا گیا۔

قسطنطنیہ وفد طبیہ کے جانے کی تجویز پیش ہوئی اور کامیابی کے ساتھ یہ کام انجام تک پہونچا اس کے بعد خلافت اور اُس کی ہمدردی کی تحریکیں نسیاً منسیاً کر دی گئیں اب تعلیم یافتہ گروہ کی توجہ قسطنطنیہ سے منعطف ہو کر سیاست ہند کی طرف پلٹی پبلک کی توجہ بھی ادھر ہی مڑ گئی اٹلی و دیگر بلاد یورپ کا مال فروخت ہوتا رہا اور مسلمان بلا جھجک اُسے خریدتے رہے کر علماء کے فتاوے بائیکاٹ سے جو متعلق تھے جب تعلیم یافتوں کے آفس سے خارج کر دیئے گئے تو عوام نے بھی انھیں ردی میں ڈال دیا ہاں جو نغمہ تعلیم یافتوں نے چھیڑا تھا اُس راگ کو پبلک برابر الاپتی رہی اس عرصہ میں ترکی یا خلافت مٹتی رہی فنا ہوتی رہی لیکن کسی کی آنکھ نم بھی نہیں ہوئی طرفگی یہ کہ جب ہندوستانی فوجیں میدان جنگ میں بھیجی جانے لگیں تو ہندو اور مسلمان دونوں نے مل کر رنگروٹوں کی بھرتی میں پوری کوشش کی اب قرضہ جنگ کا چندہ ہوا دل کھول کر ہندو اور مسلمانوں نے روپیہ دیا تحریک ہوئی کہ دعائیں ہوں ہندو مندروں میں اور مسلمان مسجدوں میں جمع ہوئے اور یہ رسم بھی ادا کی گئی پھر تحریک ہوئی کہ آور ڈے منایا جائے ملک کی دونوں بڑی آبادیوں نے مل کر یہ جشن بھی منایا۔

سب سے بڑی رسوائی یہ ہوئی کہ وفد طبیہ جب قسطنطنیہ جا رہا تھا تو سامان جراحی ولوازم شفاخانہ جس کی خریداری خالص اُس روپے سے ہوئی تھی جو محض مجروحین ترک ہی کے لئے جمع کیا گیا تھا آج اُسے وفد طبیہ کا صدر اُن دشمنوں کو بخشش کئے دیتا ہے۔ جو خلافت اور علم برداران خلافت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے نہ تو عطا کرنے والے کو خوف الٰہی دامنگیر ہوتا ہے نہ اس وقت کے بیشمار مفتی ومجتہدوں میں سے کسی کو مسئلہ شرعی یاد آتا ہے نہ عوام ہی اسے کچھ معصیت سمجھتے ہیں۔

ہاں یہ بحث علما میں ضرور آئی کہ سلطنت سے اس قرضۂ جنگ کا سود لینا مسلمانوں کو حلال ہے یا نہیں بعض علماء نے فتویٰ حلت نکالا دیا اور مثال اس جزئے سے لائے کہ ذی ثمر درخت میں سے اگر کوئی پھل ٹپک پڑے اُسے کوئی راہ رو اُٹھالے تو وہ پھل اُس کے لئے حلال ہے پس یہ سود ربوٰ نہیں سلطنت خود بخود بغیر مطالبہ دیتی ہے تو کیا وجہ جو مسلمان اس کے لینے سے پرہیز کریں۔

فوجوں کی بھرتی کا یہ حیلہ پیدا کیا گیا کہ سلطنت انگلستان حملہ آور نہیں ہوئی ہے بلکہ خود ترکوں کی جانب سے حملہ آوری ہوئی ہے ایسی صورت میں فوجی مدد ممنوع نہیں۔

غرض سخت سے سخت روسیاہ کن امور وقوع پذیر ہوتے رہے اور مسلمان نہایت اطمینان وسکون سے بیٹھے ہوئے تباہی کا نہ صرف تماشا دیکھا کئے بلکہ اپنے ہاتھ اور مال سے اُس میں شریک ہوئے اس عرصہ میں ہندوستان کی پالیسی میں ایک تغیر عظیم اتفاقی طور پر پیدا ہوگیا اور یہ رولٹ بل کے ثمرات تھے۔

اب تعلیم یافتوں نے خیر طلبی ہند کے لئے جو اپنی آواز اسلامی لحن میں بدل کر مسلمانوں کی

للکارا تو سب کے سب خلافت خلافت پکارنے لگے۔

واقعہ کربلا سے مثال کتب تاریخ میں واقعہ کربلا کے متعلق ایک روایت ہے کہ بعد شہادت شہزادۂ مظلوم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر اہلِ بیت و فدائیان اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین جب قافلہ اسیران اہلِ بیت کا اونٹوں پر روانہ ہوا تو جوق در جوق اہلِ کوفہ کا مکانوں کی چھتوں پر ہجوم تھا اس مقدس گروہ دودمانِ نبوت کو حالتِ اسیری اور بے سروسامانی میں دیکھکر مرد و زن روتے جاتے تھے۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خواہر امام علیہ السّلام اُن کوفیوں کی طرف ایک نظر ملامت و نفرت انگیز ڈال کر مستفسر ہوئیں کہ اے اہلِ کوفہ تم ہماری مظلومیت و بیکسی پر آنسو بہاتے ہو تو آخر میرے بھائی کو شہید کس نے کیا گلزار نبوت کو تاراج کرنے کی شقاوت و روسیاہی کس نے حاصل کی افسوس ہے تم پر اور تمہاری ہمدردی پر۔

یہی الفاظ آج خلافت کی زبان ہندوستانیوں کو کہہ رہی ہے مسٹر گاندھی جنھوں نے رنگروٹوں کی بھرتی و دیگر اعانت جنگ میں ایسی سرگرمی دکھلائی کہ بقول اُن کے اُن کی صحت خطرناک مرض میں مبتلا ہو گئی“۔ خیر انھیں تو جانے دیجئے اس لئے کہ اسلام کا اضمحلال اگر کفر و شرک کا مقصود و مرغوب نہیں تو وہ کفر ہی کیا ہوا نہیں ان نوحہ خواں مسلمانوں سے پوچھئے اور علی الخصوص اُن علماء سے جن کا تقریباً آج کل روزنامچہ اخباروں میں چھپا کرتا ہے جن کی تعداد جمعیت اس وقت پانچ سو کہی جاتی ہے ان سے سوال کیجئے کہ جس وقت ہندوستان کا خزانہ جا رہا تھا اور مسلمان چند سکہ چاندی کے لئے خلافت مٹانے کو جا رہے تھے تمہارے علم کو کیا ہو گیا تھا تمہاری جرأت کہاں سو رہی تھی تمہاری حق گوئی کس گوشہ میں چھپی ہوئی تھی تمہارا ایمان کس تہ خانے میں بند تھا تمہاری حریت اور تمہاری بیخوفی کہاں مدہوش غش کھائے پڑی تھی کیا تمھیں اُس وقت یہ حدیث یاد نہ آئی۔

(۱) من حمل علینا السلاح فلیس منا ۞ — (۱) جس نے ہم پر ہتیار اُٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔

(۲) من اشار الیٰ اخیہ بحدیدۃ لعنہ اللہ — (۲) جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے اُس پر خدا کی لعنت۔

(۳) لا یشیر احدکم علیٰ اخیہ بالسلاح ۞ — (۳) خبردار کوئی تم میں سے اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتیار سے اشارہ بھی نہ کرے۔

اس معنی میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں اگر حدیث تم نے پڑھی نہیں یا موقع پر تمھیں یاد نہ آئی تو کیا تم تلاوت قرآن بھی نہ کرتے تھے کیا یہ آیہ تمہاری تلاوت میں نہیں آتی تھی۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما ۞ — جو مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے تو اُس کی سزا ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے خدا کا غضب اور اُس کی لعنت قاتل پر ہے اور ایسوں کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔

اسے بھی چھوڑو وہی آیتیں جنھیں ترک موالات کے لیے پیش کر رہے ہو کیا کل تک وہ بھی تمھیں یاد نہ تھیں لیکن

علمائے سوء کی ہندو پرستی — اے گروہ ناخدا ترس اے جماعت علماء سوء یوں کہو کہ یہ احادیث اور یہ حکم الٰہی تو آج تمھیں نیا سنایا ہی اس لئے کہ تمہارا رہبر اور تمہارا مذکر تو گاندھی ہے آج تک اُس نے تمھیں یاد نہ دلایا تو پھر تمھیں یاد کیوں کر آئے اگر قرآن شریف یا کتب احادیث و سیر تمہارے رہبر و مذکر ہوتیں تو تمھیں سب کچھ یاد آجاتا فی الحقیقت تم معذور ہو تمہارا مرتبہ عوام کا ہے تمہارے دماغ علوم سے خالی تمہارے سینے جذبات سے کورے تمہارے قلوب دولت ایمان سے مفلس تمہاری زبانیں گنگ اور تمہارے اقلام خشک تم تو ایک قالب بیجان ہو جو تمہارے

لیڈر کہتے ہیں تم اُسی کی محاکات کر دیتے ہو اور اُن لیڈروں کا منبع فیض سرکار گاندھی اور اُن کی ہنود پارٹی ہے سلسلہ یوں ہی کہ ایک تحریک مسٹر گاندھی پیش کرتے ہیں تعلیم یافتہ مسلمان اُسے لبیک کہتے ہیں علمار سیاسی کا جبہ و عمامہ اُسے شرعی جامہ پہناتا ہی ان علمار کی یہ مجال نہیں کہ وہ بطور خود کوئی تحریک پیش کر سکیں یا کسی تحریک کے سامنے آمنا وصدقنا کے سوا کوئی آواز بلند کرنے کی جرأت بھی کریں۔

ان علمار کا کیا ذکر خود اُس عالم کو لیجئے جسے لیڈروں نے شیخ الہند کا لقب دے کر ایک عجیب و غریب ہستی ثابت کیا ہے اُس کے قلم میں بھی یہ قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو اُن افعال خبیثہ کی شناعت و معصیت بتا سکے جسے موالات کفار میں علی التوالی والتواتر لیڈران مع گروہ سلیمین بار بار عمل میں لا رہے تھے مسئلہ قربانی گاؤ کے متعلق دبی زبان سے اتنا کہنے پائے تھے کہ مسلمانوں نے جو طریقہ انسداد قربانی کا ایجاد کیا ہے وہ مذموم ہی اُنھیں ایسا کرنا نہ چاہیئے تو لیڈروں نے وہیں زبان پکڑ لی اس آواز کو مردہ کر دیا گیا اور باد صحرا سے زیادہ حیثیت اس ہدایت کو نہ دی گئی نہ تو صحائف و جرائد ہی میں اس کی اشاعت عامہ ہوئی نہ لیڈروں کے رزولیوشن میں تغیر آیا نہ اپنی خطا و غلطی کا کسی نے اعتراف کیا۔

اگر کسی نے اُن کے شیخ الہند کا قول متعلق قربانی گاؤ یاد بھی دلایا تو ہنس کر ٹال گئے کہ یہ ناآشنائے حقیقت کہتا کیا ہے اس چودھویں صدی میں شریعت جب کہ تلقینات گاندھی کا نام ہی تو پھر شریعت اسلام کا ذکر ہی عبث ہی۔

قشقہ لگایا گیا علمار سیاسی خاموش رہی کافر کی ٹکٹی اُٹھائی گئی علمار سیاسی خاموش رہی کافر کا ماتم سر و پا برہنہ ہو کر کیا گیا علمار سیاسی خاموش رہی رام لچھمن پر پھولوں کا تاج رکھا گیا علمار سیاسی خاموش رہی گاندھی کی جے پکاری گئی گئو ماتا کی جے بلند کی گئی علمار

سیاسی خاموش رہی حد یہ کہ گاندھی کو کہا گیا کہ اگر نبوۃ ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا علمائ
سیاسی اب بھی خاموش رہے اس خاموشی سے شیخ الہند بھی مستثنیٰ نہ ہو سکے اگرچہ خادمان
اسلام تقریراً و تحریراً انھیں اعمال کفریہ پر بیدار بھی کرتے رہے لیکن پھر بھی کسی عالم سیاسی
میں اتنی جرأت نہوئی جو وہ چالیس اعمال و اقوال کفریہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی
اپنے قلم کو جنبش دیتا تا آنکہ بماہ نومبر ۱۹۲۰ء دہلی میں جلسہ جمعیۃ العلما منعقد ہوا وہاں یہ
مسائل کسی نے پیش بھی کئے لیکن یہ کہکر کہ مصلحتِ وقت اس کی مقتضی نہیں بات ٹالدی
گئی حالاں کہ اس اجلاس کی کرسی صدارت ایک عالم ہی کی نشست کا فخر رکھتی تھی ہاں
مسٹر شوکت علی نے ایک مذاق ضرور کیا کہ بحب عادت قدیم مزاح میں ایک تقریر فرمائی
جس میں تلک کی ٹکٹی اٹھانے پر ظریفانہ جملوں میں توبہ کی گئی تھی شاید یہ کہنے کی حاجت
نہیں کہ اُن کا فعل مسلمانان ہند کا فعل اور اُن کی توبہ مسلمانان ہند کی توبہ لیکن ستم ظریفی
یہ ہوئی کہ بعض ناآشنا متعصب ہندو مذاق کو حقیقت سمجھے اور اپنے اخبارات میں خوب
غیظ و غضب کے مضامین شائع کئے لیکن یہاں سے سکوت رہا اس لئے کہ جو مقصد تھا
وہ حاصل ہو چکا تھا بات رفع دفع ہوگئی لیکن علمار سیاسی کے سکوت میں اب بھی فرق نہ
آیا جمعیت کے پانچسو علمار میں سے کسی ایک میں بھی اس کی ہمت نہ ہوئی کہ مسٹر شوکت علی کے
پر مذاق توبہ کے دامن میں پناہ گزیں ہو کر اُن اعمال و اقوال کفریہ کے متعلق جن کی تعداد
تقریباً چالیس سے بھی متجاوز ہی کسی ایک قول یا ایک فعل کی بھی شناعت بیان کر دیتا
یہ ہر اس و سکوت علمار سیاسی کا اُن مسائل کے متعلق ہی جن سے ہندوؤں کو کوئی
شغف نہیں یہ تو محض لیڈروں کا جوش کفر پرستی ہے رہا وہ مسئلہ جس کا استیصال مسٹر گاندھی
چاہتے ہیں یعنی گائے کی قربانی اُس کے متعلق اگر علمار سیاسی خاموش رہتے تو یہ ناقابل

عفو گناہ نہ معلوم انھیں کیا سے کیا بنا دیتا لہٰذا اس پر فتوے ہوئے مضامین لکھے گئے رسائل تصنیف کئے گئے اور یہ عجیب تماشا دکھایا گیا کہ گزشتہ سال تک گائے کی قربانی ہندوؤں کے وید اور شاستر سے ثابت کی جاتی تھی لیکن جب ایک فرقہ کے امام مسٹر گاندھی ہوئے تو اُن کے گروہ کو اب عدم جواز قربانی گاؤ قرآن وحدیث سے معلوم ہونے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء اور اُن کے متبعین جب غالب ہوتے ہیں تو عوام اگر دین کے خلاف کوئی کلمہ نکالنا چاہتے ہیں تو غالب گروہ اُن کا گلا دبا دیتا ہے لیکن جب عوام غالب ہوتے ہیں اور علماء اور اُن کے متبعین مغلوب تو عالم جب کوئی بات دین کی کہنا چاہتا ہے تو غالب گروہ یعنی عوام علماء کا گلا دبا دیتے ہیں یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث شریف میں دی گئی ہے۔

جمعیت اسلامی کی تخریب دوستو یہ واقعات وحقایق ہیں دشنام دہی نہیں وہ روسیاہی کیوں کھٹ جائیگی جو موالات کفار کی وجہ سے تم انوکھے دینداروں کے چہرہ پر بڑھ رہی ہے علماء سیاسی جس بے حسی کے ساتھ لیڈروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہیں وہ ان کی ایک ایک حرکت سے نمایاں ہے جمعیت کے جس عالم نے اپنے ایمان پر بہت بڑا احسان کیا اُس نے یہ کہا کہ ہم سیاسیات میں مسٹر گاندھی کی پیروی کرتے ہیں اُن کا کہا مانتے ہیں لیکن مذہبی امور میں ہم ہرگز اُن کی بات نہ مانیں گے نہ اپنا مذہب چھوڑیں گے نہ احکام مذہبی میں کوئی تغیر وتبدل کریں گے یہ کہا اور اپنے قوت ایمان کا متعدد اخبارات میں خوب ڈنکا بجایا۔

حالاں کہ جمعیت میں جو عالم شریک ہو جائے اُس کی خالص توحید صلابت ایمان شستگی اسلام اور اخلاص عمل کے متعلق جملہ اوہام وشکوک کا استیصال ہو جاتا ہے نہ معلوم اراکین جمعیت کو اس کہنے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی۔ جن اعمال واقوال کا اس نئے دور میں

ایجاد ہو رہا ہے وہ اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یا قرن اولیٰ میں ایسے علماء ربانی پائے جاتے تھے یا پھر اس مجلس میں جسے جمعیۃ العلماء کا لقب دیا گیا ہے۔

علماء جمعیت ناحق اس کے باور کرانے کی کوشش فرماتے ہیں یہاں شبہ کسے ہوا تھا جو آپ نے دفع دخل مقدر کی زحمت اٹھائی خود آپ کی تحریریں اور آپ کے متبعین کے افعال و حرکات آپ کے ایمان و اسلام کا آئینہ ہیں۔

اسلام نے اپنے متبعین کو کفار سے بیگانگی کا حکم اس تاکید و مبالغہ سے دیا تھا کہ معاشرتی امور میں بھی یہ ہدایت کی گئی تھی کہ کفار کی تقلید اس میں کبھی نہ ہونے پائے وضع لباس شکل و صورت ماکل و مشارب سلام و تحیۃ تعزیۃ و تہنیت غرض جملہ شعبہائے حیات مسلم تقلید کافر سے مصئون و محفوظ رہے چنانچہ آج تک مسلمان یہی جانتے تھے اور بقدر توفیق الٰہی پر اُن کا عمل بھی تھا لیکن اس دَور میں مسلمانوں کی عصبیت اس طرح فنا کر دی گئی کہ معاشرتی و تمدنی امور کا کیا ذکر دینی امور میں کفار کی تقلید بکمال ارادت و عقیدت سے ہونے لگی اور اسے ایمان و اسلام کا لقب عطا کیا گیا۔

کہنے والا منہ بھر کر کفر کا کلمہ کہتا ہے سامع اُسے سنتا ہے اور جوش طرب میں آکر رقص کرتا ہے علماء سیاسی دیکھتے ہیں سنتے ہیں لیکن کہیں اپنے سکوت کہیں اپنی مداہنت اور کہیں اپنے فتاوے سے ایجاد کفر و تکرار کفر پر ترغیب و تحریص دیتے ہیں یہ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق مسلم شریف میں روایت موجود ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث

حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں جھوٹے دجال تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنھیں نہ تم نے کبھی سُنا ہوگا

بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم — نہ تمہارے باپ کے کان آشنا ہوئے ہوں گے ان کو
فایاکم وایاھم لا یضلونکم — اُن سے اور اُن کو اپنے سے بچانا خبردار وہ تمہیں گمراہ
ولا یفتنونکم۔ — نہ کرنے پائیں اور نہ تمہیں فتنہ میں ڈالیں۔

جس مسلمان میں ایک ذرہ ایمان کا باقی ہے وہ دیکھ لے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے یا نہیں، دیکھ لو ہندوؤں کے متعلق جس قدر احادیث و آیات قرآنیہ آج پیش کی جا رہی ہیں اس سے مسلمانوں کے کان کبھی آشنا ہوئے تھے تاریخ کی کتابیں موجود ہیں ہمیں بتاؤ کس عہد میں ہندوؤں کو مسلمانوں نے اپنا رہبر بنایا تھا مسلمانوں نے ہندوستان پر سات سو برس تک فرماں روائی و جہاں بانی کی ہے ہزاروں علماء اس خاک ہند سے پیدا ہوئے لیکن اس کا پتہ بتاؤ کہ کس صدی کی علماء نے کفار ہند کو اہل کتاب قرار دیا رام لچھمن پر پھولوں کا تاج مسلمانوں نے کس زمانے میں رکھا آج سے پیشتر جس قدر علماء کرام گزرے اُن کی تصانیف یا اُن کے حالات زندگی میں کہیں اس کا سراغ ملتا ہے اس طرح ہندو پرستی تو اسی صدی کے مدعیان علم کے لئے مخصوص تھی تا کہ مخبر صادق کا ایک ایک حرف صحیح ہو جائے۔

نبوت و سلطنت کا فرق بہرحال اس بحث کو چھوڑئیے اور اصل مدعا کی طرف آئیے کہ ایک مستولی بادشاہ ایک نبرد آزما فاتح یا ایک صاحب علم و فن ان سب کی حکومت دنیا کے لئے موجب ہلاکت و بربادی ہے اس لئے کہ ان سب کا نصب العین انسان کے جذبات و قوائے دماغیہ کا اپنی تحقیقات و اختراعات یا اپنے اختیارات و قدرتوں میں جذب کر لینا ہے لیکن نبوت و رسالت کا نصب العین انسان کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کرنا قوانین انسانی کی بندش سے رہا کرنا اور تقرب الی اللہ کا راستہ بتانا ہوتا ہے اللہ کے بندوں پر اللہ ہی کی حکومت ہوتی ہے اُس کے خلق کئے ہوئے اعضا و قوا اُسی کے فرمان کے بموجب حرکت کرتے ہیں

نشو و نما پاتے ہیں خلاصہ یہ کہ انسان پر اُس کے خالق کی حکومت ہوتی ہے نہ کہ خود انسان
ہی کی۔ قانون الٰہی یعنی کتاب آسمانی جو پیغمبر اپنے رب العالمین کی طرف سے لاتا ہے
اُس کا نشر و تبلیغ اور اُسی کے ماتحت انسان کے سارے شعبہائے زندگی کی تعلیم اُس کا
مقصد ہوتا ہے قوانین الٰہیہ کی حکومت اور اس کے ماتحت زندگی بسر کرنے میں کوئی فرق مراتب
نہیں ہوتا شخص خواہ مفلس ہو یا سلطان ذی جاہ بدوی ہو یا متمدن جاہل ہو یا علامہ امر الٰہی
کی حکومت سب پر یکساں ہوتی ہے ہر ایک مسلمان اس واقعہ سے آگاہ ہے کہ فاروق اعظم
جیسا جلیل الشان خلیفہ جب کہ ایک مجمع عام میں جمعہ کے روز خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور
مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے اسمعوا واطیعوا مسلمانوں سنو اور کہا مانوں تو ایک
شخص کھڑا ہو کر بیدھڑک کہدیتا ہے لا اسمع ولا اطیع نہ میں سنوں گا نہ کہا مانوں گا
سوال ہوتا ہے کہ اس اعراض کی علت کیا جواب ملتا ہے کہ تقسیم کے وقت جو حلّہ تمہارے
حصہ میں آیا تھا وہ عبا کے لئے ناکافی تھا تم نے اپنی عبا کہاں سے پوری کی فاروق اعظم
کے بیٹے کھڑے ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ میں نے اپنا حصہ باپ کی نذر کر دیا تھا اس
شہادت کے بعد معاملہ طے ہو جاتا ہے اور معترض مطمئن ہو کر یہ کہتا ہوا بیٹھ جاتا ہے کہ الآن اسمع
واطیع اب سنوں گا اور کہا مانوں گا اسی روایت سے قانون الٰہی اور قانون شاہی کا فرق
تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایک اور واقعہ یاد کرو فاروق اعظم کے ایک
بیٹے پر ایسی خطا ثابت ہوتی ہے جس سے تعزیر شرعی اُن پر لازم آتی تھی فاروق اعظم بمجرد
استماع جرم مکان تشریف لے جاتے ہیں بیٹے کو دسترخوان پر سے اُٹھا کر کشاں کشاں مجمع
عام میں لاتے ہیں حد شرعی جاری ہوتی ہے ہنوز ضرب تازیانہ کی تعداد پوری نہیں
ہوئی ہے جو بیٹا پیاس سے بیتاب ہو کر پانی مانگتا ہے باپ اور بیٹے کی گفتگو حدیث کے

الفاظ میں سنئے۔

حتی بلغ سبعین فقال یا ابتِ اسقنی شربۃً من ماء فقال یا بنیّ ان کان ربک یطہرک یسقیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ لا تظمأ بعدھا ابداً یا غلام اضربہ ۔

جب ستر کوڑے مارے جا چکے تو بیٹے نے کہا اے باپ تھوڑا پانی پلا دیجے فاروق اعظم نے فرمایا اے بیٹا اگر خدا نے تجھے گناہ سے پاک فرما دیا تو جنت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے تجھے ایسا جام پلائیں گے کہ جس کے بعد تو کبھی پیاسا نہ ہوگا یہ جواب دے کر غلام کو حکم دیا کہ ہاں کوڑے کی ضرب پوری کرو۔

جب بیٹے کی حالت بہت ہی زار ہو گئی تو اُس وقت باپ بیٹے میں جو وداعی گفتگو ہوئی ہے اُسے بھی سنئے۔

حتی بلغ ثمانین فقال یا ابتِ السلام علیک

جب اسی کوڑے پڑ چکے تو بیٹے نے کہا کہ اے باپ السلام علیک رخصت ہوتا ہوں۔

فقال وعلیک السلام ان رأیت محمداً فاقرأہ منی السلام وقل لہ خلفت عمر یقرء القرآن و یقیم الحدود یا غلام اضربہ ۔

فاروق اعظم نے فرمایا وعلیک السلام اے بیٹے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی نصیب ہو تو عرض کرنا کہ آپ نے عمر کو چھوڑا وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور حدود شرعیہ کو قائم کرتا ہے اس کے بعد غلام کو حکم دیا کہ ہاں عدد پورا کیا جائے۔

پہلے واقعہ میں خود ذات امیر المومنین، پر احتساب بھرے مجمع میں کیا گیا ہی اعتراض ایسا خفیف ہے کہ امیر المومنین کی ذات اور شان کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ ایسی ضعیف جرح کی حاجت ہی کیا تھی رُعب شاہی اور داب جہاں داری لیے معترض کو

گردن زدنی بتائے گا لیکن درسگاہ نبوت کا تعلیم یافتہ جیں بہ جبیں بھی نہیں ہوتا معاً خطبہ موقوف کر دیتا ہے اور مدعا علیہ کی حیثیت سے صفائی کا گواہ جب پیش کر لیتا ہے اور معترض مطمئن بھی ہو جاتا ہے تب خطبہ شروع کرتا ہے پھر یہ بھی دیکھو کہ آئندہ زندگی میں بھی کہیں اس کا گلہ اور شکوہ نہیں آتا۔

دوسرا واقعہ حکم الٰہی کی ہمہ گیری کی ایک عجیب مثال ہے امیر المومنین ہے اگر چاہتا بیٹے کے لئے کوئی سبب پیدا کر دیتا لیکن نہیں جذبۂ احتساب کی یہ شدت ہے کہ مجرم کو پانی دینے کی بھی رعایت گوارہ نہیں ذرہ نظر بلند کیجئے اور خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کو دیکھئے بیشمار مثالیں اس کی تمہیں ملیں گی جس سے فرق ملکت گیر اور نبی کا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا محض تبرکاً و تیمناً میں دو واقعوں پر اکتفا کرتا ہوں جنگ بدر کا موقع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کی صف جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آراستہ فرما رہے ہیں سواد بن غزیہ صف سے آگے نکلے ہوئے ہیں اُن کے پیٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر کی لکڑی سے چوکا دے کر فرمایا کہ صف میں داخل ہو سواد عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھے آپ نے تکلیف پہونچائی اس کا عوض دیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتہ شکم مبارک سے اُٹھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہاں عوض لے لو سواد شکم مبارک کو بوسہ دیتے ہیں اور جسم اطہر سے لپٹ کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ بے ادبی معاف ہو معرکہ سخت ہے دشمن کی فوج بیکراں پیش نظر ہے ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھے مرتبہ شہادت عطا فرمائے تو اس کے جناب میں ایسا جسم لے کر پہنچونگا جو اُس کے حبیب کے جسم سے مس ہوا ہے اسی کی برکت سے رحمت و مغفرت کی اُمید ہے کیا ایک سپاہی اپنے بادشاہ سے محضر عام میں ایسا کہنے کی مجال رکھتا ہے کیا ایک

بادشاہ اس طرح حق العباد ادا کرنے پر اس خندہ پیشانی کے ساتھ آمادہ ہو سکتا ہی کبھی نہیں اور ہرگز نہیں۔

دوسرا واقعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ آخری وعظ ہے جو آپ نے مرض وفات میں ارشاد فرمایا ضعف کا استیلا ہے سر میں درد اس شدت کا ہے کہ پٹی سے سر مبارک باندھ دیا گیا ہے اسی حالت میں مسجد نبوی میں تشریف لاکر ممبر کو زینت وسعادت دی جاتی ہے اُمت اپنے پیغمبر کی آخری وصیت سننے کے لئے جوق درجوق جمع ہو رہی ہی جب مسلمان جمع ہو کر ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اُس وقت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر میں نے کسی کو مارا ہو تو آج وہ شخص اپنا عوض لیلے اگر کسی کو گالی دی ہو تو وہ بھی اپنا عوض پورا کرے اگر کسی کا قرض ہو تو وہ اپنا مطالبہ پیش کرے حاضرین میں سے ایک شخص تین درہم کا مدعی ہوتا ہی جو علی الفور ادا کیا جاتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کا حقوق العباد کے متعلق اس طرح کہنا محض زبانی نہ تھا بلکہ عملاً اُسے کرکے دکھا دینا تھا کہ جن احکام الٰہی کو اُمت تک پہونچایا گیا ہے خود پیغمبر کی زندگی انھیں احکام کی کس قدر تابع ومطیع ہے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم دل چاہتا تھا کہ اس مبحث کو اور کھول کر بیان کرتا اپنے آقا اپنے مولیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھنے کی سعادت حاصل کرتا لیکن اس وقت چونکہ کفار د مشرکین سے موالات کرنے والوں کی ہدایت منظور رہی اس لئے اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور لیڈران قوم سے نہایت عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ ایک سیاست الٰہی ہی اور ایک سیاست یورپ دونوں میں فرق آسمان وزمین کا ہے سیاست اسلامی عین دین ومذہب ہی اور سیاست یورپ سرتاسر کید وحیل۔

عود الی المقصود | ہوسکتا ہے کہ تمہاری تحریک نان کوآپریشن اصول یورپ کے موافق تمہیں کامیابی کا یقین دلاتی ہو لیکن یہ کیا ستم ہے کہ تم اسے تعلیم دینی و مذہبی قرار دے کر سیاست اسلامی کو داغدار بنا رہے ہو ملک گیر اور داعی الی اللہ کا فرق مٹا رہے ہو وہ اصول جسے ایک ملک گیر اپنے دشمن و مقابل کے حق میں روا رکھتا ہے تم اُسے تعلیم قرآن قرار دیتے ہو۔

فقیر کی یہی عاجزانہ التماس ہے کہ مسائل کی صورت مسخ نہ کیجئے شریعت کو یورپ کی پالیسی کا مرادف قرار دے کر اپنے ہاتھوں کا کھلونا نہ بنائیے جو کچھ تمہیں کرنا ہو اُس کو شوق سے کرو روکنے والا کون ہے لیکن خدا کے لئے دین اسلام کو ذبح نہ کرو اپنے عروج اور چندروزہ عزت و وجاہت کے لئے قرآن و حدیث میں تحریف نہ کرو اسلامی مسائل کو اپنے حرص و آز کا شکار نہ بناؤ۔

جنگ بدر اور فتح مکہ کے واقعات گزر چکے خلافت فاروقی اور عہد نبوت کے بعض حالات بھی پیش کئے جا چکے اس پر بھی اگر تمہیں بادشاہت و نبوت میں فرق نہ معلوم ہو اور نان کوآپریشن و ترک موالات میں تم تمیز نہ کر سکو تو پھر تمہارے ایمان پر انا للہ وانا الیہ راجعون تلاوت کرنا چاہیئے۔

دوستو خدا کے واسطے اپنی جانوں پر رحم کرو اپنے اعمال قبیحہ اقوال کفریہ اور تحریف مسائل شرعیہ سے توبہ کرو ایمان کی حقیقت سمجھو اور اُس کی قدر پہچانو خدمت اسلام کا خدام اسلام سے طریقہ سیکھو مسٹر گاندھی اور ان کے ہنود پارٹی کا جام ولا کب تک پیتے رہو گے دنیا چندست آخر کار با خدا وندست۔

ایک اور شبہ کا ازالہ | اس جگہ ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ تحریکات جب کہ تحت احکام شرعیہ نہیں اور وہ امور جنہیں ترک موالات کہا جاتا ہے وہ ہرگز داخل موالات نہیں تو پھر آخر اس کی

کیا وجہ جو یہ تحریک عالم گیر ہو رہی ہے۔

اس شبہ کے دو جواب ہیں ایک کو مجمل اور دوسرے کو کسی قدر مفصل بیان کرتا ہوں پہلا مجمل جواب تو یہ ہے کہ اس تحریک میں حکومت و بادشاہت کی چاشنی دی گئی ہے مسلمانوں کو دینی زندگی اور اسلامی اخلاق سے بیگانہ وشی اور دنیا طلبی میں غلو و انہاک تو تھا ہی اس پر جو حکومت کا سبز باغ لیڈروں نے دکھایا تو سب کے سب اس طرف ٹوٹ پڑے چھوٹوں کو بڑوں پر جاہلوں کو عالموں پر فساق کو پرہیزگاروں پر منہ آنے اور گالیاں دینے کا ایسا موقع کب ملا تھا خود بینی و خود رائی اور سوراج کی دلکشی ہے جس نے اس تحریک کو عالم گیر بنا رکھا ہے اس وقت اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خود حکومت ہند نے اپنے انداز حکمرانی سے ہندوستانیوں میں ایسا مادہ پیدا کر دیا ہے کہ ایک ادنیٰ اشارہ انہیں برانگیختہ کر دینے کے لئے کفایت کرتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ۔

حکومت سے عام گلہ حکومت کے لئے جہاں سیاست کا جزبہ ضروری ہے وہاں عدالت کا عنصر اس سے بھی زیادہ اہم وضروری ہے شہ کے بعد سے جس طرح کہ حکام ہندوستان میں آتے رہے اُن کی طرز عملداری میں سیاست کا جز اس قدر غالب ہوتا گیا کہ رفتہ رفتہ عدالت کا عنصر معدوم ہو گیا ہندوستانی آخر انسان تھے جب ضبط کا یارا نہ رہا تو اُن سے فریاد کی آوازیں بلند ہونے لگیں اسی بزم فغاں کا نام کانگریس پنڈال ہے۔

فقدان عدالت کی توضیح اس سے ہوتی ہے کہ ہندوستان کی آبادی اگر تقسیم کی جائے تو باستثنار بعض پانچ قسموں پر منقسم ہوگی تعلیم یافتہ ملازم پیشہ مزدور پیشہ زمیندار اور کاشتکار تعلیم پانے والوں کو یہ شکایت رہی کہ طریقہ تعلیم نصاب تعلیم اور معیار امتحان ایسا تباہ کن ہے

کہ یونیورسٹی سند فراغ جب ایک ہاتھ میں دیتی ہے تو اُسی کے ساتھ صحت جسمانی و دماغی بھی الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے رخصت ہوجاتی ہے دولت کا ایک کثیر حصّہ عمر کا بیش بہا زمانہ تعلیم کی نذر ہوجاتا ہے اور پھر بھی قابلیت واستعداد سے ذہن ناآشنا وبیگانہ ہی رہتا ہے طرفگی یہ کہ ان نقائص وشدائد کے ساتھ عمر کی پابندی ایک بلاانگیز بند دقید ہے سولہ برس سے کم عمر والا میٹرک میں شریک نہو اور جس کی عمر پچیس برس سے متجاوز ہوجائے وہ صیغۂ ملازمت کی اُمید نہ رکھے تعلیم کا ایسا طریقہ رکھا گیا کہ بجز دفاتر کی محرری اور پیشی کے کسی اور کام کا سلیقہ ہی نہ آیا۔

امتحانات کی سختی کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ سینٹ ہال الہ آباد میں طالب العلم داخل ہوتا ہی پرچہ سوال کا ہاتھ میں لیتا ہی محنت سے خستہ دماغ پر ایسا زور پڑتا ہے کہ دفعۃً پاگل ہوجاتا ہے اسی دیوانگی میں دو تین روز زندہ رہکر مرجاتا ہے اس طرح کا واقعہ مکرر ہوتا ہے لیکن یونیورسٹی کا ظالم وخونخوار دیوتا رحم کی طرف مائل ہونا نہیں جانتا وہ طلبہ جو اپنی آنکھوں کو رو بیٹھے یا وہ انگریزی خواں جن کا پھیپھڑا زخمی ہوگیا یا جنھیں ضعف معدہ نے گوشۂ گمنامی وناکامی میں بٹھا دیا اُن کا وجود شہر کے ہر محلہ میں موجود ہے تعلیم پر دلچسپی رکھنے والے چلاتے ہیں لیکن ان کی آواز کی شنوائی نہیں ہوتی۔

نہ نصاب تعلیم ایسا رکھا جاتا ہے جس کا پڑھنا اور یاد کرنا سہل ہو نہ طریقۂ تعلیم میں وہ شان پیدا کی جاتی ہی جس سے طالب العلم میں صحیح استعداد وقابلیت پیدا ہو نہ نوعیت امتحان میں تغیر آتا ہے جس سے ہندوستانیوں کی صحت کو امان نصیب ہو یونیورسٹیوں کا جب یہ بیداد ہو تو پھر تعلیم یافتہ جماعت گلے سے کیوں لبریز نہو (۲) پچیس برس کے اندر جس خوش نصیب نے یونیورسٹی کے دست تطاول سے فراغت پائی تو اُس نے ملازمت کی سلسلہ جنبانی شروع

کی رہی سہی ہستی خاک میں ملاتے ہوئے جب کسی عہدہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو اُس حالت میں گزر کرنے لگے کہ نہ پیٹ بھر کھانا نہ راحت رساں لباس تنخواہ ماہ بماہ ملتی ہے لیکن باوجود انتظام بیس روز سے زیادہ کفایت نہیں کرتی اُس پر کام کا یہ عالم کہ باوجود اس کے کہ سارا دن کچہری میں صرف ہوا پھر بھی شام کے وقت بستہ دبا کر گھر پہنچے حاجت وراحت کے عوض چراغ کے سامنے دیدہ ریزی و دماغ سوزی ہو رہی ہے یہ واقعہ ہے کہ دو آدمیوں کا کام ایک کو انجام دینا پڑتا ہے اور ایک کی تنخواہ دو آدمیوں کو ملتی ہے رشوت ستانی اور خامی اخلاق کی یہی تنگدستی بنیاد ہے اسی کے ساتھ اس قدر اور شامل کر لیجئے کہ اعلیٰ عہدہ و منصب اور ایسے امتحانات کی سندیں جن سے اعلیٰ عہدہ کا استحقاق ہو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے لئے ممنوع رہا انصاف شرط ہے کہ ایسی صورت میں ملازم پیشہ اپنے سینہ میں وسعت کہاں سے لائے۔

(۴و۵) زمینداروں کا یہ حال ہے کہ قانون کی بندش میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ کاشتکاروں سے کچھ بول نہیں سکتے رعایا ہی کہ سر پر چڑھی آتی ہے اُس پر تحصیلدار اور نائب تحصیلدار کا دورہ اور بھی زمینداروں کو پٹیے ڈالتا ہے جہاں تحصیل کا دستور نہیں بلکہ بندوبست دوام ہے وہاں سروے بھیجکر زمینداروں کو خستہ وشکستہ کر دیا گیا۔

قانون ایسے پر پیچ بنائے کہ کاشتکار زمیندار سے اور زمیندار کاشتکار سے برابر اُلجھا رہے کچہریوں کی ساری رونق زمینداروں اور کاشتکاروں کے تنازعات کی بدولت ہے اسی تنازع کا نتیجہ ہے کہ نہ کاشتکار راحت و رفاہیت کی زندگی بسر کرتا ہے نہ زمیندار چین سکھ سے بیٹھنے پاتا ہے اس بے چینی اور بدمزہ زندگی نے زمیندار اور کاشتکار دونوں کو بددل بنا رکھا ہے۔

علاوہ ازیں روزمرہ کے معاملات میں ہندوستانیوں سے ایسا ذلیل وخوار برتاؤ کیا جاتا ہے کہ جذبہ غیرت جل کر خاک سیاہ ہو جاتا وہ اجتماع جس کی غایتہ ہم نوالہ وہم پیالہ ہونا ہے اُس میں بھی تلخی وخشکی ایسی ہوتی کہ لقمہ گلوگیر ہو جاتا ریل کا سفر جس میں ہر ایک مسافر کی حیثیت مساویانہ ہوتی ہے وہاں بھی تفضیح وتوہین کا عمل بکثرت پیش آیا کیا غرض رعب و داب قایم رکھنے کے لیے اس افراط سے کام لیا گیا کہ سیویلین کی ہر ادا اس کا بلیغ درس دیتی تھی کہ تم جب ہندوستانی ہو تو پھر تمیں قالب بیجان ہو کر میری غلامی کے لئے زندہ رہنا چاہیئے یہ تسلیم کہ تم نے یونیورسٹی کی سند حاصل کر لی انگلینڈ بھی ہو آئے بیرسٹری کی سارٹیفکٹ و دیگر علمی سندیں بھی یورپ کی یونیورسٹیوں سے حاصل کر لیں لیکن آخر ہو تو ہندوستانی لہذا اپنے احساسات وحیات کا ہمارے سامنے نام لینا جرم عظیم سمجھو والیان ملک کے ساتھ قطع نظر دیگر حالات صرف ریزیڈنٹ صاحبوں کے غیرت سوز تعلقات ہی ہر خوشگواری کے منقطع کر دینے کے لئے کافی تھے یہ حالات و واقعات ایسے نہ تھے جو عام بے چینی پیدا کیے بغیر رہ سکتے ۔ جب ضبط کا یارا نہ رہا تو کانگریس میں رزولیوشن پاس ہونے لگے اور ہندو اخبارات اُس کی تائید ونشر میں معین ومددگار ہوئے اگرچہ چشم نمائی کا سلسلہ مسلسل جاری رہا لیکن کانگریس کی الاپ بڑھتی ہی گئی واقعہ پنجاب سے نوبت یہاں تک پہونچی کہ سر نہیں یا سر وہی نہیں۔

مسلمانوں کا مخصوص گلہ مذکورۂ بالا شکایتیں ایسی تھیں کہ جن میں ہندو اور مسلم دونوں قومیں بحیثیت مساوی فریادی وماتمی تھیں لیکن مسلمانوں کی افسردگی کے وجوہ کچھ ان سے ماورا بھی ہیں۔

(۱) ہندوؤں نے کانگریس قایم کی گورنمنٹ کا منشا اس کے خلاف تھا مسلمانوں نے گورنمنٹ کا ساتھ دیا اور نہایت زور وقوت سے کانگریس کی مخالفت کی جس کا یہ اثر تھا کہ

کانگریس کا پنڈال ہمیشہ مسلمانوں سے خالی دکھائی دیا۔

(۲) گورنمنٹ نے تحفظ ہندو وغیرہ کے نام سے جس قدر قانون وضع کیے ہندوؤں نے مخالفت کی مسلمانوں نے گورنمنٹ کی تائید میں اپنی آوازیں بلند کیں عام مسلمانوں کو سمجھایا کہ قانون کی سختی سے وہ ڈرے جس کے دل میں چور ہو تم خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہو آں راکہ حساب پاک ست از محاسبہ چہ باک۔

(۳) گورنمنٹ نے قانون مطابع پاس کیا ہندوؤں نے مخالفت کی مسلمانوں نے یہاں بھی تائید ہی کی لیکن ان سارے موافقات و تائیدات کا صلہ یہ تھا کہ اخبارات ان کے بند ہوئے مدیران کے قید ہوئے ضمانتیں ان کی ضبط کی گئیں حقوق ملکی میں یہ پس پشت ڈالے گئے

(۴) ان سب سے بڑھکر مسجد کانپور کا واقعہ ہے جس میں مسلمانوں کی مذہبی توہین کی گئی مسٹن صاحب اپنے نام سے ایک سڑک بنانا چاہتے ہیں اُس کے وسعت و استواء کے لئے مسلمانوں کی مسجد شہید کر دی جاتی ہے۔

مسلمانان ہند نے اپنی فریاد لندن تک پہنچائی لیکن مسٹن صاحب کی ضد کچھ ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کی فریاد کی شنوائی ہوتی یہ معاملہ کس قوم کے ساتھ ہوا اور اس نے کیا اثر پیدا کیا اس کے لئے صفحات تاریخ میں سے اس واقعہ کو پڑھ لیجئے۔

جامع مسجد دمشق سے متصل ایک گرجا تھا جس کا نام یوحنا کا گرجا تھا امیر معاویہ کے زمانہ میں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ گرجا مسجد میں شامل کر لیا جائے دربار خلافت نے عیسائیوں کو طلب کیا وہ دینے پر راضی نہوئے ضرورت ملتوی رکھی گئی۔

عبدالملک بن مروان نے اُس ضرورت کو اپنے عہد میں پورا کرنا چاہا درخواست کے ساتھ رقم کثیر بھی اُن کے سامنے پیش کی لیکن عیسائی پھر بھی راضی نہ ہوئے ضرورت

ملتوی کر دی گئی۔

اب زمانہ ولید کا آیا اس نے بھی زر خطیر پیش کیا اور گرجا عیسائیوں سے طلب کیا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے ولید نے غصہ میں جھلا کر کہا کہ اگر بزور لے لوں تو کیا کر و گے عیسائی بولے کہ جو شخص گرجا توڑتا ہے وہ پاگل یا کوڑھی ہو جاتا ہے اب ولید کا غصہ بھڑکا خیال گزرا کہ کہیں لوگوں میں یہ وہم عقیدہ کا مرتبہ نہ حاصل کرلے خود ہی ولید نے کدال لے کر گرجا کی دیوار ڈھانی شروع کر دی عیسائی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور گرجا شامل مسجد ہو گیا۔

جب زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا آیا عیسائیوں نے استغاثہ دائر کیا کہ ہمارا گرجا زبردستی چھین کر شامل مسجد کر دیا گیا ہے تحقیقات ہوئی واقعہ صحیح ثابت ہوا حکم ہوا کہ اس قدر حصۂ مسجد کا توڑ کر عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔

مسلمان بیتاب ہوئے کہ جس زمین پر برسوں اذان پکاری نمازیں پڑھیں اب وہ پھر گرجا ہوئی جاتی ہے لیکن بیتاب ہو کر کیا کر سکتے تھے جب کہ امیر المومنین کا حکم نافذ ہو چکا تھا آخر انھیں عیسائیوں کی خوشامدیں کیں اور غوطہ کے کل گرجے جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے وہ سب عیسائیوں کو دیدیئے تب عیسائی راضی ہوئے اور مسجد قایم رہی۔

مسلمانوں نے گرجا لے کر اپنی مسجد وسیع و مستوی بنائی تھی عیسائی معبد کو اسلامی مسجد کر لیا تھا اس سے زمین کی صفائی اور پاکی میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں آتا تھا مگر صرف اس خیال سے کہ عیسائیوں پر زبردستی نہ ہونے پائے دو بادشاہوں نے اپنی خواستگاری طلب کا رائیگاں ہونا پسند کیا لیکن عیسائیوں کی دل آزاری روا نہ رکھی ولید نے بیشک قبضہ کر لیا لیکن یہ نتیجہ اُن کے سوء کلام کا تھا جس سے اعتقاد کا خطرہ تھا لیکن جب زمانہ عمر بن عبدالعزیز کا آیا تو نہایت فیاضی سے عیسائیوں کے حق میں فیصلہ صادر کیا گیا متن اور اُن کے حامی

اس واقعہ کی طرف نظر کریں اور دیکھیں کہ وہ قوم جس کی مسجد شہید کی جاتی ہے اُس نے اپنے ایام سلطنت میں عیسائیوں کے ساتھ کیا کیا تھا اور آج اُس کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے کسی وقت مسلمانوں کی قوم بھی طاقت وقوت رکھتی تھی ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ سارا یورپ اُس کے چشم وابرو کے اشارہ پر چلنے کے لئے کمربستہ وآمادہ تھا بہت بڑی عیسائیوں کی آبادی مسلمانوں کی رعایا بن کر صدیوں تک زندگی بسر کرتی رہی ہے آج اُس قوم کے بے شمار احسانوں کا اگر عوض آپ ادا نہیں کر سکتے تو کم از کم اُسے تختۂ مشقِ ستم تو نہ بنائیے۔

بیشک مسٹن روڈ بن کر تیار ہو گئی اور مسٹن صاحب کو اس کی خوشی بھی ہوئی کہ آن کے نام کی ایک سڑک یادگار رہی لیکن یہ یاد رہے کہ اس سڑک کا نام جب تک باقی ہے شہید مسجد ہر اُس سڑک کے گزرنے والے کو آپ کی بیداد اور اپنی مظلومیت وشہادت یاد دلاتی رہے گی۔

حیف صد حیف سڑک کی وسعت دیکھی گئی لیکن مسلمانوں کی تنگ دلی کا لحاظ نہ کیا گیا سو سڑکیں تنگ ہوں لیکن رعایا کا دل جب کشادہ ہے تو کیا مضائقہ۔

سڑک پیچ در پیچ خم در خم ہو مگر رعایا کے قلوب وروابط راست ومستقیم ہوا تو لطف حکومت وفرماں روائی ہے آپ نے سڑک سیدھی بنائی لیکن قلوب منحرف ہو گئے آپ نے سڑک میں وسعت پیدا کی لیکن قلوب تنگ ہو گئے۔

اس واقعہ نے مسلمانوں کو بہت ہی مایوس کر دیا تھا لیکن پھر بھی ضبط وتحمل سے کام لیتے رہے فتنہ وفساد مسلمانوں کی سرشت نہیں اس لئے خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے اگرچہ مسلمانوں کے لیڈر جو معاملہ مسجد کانپور میں سرگرم کار تھے کسی مخفی دلنواز اثر سے متاثر ہو کر انہوں نے ایک مغالطہ آمیز صورت بنام مخلص ایسی پیش کر دی کہ عوام یہ سمجھے کہ مسجد کا حصہ محفوظ

رہ گیا اور مسٹن صاحب کی ضد پوری ہو گئی۔

قیدی رہا کر دیئے گئے اور اس مسرت میں بڑی شاندار گارڈن پارٹی مسلمانوں کی طرف سے آراستہ کی گئی عالم صاحب فتوے دے کر انگریزوں کے منظور نظر ہوئے اور جنٹلمین صاحب اسی ہزار کی تھیلی لے کر کامیاب واپس ہو گئے افسوس اس کا ہے کہ عالم صاحب کو بجز ایک نگاہ شاباش مسٹن صاحب کی جناب سے اور کچھ نصیب نہ ہوا لیکن اصل حقیقت کب تک چھپی رہتی آخر سچے مسلمانوں پر کھل کر رہی۔

(۵) افسردہ و پژمردہ کر دینے والے واقعات ہندوستان میں ہو ہی رہے تھے جو خلافت کے متعلق لائڈ جارج وزیر انگلستان نے اپنا فیصلہ شائع کیا اس فیصلے نے کھلے لفظوں میں یہ بتا دیا کہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ پوری قوم مسلم خواہ وہ کسی سرزمین میں بستی ہو وزیر انگلستان کے خیال میں ایک سر دلاش ہے جسے پیوند خاک کر دینا چاہئے ہیں

مسئلہ خلافت | مسلمانوں کی بیتابی کی سب سے زیادہ قوی علت اُن کی یہی مذہبی ذمہ داری ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ اس کی کچھ تفصیل کر دی جائے تاکہ عالم اسلامی کے نہ مٹنے والے اضطراب کی حقیقی علت معلوم ہو جائے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات کو حق سُبحانہ نے خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے نبوۃ کا دروازہ بند فرما دیا اب محال قطعی ہے کہ کوئی دوسرا نبی یا رسول ہو اسی طرح شریعت محمدی کو خاتم الشرائع اور ہر پہلو سے کامل و تمام فرما کر اس سے آگاہ کر دیا کہ قیامت تک یہی شریعت قایم رہے گی کسی نئی شریعت کا نزول نہ ہو گا۔

پس ایک ایسی شریعت جسے قیامت تک دنیا میں قایم رکھنا تھا اُس کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس خاکدان عالم میں جہاں فرزند آدم بستے ہیں نہ کہ ملک و فرشتہ

اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ مذہب کا بازو سیاست سے قوی کر دیا جائے۔

یہ ایک حقیقت واقعی ہے کہ جو مذہب اپنی حفاظت نہیں کر سکتا یا اپنی مامون زندگی کے لئے طاقت روا نہیں رکھتا اُس کا وجود محالات عادیہ میں سے ہی ایسا مذہب فلسفہ خیال سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ وہ ہاتھ جس میں اخلاق حسنہ کی کتاب ہو محفوظ و بخیر فائدہ اُسی وقت ہو گا جب کہ دوسرے ہاتھ میں خونچکاں شمشیر بھی نظر آ رہی ہو مذہب اسلام پاکیزہ سے پاکیزہ تر اخلاق کی ہمیں تعلیم بھی دیتا ہے اور پھر ارتکاب جرائم پر حد و تعزیر سے سد باب عصیاں بھی کرتا ہے اس کی تبلیغ کے یمین و یسار سیف و سنان میمنہ و میسرہ بن کر حمایت و حفاظت میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں قلب سلیم کے لئے تذکیر و موعظت ہے اور مفسدین و اعدا کے لئے تیغ جوہر دار ؎

آں کہ میگویند آں بہتر ز حسن

یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

اسلام کے محفوظ و مامون رہنے کے لئے تین اصول قرار دیئے گئے پہلا اصل یہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہونا چاہیئے دوسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام کا ایک امیر ہونا چاہیئے تیسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام پر ایسی قوت مجتمع رہے کہ کوئی بد اندیش نظر اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہ کرے۔

حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً مرکز اسلام قرار پائے جزیرۃ العرب کے شمول سے مرکزی مقام کا استحفاظ تصرف اغیار سے پورا کر دیا گیا ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام مرکزی کے امیر اور مسلمانوں کے ہر طرح کی حاجتوں کا ماوا و ملجا سارے کلمہ گو مسلمان مرکزی مقام اور امیر مرکز کے خادم و مطیع

قرار پائے۔

کتب احادیث و سیر کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ شریعت کی روشنی اُسی ذات پاک سے تھی تزکیہ نفس اُسی روح پرور کے انفاس قدسیہ سے تھا میدانِ جنگ میں وہ سپہ سالار تھا انتظامات ملکی میں ایک بڑا مدبّر سلطان تھا نزاعات باہمی و مناقشات کے فیصلہ میں ایک بے نظیر حاکم عادل تھا۔

غرض کہ مسلمانوں کی کوئی ضرورت و حاجت ایسی نہ تھی جس میں بجز اپنے پیغمبر کے کسی اور طرف وہ متوجہ ہوتے جب یہ مجمع الانوار عہد ختم ہو گیا اور پیغمبر نے اپنی امت سے پردہ کیا تو تعلیم گاہ نبوت کے ارشد تلامذہ یعنی خلفاء اربعہ کا زمانہ نوبت بہ نوبت اسی جامعیت کے ساتھ اُمّت محمدی کی نگہبانی کرتا رہا۔

ہاں جب بنو امیہ کا عہد آیا تو اُس وقت بارگاہِ خلافت میں یہ جامعیت باقی نہ رہی معاش خلیفہ کی بارگاہ میں لے جاتا معاد ائمہ اہل بیت کے آستانوں پر حاضر کرتا تھا اور مسائل شرعیہ کے لئے محدثین و فقہا کا حلقہ درس تھا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت و خدمت اُس وقت بھی ائمہ دین و عامہ مسلمین نے اپنے اوپر واجب ہی سمجھی جس وقت کہ بارگاہ خلافت سے جامعیت مٹ چکی تھی اس کے وجوہ و دلائل جسے دیکھنے کا شوق ہو وہ فقیر کا رسالہ البلاغ مطالعہ کرے اس مقام پر محض سلسلہ سخن قایم کرنے کے لئے اُس قدر کہدینا ضرور تھا کہ وہ شمشیر اسلامی جس کے سایہ میں بیٹھکر علما فقہ و حدیث کا درس دیتے صوفیہ تزکیۂ نفس و صفائے باطن کی تعلیم فرماتے اُس کا قایم و باقی رکھنا جملہ مسلمانان عالم پر فرض کفایہ ہی۔

سلطنت ترکی اس وقت تک مسلمانان عالم کی طرف سے اُن کے سارے فرائض جو تحفظ دین سے متعلق تھے ادا کرتی تھی مرکزی مقام جس کی خدمت فرض کفایہ ہے سلطنت ترکی ہی نے اسے اپنے ذمہ لے لیا تھا ساری دنیا اپنے قصر و ایوان باغ و راغ کی تعمیر و تزئین میں مصروف تھی لیکن سلطنت عثمانیہ کا تاجدار بیت اللہ و مدینۃ الرسول کی خدمت میں مشغول تھا۔

حرمین شریفین کا انتظام ان مقامات کی تحسین و تزئین قنادیل کا روشن کرنا ائمہ و موذنین و مفتیان دین متین کی خدمت حکام سیاسی انتظامی کا تقرر و تنخواہ سب خزانہ سلطانی سے ادا ہوتا رہا غلاف خانہ کعبہ کی تیاری اور اس سُنت رسول کے قائم رکھنے کی سعادت اُسی کو نصیب ہوتی رہی خلیفۃ المسلمین نے اس میں نہ کبھی کوتاہی کی نہ کبھی مسلمانوں کی طرف استمداد کا ہاتھ بڑھایا ان کے مال و دولت کو اُس نے انھیں کے لئے چھوڑ دیا تھا جس طرح خدمت حرمین شریفین فرض کفایہ ہے اُسی طرح اُس کی محافظت بھی فرض کفایہ ہے اس وقت کہ خلافت عثمانیہ کو چھ صدیاں گزر چکی ہیں کوئی بتائے کہ بجز خلیفۃ المسلمین کے کس نے مرکزی مقام کی حفاظت میں اپنا خون بیدریغ بہایا ہے خلیفۃ المسلمین نے حفاظت کی خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مسلمانان عالم کو اس فرض سے ایسا سبکدوش کر دیا کہ ان کے لئے راحت رساں مکانوں میں عیش کی فرصت تھی لیکن اُس کے لئے میدان جنگ تھا اور دشمنوں کا مقابلہ خویش و اقربا یار و احباب زن و فرزند کے اجتماعی معاشرت سے ہم لطف لیتے رہے لیکن وہ خدا کی راہ میں اپنا گلا کٹا کر اپنے بچوں کو یتیم بیویوں کو بیوہ بناتے نوجوان والدین کو داغ مفارقت دے جاتے ہم راتوں کو سکھ کی نیند سوتے تھے لیکن انھیں توپوں کی گرج اور بندوقوں کی سہمناک آوازوں کے ساتھ اعزہ و احباب کے کھدا نے

اور دم توڑنے کی صدا سُننے سے مُہلت نہ تھی ہم نرم بستر اور گرم لحاف میں لپٹ کر راحت کے مزے لوٹتے لیکن وہ تھے کہ خاک و خون میں برابر تڑپتے رہے چھ سو برس سے خلافت عثمانیہ مسلمانوں کے گوناگوں خدمات اسلامیہ کی ضامن و کفیل تھی۔

پیادہ فوج کی سپہ سالاری لواء جہاد کی علم برداری رفادہ حجاج کے کھانے کا انتظام سقایہ حجاج کے پانی کی سبیل یہ جملہ امور بارگاہ خلافت ہی سے سرانجام پاتے تھے آج اُس کی ہستی فنا کردی گئی مُسلمانوں کا ایک محسن مٹا دیا گیا آستانہ نبوت کے خادم کا گلا گھونٹ دیا گیا پھر مسلمان بے چین نہوں تو کیا ہوں۔

کسی کا جگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے قلب پاش پاش کر دیا جائے جسم ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور پھر اُس سے یہ پوچھا جائے کہ تو تڑپتا کیوں ہے یہ عجیب بیرحمانہ اور حیرت انگیز طرز کلام ہے۔

فرض کر لیجئے کہ اس وقت مسلمان بے حیائی اور بیدردی کے مجسمہ بن جائیں اور سب کے سب خاموش و ساکت ہو جائیں تو اس سے صورت واقعہ اور نفس مسئلہ کیوں کر بدل جائے گا اگر مخدر دوا مثل کوکین وغیرہ گلے پر مل دی جائے اور پھر دار دُے بیہوشی سنگھا کر کوئی مدہوش کر دیا جائے اس کے بعد اُس کا گلا کاٹ دیا جائے سر تن سے جدا کر دیا جائے تو بیشک مقتول نہ واویلا کرے گا نہ تڑپے گا لیکن اُس کے سر بُریدہ ہونے سے انکار کیوں کر کیا جائے گا۔

یہ مسئلہ ابھی کہہ چکا ہوں کہ مقامات مقدسہ کی خدمت اور حفاظت دونوں مسلمانوں کا فرض کفایہ ہے جب اُس کا خادم و محافظ نہ رہا تو یہ فرض اب سارے مسلمانان عالم کی گردن پر ہے۔ جب تک وہ اسے انجام نہ دیں گے اس فرض کا مطالبہ برابر اُن سے متقاضی رہے گا یہ ہو نہیں سکتا کہ لیت و لعل اور تن آسانی و تن پروری کے اعذار باردہ

پیش کرکے اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

یہ مسئلہ بالکل قطعی ہے کہ نصب امام امت پر واجب ہے شرائط امام میں تو البتہ گروہ مسلمین کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن نصب امام کے واجب ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، رہی قوت دفاعی اُس کا ہمہ وقت موجود رکھنا فرض ہے اس سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اسی جگہ ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیجئے خلافت بمعنی نیابت نبی جسے امامت کبریٰ کہتے ہیں بعد امام حسن علیہ السلام حضرت عمر بن عبدالعزیز میں پائی گئی ان نفوس قدسیہ کے سوا جس قدر خلفا بنو امیہ یا بنو عباس میں گزرے ان میں سے کسی کی بھی خلافت امامت کبریٰ کے معنی میں نہ تھی یہ سب اسلام کے قوت دفاعی تھے انھیں خلیفہ جو کہا جاتا تھا اور ان کی اطاعت جو ضروری سمجھی جاتی تھی وہ محض اسی وجہ سے کہ شمشیر اسلامی کے یہ محافظ تھے اور حرمین شریفین کے خادم مرکزی مقام کی سیادت اور خدمت و حفاظت ان سے متعلق تھی جب خلفائے عباسیہ کا عہد تمام ہو گیا اور یہ نعمت باسعادت خاندان عثمان میں آئی تو اب مسلمانوں پر ان کی اطاعت واجب ہوئی یہ مسئلہ نہ تو اجتہادی ہے نہ اس میں ظن و احتمالات کی گنجایش ہے بلکہ یہ قطعی و یقینی اور ضروریات دین میں سے ہے کہ مسلمانوں پر حرمین شریفین کی خدمت فرض ہے اور ایسی قوت کا قایم رکھنا جو اعدائے اسلام کو ان مقامات مطہرہ سے دفع کر سکے یہ بھی فرض ہے اس سے انکار کرنے والے کا وہی حکم جو فرضیت نماز کے منکر کا حکم ہے خلافت عثمانیہ بمعنی امامت کبریٰ نہ سہی لیکن قوت دفاعیہ ہونے میں کسے مجال دم زدن ہے

جنگ یورپ نے جب کہ اسلام کی قوت دفاعی کو فنا کر دیا تو اب مسلمانوں پر یہ فرض ہو گیا کہ اُس قوت کو وہ پیدا کریں انگلستان کے وزیراعظم اور اُس کے حواریں کو یہ ہرگز بھولنا نہ چاہیے کہ یہ وہ فرض ہے جو ادا ہو کر رہے گا۔

یہ ایسا فرض نہیں جو کسی خاص خطہ پر بسنے والے مسلمانوں ہی کا فرض ہو یورپ نے خود ہی سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے یہ تحریک عام عالم اسلامی میں پیدا کر دی کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی ہے اپنے اس فرض کے ادائیگی کے لئے آمادہ ہو جائے۔

رہا انجام سو خواہ موجودہ نسل مسلمانوں کی اسے انجام دے یا قادر مطلق کسی اور قوم کو دائرہ اسلام میں لاکر اس خدمت کی سعادت بخشے یا آئندہ آنے والی نسل اس برکت کی حاصل کرنے والی ہو یہ ایسا فرض نہیں جسے مسلمان بھول جائیں یا ان کا رب انھیں بھولنے دے لائڈ جارج! یہ دل کا خار ہے اس کی ٹیس اُس وقت تک بیتاب رکھے گی جب تک یہ کانٹا نکل نہ جائے۔

(۶) مسلمانوں کے مذہب نے انھیں یہ بتایا ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرے گا تو یہ ایک ایسا گناہ ہو گا کہ اس سے بڑا گناہ صرف کفر ہی ہے لیکن یہی قتل جب کہ اس وجہ سے عمل میں آئے کہ کسی قوم کافر کا غلبہ مقصود ہو اور مسلمانوں کے مقبوضات کو محروسات کفار میں شامل کرنا منظور ہو تو یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ کفر ہے۔ ایک مسلمان جب کہ کسی مسلمان کی زمین لیلے یا اُس کے ملک پر فوج کشی کرے تو یہ جرم عظیم ہے لیکن مسلمان سے چھین کر کافر کو متصرف کر دینا نہ صرف ایک مسلمان کی حق تلفی ہے بلکہ حقوق مذہب کا اتلاف ہے اسلام کے تصرف سے نکالنا ہے یہ دین کا ایسا سچا اور کھرا مسئلہ ہے جس کا صریح وبین حکم کلام پاک میں موجود ہے لیکن سلطنت برطانیہ جب کہ خلافت سے برسر جنگ ہوئی تو مسلمانوں سے روپیہ قرض کے نام سے لیا انھیں فوج میں بھرتی کیا اور مقامات مطہرہ میں لے جا کر اُس پاک سرزمین کو واجب الاحترام باشندوں کو جو خلافت کے جان نثار تھے ان کے ہاتھوں سے قتل کرایا گیا۔

مسلمانانِ ہند جو سر تا سر افلاس کے شکار ہو رہے ہیں اگر اُن سے روپیہ نہ لیا جاتا اور ان کی جماعت مقاماتِ مقدسہ پر جنگ کے لئے نہ بھیجی جاتی تو برطانیہ کے فوج و خزانہ میں کیا کمی آجاتی لیکن انھیں مُردہ قوم سمجھ کر اُن سے صریح مذہب کے خلاف تعمیل کرائی گئی یہ اندوہناک غم ہر ذی فہم کے دل پر رہا۔

(۷) سلطنتِ برطانیہ کے فتح کی خبریں آئیں جشن منانے پر مسلمان بھی مجبور ہوئے بعض عمالِ سرکاری نے اپنی اظہارِ کارگزاری کے لئے مسلمانوں کو ایسا مجبور کیا کہ گھی کے چراغ جلوائے درگاہوں پر چادریں چڑھائیں اور روپیہ انھیں مصیبت زدوں سے لیا اخبارات میں یہ واقعات آتے رہے لیکن کسی افسرِ اعلیٰ نے یہ نہ پوچھا کہ تم نے کیا کیا اور کیوں کیا۔

رعایا بادشاہ کی خوشی سے خوش ضرور ہو گی بشرطیکہ مذہب سے تصادم نہ ہو تاہم یہ خوشی ایسی تھی کہ مسلمانوں کے لئے انتہائی بزمِ ماتم کا دن تھا رعایا ہونے کی حیثیت سے اگر اُنھوں نے نالہ و شیون نہیں کیا تو ثبوتِ وفاداری کے لئے یہی بہت کافی تھا لیکن اُنھیں عیش و طرب پر مجبور کرنا شاعروں سے قصائد لکھوانا زخمی دلوں پر نمک چھڑکنا تھا اہلِ درد تڑپ کر رہ گئے۔

(۸) یورپ نے اس جنگ کو حربِ صلیبی قرار دیا فیصلہ جنگ کرتے ہوئے ترکوں پر ایسے اتہامات و الزامات عائد کئے جس سے سخت توہین مسلمانوں کے مذہبی گروہ کی ہوتی تھی اس سے مسلمانوں کے دلوں پر اور بھی چوٹ لگی۔

(۹) اگر دورانِ جنگ کے سارے واقعات ایک پلّہ میں اور لائڈ جارج کا تلخ جواب بعد مواعیدِ شیریں دوسرے پلّہ میں رکھا جائے تو بھی دوسرا پلّہ بھاری رہے گا اس حقیقت کو

فراموش کیوں کر کیا جائے کہ ایک انسان اپنے قول و عہد کو سچا اور موثق ثابت کرنے کے لئے جو کچھ کہہ سکتا ہے ایام جنگ میں وزیر انگلستان نے مقامات مقدسہ کے متعلق وہ سب کچھ کہا پھر اِن مواعید کی اس طرح تکرار کی گئی کہ اس سے زیادہ تکرار کسی سلطنت کے ذمہ دار نے کبھی نہیں کی ہے لیکن جنگ کے بعد جو جگر خراش کلمات کہے گئے اور جس طرح اتحادیوں نے خلافت کے ٹکڑے اپنی سلطنتوں میں پیوند کر لئے اس سے جو کچھ اضطراب اور لوازم اضطراب نہ پیدا ہو جائیں وہی تعجب ہے۔

اُن مواعید کے علاوہ جو لندن سے پیام وزرا بن کر آئے خود ہندوستان کے سارے ذمہ دار افسروں نے ہر جگہ مسلمانوں کا مجمع کیا اور یقین دلایا کہ اس وقت لڑائی ہو رہی ہے جب ختم ہو جائے گی تو فیصلے کے وقت خلافت کا اقتدار اور اس کی قوت علی حالہ برقرار رکھی جائے گی لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ ناقابل فراموش بے رحمی و بے اعتمادی کی خود اپنی نظیر ہے۔

وزیراعظم کا یہ کہنا کہ مقبوضات خلافت جب کہ فاتحانہ حیثیت سے حاصل کئے گئے تو پھر اُن کی واپسی کیوں کی جائے یہ عجب طرز استدلال ہے۔

کیا مسلمانان ہند سے جو وعدہ ہوا تھا اُس کا ایفا اُس وقت ہوتا جب کہ ترک غالب و فاتح ہوتے مغلوب و ہزیمت خوردہ قوم کا فاتح و منصور کو ملک واپس کر دینا ایسی عجیب منطق ہے جسے دماغ وزارت ہی سمجھ سکتا ہے۔

تخلف وعدے کی ایک وجہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں دیگر دول یورپ بھی شریک و شامل تھے دولت عثمانیہ کے حصے ہر ایک کی قسمت میں آئے ہیں شرکا میں سے کوئی بھی جب کہ واپسی پر راضی نہیں تو پھر میں اپنا حصہ کیوں واپس کروں۔

اس کے جواب میں یہ بحث فضول ہے کہ واقعہ کیا ہے لیکن اس قدر گزارش کی اجازت دیجئے کہ وعدہ تو آپ کا اور آپ کے ہم قوم حکاموں کا تھا نہ کہ وزرائے فرانس و روس وغیرہ کا اُن کے وعدہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہم تک پہنچے تھے آپ اپنا وعدہ وفا کریں دوسروں سے آپ کو کیا غرض۔

لائڈ جارج! اس سوال کی اجازت دیجئے کہ ہندوستانیوں نے روپیہ آنجناب کی نذر کیا تھا یا دیگر دول یورپ کے سامنے پیش کیا تھا ہندوستانی آپ کے محکوم ہو کر آپ کی طرف سے گلا کٹانے گئے تھے یا فرانس و روس کے ہمدرد بن کر قربان گاہ میں پہنچے تھے اُس پرفتن زمانے میں مسلمانان ہند کی خاموش اطاعت نے آپ کے محروسہ و مقبوضہ ہند کو آپ کے قبضہ میں برقرار رکھا یا اس اطاعت گزاری سے فرانس و روس کا کوئی ملک محفوظ رکھا گیا۔

اگر ان سب فاشعاریوں کا یہی صلہ ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں کی مودبانہ اور متیابانہ التماس اس طرح قدموں سے ٹھکرا دی جاوے تو پھر اس ہنگامہ کی ذمہ داری آپ پر ہے نہ کہ کسی اور پر۔

آخر میں اس سوال کی اجازت اور چاہتا ہوں کہ اس وقت تو خلافت کے ابزاس جُرم میں باہم تقسیم کر لئے گئے کہ سلطنت عثمانیہ نے میدان جنگ میں اپنے کو بحیثیت مقابل شامل و شریک کیا لیکن اہلِ مصر کب آپ سے برسر پیکار ہوئے تھے جو اُن پر برسوں آپ کی نوازش رہی اور آج بھی کرم کا بادل اُن سے نہیں ہٹتا۔

جزیرۂ قبرص پر قبضہ کس جُرم میں کیا گیا اُس وقت کس نے آپ سے جنگ کی تھی جو اس جزیرہ کو آپ نے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

یونان نے سرکشی و شوخ چشمی کی غازی ادھم پاشا نے تھسلی پر جا کر اسلام کا ہلالی جھنڈا نصب کر دیا اس وقت کون تھا جو یونان کا دست و بازو بنا جس نے ترکوں کو فتح کئے ہوئے ملک سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔

علم برداران تثلیث تنازع للبقا کا مسئلہ یہی حکم دیتا ہے کہ قوی کی ہستی ضعیف کے مٹنے سے قایم رہیگی مسلمانوں نے توحید و خدا پرستی کی طاقت و قوت کی قدر نہ جانی آخر کمزور و ناتواں ہو کر نمونہ عبرت و بصارت ہوگئے یہ اپنی شامت اعمال اور سوء اعتقاد کا نتیجہ ہے جو سامنے ہے لیکن تم یہ زحمت کیوں اٹھاتے ہو جو اپنے فیصلہ کو اخلاق و انصاف کا مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہو۔

اضطراب و بے چینی کے ایسے واقعات جو بہت ہی اجلی و روشن ہیں انھیں میں نے اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے اب گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ رعایا کی بے چینی جس طرح چاہے دفع کرے مسلمانوں کے مذہب کا یہ نہایت سچا اور مستحکم مسئلہ ہے کہ مسلمان ہر اس حصہ زمین پر آباد ہو سکتا ہے جہاں ارکان دینی میں مزاحمت نہ کی جائے لیکن مرکزی مقام کا کسی کے نظر توحم پر چھوڑ دینا مسلمانوں کے لئے ایک ایسا گناہ عظیم ہے کہ جس کا کچھ کفارہ نہیں اس جگہ کے لئے صرف اسی قدر کافی نہیں کہ ہم وہاں ارکان مذہبی بآزادی ادا کرتے ہیں بلکہ اس کو اس حیثیت میں ہونا چاہیئے کہ اگر بالفرض کوئی طاقت اُس مقام پر مانع و مزاحم بھی ہونا چاہے تو مزاحمت اُس کے حیطہ وسعت و امکان سے خارج ہو مرکزی مقام پر مسلمانوں کی ایسی قوت ہر وقت مجتمع و مہیا رہنا چاہیئے کہ دینی و مذہبی ارکان کی تعمیل بزور و قوت ہوتی ہو نہ کہ کسی کی عنایت و رعایت کے طفیل میں گورنمنٹ کے سامنے اضطرار کی سچی اور صحیح تصویر پیش کرنے کے بعد مسلمانان ہند سے گزارش ہے

کہ لفظ موالات کی تحقیق و تنقیح جو کچھ بیان کی گئی اُس سے ہر شخص بجائے خود فیصلہ کرے کہ وہ کون سے تعلقات و روابط ہیں جنھیں گورنمنٹ سے (جو علاوہ کافر ہونے کے فریق محارب بھی ہے) پیدا کرنا یا باقی رکھنا جائز ہے اور کون سے تعلقات کا قطع کرنا واجب۔

مقاطعہ کی تحقیق بھی گزر چکی بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت کر دیا گیا کہ مقاطعہ ہرگز داخل موالات نہیں ایسے فریق محارب کے ساتھ جو خانہ کعبہ پر متصرف تھے مسلمانوں کو عمرہ و حج ادا کرنے سے مانع آتے تھے بیت اللہ کو صنم خانہ بنائے ہوئے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقاطعہ جاری نہ رکھا اور بعمل مقاطعہ سے اُن پر غلبہ پانے کی کوشش نہ فرمائی تو اب کسی کا یہ کہنا کہ یہ قرآن کا حکم ہے اور مقاطعہ فرض ہی کھلی بیدینی ہے۔

مباح کا فرض ہو جانا کہا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ جہاد بالسیف کی طاقت مسلمانوں میں نہیں تو وہ چیز جو مسلمانوں کو دشمن اسلام پر غلبہ عطا کرے وہ قایم مقام جہاد کے ہو گی اور وہ نہیں ہے مگر خاموش مقابلہ دشمن سے مقابلہ کے وقت بہت سے مسائل کی صورت متغیر ہو جاتی ہے مثلاً جاسوسی اخلاقاً و شرعاً مذموم ہے لیکن فریق محارب کے مقابلہ میں جاسوس مقرر کرنا اُن کے سرائر و مخفیات کا پتہ لگانا مستحسن و ضروریات جنگ میں سے ہے۔

فریق محارب پر بحالت محاصرہ یا مقابلہ غلہ اور پانی تک بند کر دینا جب کہ جائز ہے تو اس وقت انگریزوں سے مسلمانان ہند کا جو مقابلہ ہو گیا ہے اگر وہ چیزیں جو بحالت امن جائز تھیں اس مقاومت مجہول کی حالت میں جو قایم مقام جہاد ہے ناجائز سمجھی جائیں تو کیا محذور شرعی لازم آتا ہے علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ ہم حکومت سے دست و گریبان نہیں ہوتے بلکہ نہایت خاموشی و سکون سے اپنے ہر طرح کے تعلقات اُن سے منقطع کرتے ہیں

اس انقطاع کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت اپنے وطن کا رُخ کرے اور گھر پہونچکر خانہ نشین ہو جائے اُس وقت دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو حکومت ہند خود مختار ہو کر سواراج حاصل کرلے گی دوسرے مسلمانوں کا بڑا حریف دُنیا سے اگر دفع نہ ہوگا تو کمزور ضرور ہو جائے گا لہٰذا مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ انقطاع کلّی کرلیں۔

اس کے جواب میں فقیر نہایت ادب سے گزارش کرتا ہے کہ سوال جواز و عدم جواز کا نہیں گفتگو تو آپ کے اس ادعا میں ہے کہ آنجناب کی تحریکات کی تعمیل مسلمانان ہند پر فرض ہے اور جو شخص تامل و فکر کرے یا اصلاح و ترمیم پیش کرے وہ مرتکب حرام دائرۂ اسلام سے خارج اور پختہ منافق ہو گیا۔

لیڈران قوم بیشک یہ دین کا مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ سزاوار نہیں جو وہ اپنی ہستی کو مضمحل و ناتواں بنا کر رکھیں بیشک اصول زندگی مسلمانوں کو ایسا قرار دینا چاہیئے کہ دیگر اقوام ان کی طرف محتاج ہوں نہ کہ یہ دوسروں کے دست نگر ہوں یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں جن سے کسی کو کسی وقت انکار نہیں لیکن تقویۃ و حصول غلبہ کی جو صورتیں آپ پیش فرما رہے ہیں وہ مسئلہ شرعی نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی رائے ہے۔

غایتہ مافی الباب یہ کہ لیجئے کہ آپ کی رائے ایک مسئلہ شرعی کی تائید میں ہے لیکن اپنی رائے کو شریعت کا فتویٰ اور قرآن کا حکم قرار نہ دیجئے اگر کوئی آپ کی تجویز سے اختلاف کرتا ہے تو اسے فرض کا منکر نہ کیجئے فرائض تو وہی ہیں جنھیں حق سبحانہٗ نے فرض کر دیا کیا آپ کی رائے اور حق سبحانہٗ کا ارشاد ایک مرتبہ رکھتا ہے ایسا دعویٰ کرتے ہوئے کچھ تو حیا کیجئے۔

جنگ بدر کا موقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر منزل قرار دیتے ہیں

حضرت حباب ابن المنذر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ اس مقام کو منزل گاہ آپ نے بموجب حکم الٰہی قرار دیا ہی یا موقع و تدبیر جنگ کا لحاظ ہے آپ نے فرمایا نہیں یہ رائے اور جنگ ہی حضرت حباب عرض کرتے ہیں تو پھر یہ مقام مناسب نہیں بلکہ فلاں مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حباب ابن المنذر کی رائے کو شرف قبول فرماتے ہیں۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالئے کہ ایک امر مذہبی اور فرض دینی کے انصرام و انجام کی جب کہ شریعت نے صورت متعین و متشخص نہ کردی ہو تو اختلاف رائے کی گنجایش ہے اپنی رائے کو عین فرض اور امر دینی قرار دینا خلاف شرع ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بارہا اپنی رائیں رسول خدا کی حضور میں پیش کیں جو قبول سرکار رسالت ہوئیں لیکن آپ کا آستانہ ایسا رفیع و بلند پایہ ہے جہاں اصلاح و ترمیم تو کجا عرض و معروض کی بھی مجال نہیں یا جنبش لب پر تکفیر کا فتویٰ موجود ہے نہایت ادب سے چند امور گزارش خدمت ہیں خواہ آپ قبول فرمائیں یا کافر و منافق کہیں اس کی پروا نہیں۔

ترمیم کے پانچ وجوہ اولاً یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ مقاطعہ اُس وقت فرض ہی دوسرا فریق عرض کرتا ہی کہ اس طریق مقابلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا دلیل میں حضرت ثمامہ بن اثال کا واقعہ پیش کرتا ہی لیکن آنجناب کے پاس بجز فرمان گاندھی اور کیا دلیل فرضیت ہے مسلمانوں کو وہ طریقہ بتائیے کہ جس کے عمل کا نتیجہ مطلقاً کفار سے بے نیازی ہی۔

ثانیاً یہ گزارش ہی کہ مقاطعہ کا دائرہ جب تک اُس حد کے اندر ہے جس کی گورنمنٹ کا کوئی نقصان بین نہیں اُس وقت تک تو آپ خاموش رہ سکتے ہیں لیکن جب اُس کے حدود وسیع ہوں گے اور گورنمنٹ کے منافع سے آپ کی خاموشی کا تصادم ہوگا تو اس وقت آپ ہزار چپ رہنا چاہیں لیکن یہ ٹکر تو مہر سکوت توڑ کر ہی رہیگی آخر اس موقع کی بھی تو

یہ بھی کہ اجنبی زبان معاش کا ذریعہ تھی اوّلین ضرورت جس نے مسلمانوں کو انگریزی کی طرف مائل کیا وہ یہی فکرِ معاش تھی۔

یہ مسئلہ محتاج بیان نہیں کہ مقاصد علوم تین ہیں تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس اور تربیت دماغ بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ علوم کے ہر سہ مقاصد کا بدرجہ تمام و کمال تکملہ علوم اسلامیہ سے ہوتا تھا۔

صدیوں تک مسلمانوں نے دنیا پر ایسی حکومت کی ہے جس کی نظیر نہ صفحات تاریخ میں ملتی ہے نہ آیندہ کسی دوسری قوم کی ایسی تاریخ لکھی جائیگی جہاں بانی و فرماں روائی کے ساتھ ہی ساتھ علم و فن کی بھی ایسی خدمت کی کہ بہت سے علوم انھیں کے اقلام سے ترقی پذیر ہوئے بہت سے علوم مسلمانوں نے خود ایجاد کیے کتنے مُردہ فنون میں جان ڈالی علوم عقلیہ اور فنون حکمیہ کے علاوہ خود ان کی مذہبی تعلیم کا ایسا بیکراں سرمایہ موجود ہے کہ ایک وہ شخص جو اپنے مذہب کو سمجھتا ہے اور اُس کے بتائے ہوئے اصول کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دیتا ہے وہ اس سے بے نیاز ہے کہ اپنے دماغ کی تربیت اپنے اخلاق کی تہذیب اپنے نفس کا تزکیہ کسی غیر زبان یا غیر قوم کے علم و فن سے کرے

لیکن جب اپنی سلطنت علوم اسلامیہ کی حمایت و حفاظت کے لئے نہ رہی تو ترقی کے سارے زینے ٹوٹ گئے اور علوم و فنون کی عمارت منہدم ہو گئی دوسری قومیں جو دنیا میں سریر آرائے سلطنت تھیں اُنھوں نے علم و فن کی بھی حکومت حاصل کر لی کسی قوم میں جب سلطنت آتی ہے تو اُسی کے ساتھ بہت سے محاسن و کمال بھی آجاتے ہیں لیکن جب سلطنت جاتی ہے تو محاسن و کمال صرف اُس قوم سے رخصت ہی نہیں ہو جاتے بلکہ ایک کافی مدت کے لئے اُسے دام حیرت میں ایسا گرفتار کر جاتے ہیں کہ

خامساً یہ گزارش ہے کہ اگر آپ حضرات کو اپنے تجاویز پر یوں ہی اصرار ہے تو براہِ کرم کتاب وسنت سے یہی بتا دیجئے کہ مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب تم میں ضعف و ناتوانی ہو تو اُس وقت تم خاموش مقابلہ کرو اور فریق مقابل تمھیں قید کرے مارے بے حرمت کرے قتل کر ڈالے تو یہ سب برداشت کرلو اس لئے کہ جب تم فنا ہو جاؤگے اور تمہاری ہستی ایک وجود موہوم کا مرتبہ پالے گی تو اُس وقت دشمن مغلوب و مفتوح ہو جائے گا اور تم غالب و فاتح۔

اگر شریعت سے آپ اس کا جواب نہ دے سکیں تو پھر کسی قوم کی تاریخ سے ہی اس کا ثبوت دیجئے کہ مقاومت مجہول بغیر قوت واستطاعت کے عمل میں لائی گئی اور کامیاب ہوئی۔ اگر یہ بھی نہیں تو پھر اس درخواست کو قبول فرمائیے کہ یتعلم الحجامۃ علی رؤس الیتامی یعنی یتیموں کے سر پر حجامت کی مشاقی نہ کیجئے۔

اس وقت آپ کی جملہ تحریکات پر تنقید مقصود نہیں بعض اُن میں سے بشرط صدق و صلاح ملک کے لئے بہت ہی مفید ہیں مثلاً سُدیشی یا ترک قوم فروشی وانگریز پرستی وغیرہ لیکن آپ کی وہ تحریک جس سے مسلمانوں کی سخت تباہی ہے اور انگریزوں کا ذرہ برابر نقصان نہیں یعنی مسئلہ تعلیم اُس کے متعلق کچھ گزارش ہے شاید آپ حضرات میں سے کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مسئلہ تعلیم

علوم اسلامیہ کی حفاظت کے لئے جب اپنی سلطنت نہ رہی اور ہندوستان میں ایک اجنبی وبیگانہ قوم کی حکومت فرماں روائی وحکمرانی کرنے لگی تو علوم اسلامیہ کی تحصیل میں مسلمانوں کی سرگرمی سردمہری سے بدلنے لگی۔

اگرچہ زبان اجنبی محض تھی سیکھنے میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی تھی لیکن مجبوری

وہ قوم اس انقلاب کلی سے متاثر ہوکر عالم سراسیمگی میں ششدر و حیران ہوتی ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہندوستان سے مسلمانوں کی سلطنت جب زائل ہوئی اور ۱۸۵۷ء کے واقعہ نے ان کی آنکھیں کھولیں تو انھیں معلوم ہوا کہ سلطنت کے ساتھ کمالات و محاسن بھی ان سے رخصت ہوگئے یہ دوسری وجہ تھی جو علوم مغربیہ کی طرف انھیں مائل کرنے والی ہوئی اس وقت مغربی علوم و فن کی ضرورت ثابت کرنے کی حاجت نہیں نہ اس پر دلیل لانا ضروری کہ آج مقابلہ محاربہ اور محافظت کے جو سامان سلاطین عالم کے پاس ہیں اگر ہندوستان انھیں اپنے لئے غیر ضروری سمجھتا ہے تو آزاد ہوکر دوبارہ گرفتاری و غلامی کی کسی غیر سلطنت کو دعوت دیتا ہے اس وقت مجھے صرف اس قدر گزارش کرنا ہے کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی ہے اُس وقت تک وہ ضرورتیں بھی باقی ہیں جن کے زبردست مطالبات نے ہمیں انگریزی کی طرف مائل کیا۔

ایسی تعلیم گاہیں جن کی سند و تصدیق مصدقہ و مسلمہ گورنمنٹ ہوں اور ایسے اسناد جن سے ملازمت کا استحقاق ہو اُس وقت تک ضروری ہیں جب تک حکومت باقی ہے۔

ہندوستانیوں کا حکومت کے سارے شعبوں پر اس طرح حاوی ہو جانا کہ ہر رخنہ پر اُن کا ہاتھ پہونچ سکے فی الحقیقت سوراج کی تاسیس ہے آج پولیس اور فوج میں ہندوستانی چھوٹے عہدوں پر بکثرت ملازم ہیں اگرچہ عہدہ بہت ہی حقیر اور تنخواہ بہت ہی تھوڑی ہے لیکن اس وقت موجودہ تحریک نے جو فوج و پولیس میں بھی ایک تاثیر پیدا کردی ہے اُس سے ہندوستانی ایک قوت محسوس کر رہے ہیں۔

ہمسایہ قوم ہندو کو دیکھئے ایک ادنیٰ ملازمت سے گورنری کے عہدہ تک یہ قوم پہنچی ہوئی

اُس سے مستفید و مستفیض ہونے کی کوشش نہیں کی اس لئے ابتدائی انتظام جو کچھ ہو گیا تھا اُس نہ تو کسی طرح کی افزائش ہو سکی نہ اُس میں التزام و انضباط کی شان پیدا ہوئی۔

مثلاً علی گڑھ کالج میں تعلیم دینیات کا جو انتظام رہا ہے مسلمانوں کی اولاد اگر اُس سے نفع حاصل کرنا چاہتی تو آج مذہب کے لئے اُن کا وجود اجنبی نہ ہوتا۔ منتظمین کالج میں بعض ایسے حضرات بھی برابر شریک رہے ہیں جن کی دلی تمنا یہ تھی کہ طلبہ میں ذوق مذہبی کم از کم اتنا تو ضرور پیدا ہو جائے جس کی چاشنی اُنھیں جہاں کہیں بھی رکھے اور جس ماحول میں رکھے خدمتِ اسلام سے غافل و بے پروا نہ ہونے دے یہ کوشش اُن کی برابر مسلسل جاری رہی لیکن ملک و قوم میں مذہب سے بے پروائی کی جو آندھی چل رہی تھی اُس میں یہ سعی پراگندہ و مضطر ہو کر رہی۔

معترضین کی فرض ناشناسی | اس جگہ بغیر اس اظہار کے رہا نہیں جاتا کہ ٹرسٹیان کالج میں سے آج جس کے نام پر سب و شتم اور لعن و طعن کا بھیجنا قوم مسلم ثواب و عبادت سمجھ رہی ہے احاطہ کالج میں دین کی خدمت اس وقت تک اُسی کی قسمت میں رہی وہ ٹرسٹی صاحبان جنھیں دعوتِ حق نے آج مخمور کر رکھا ہے ان کی تشریف آوری جب کبھی احاطہ کالج میں ہوئی تو کرکٹ کے میدان کی رونق ہو گئی یونین کلب میں گرمی سخن کی دھوم دھام رہی لیکن اسباق دینیات پر ہمیشہ اُوس ہی پڑتی رہی۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں بھی تین دن تک کالج میں قیام رہا مدت قیام میں کرکٹ فیلڈ اور یونین کی رونق خوب ہوئی لیکن درس تفسیر درس تجوید تین دن تک سوتا اور خاموش ہی رہا کبھی ان میں سے ایک صاحب نے بھی نہ تو تجوید کلاس میں شرکت فرمائی نہ درس تفسیر میں بیٹھے نہ دینیات کے لکچر کو کالج کلاسوں میں جا کر معائنہ کیا نہ کبھی مدرسین دینیات سے کوئی مشورہ کیا نہ طلبہ میں ذوق مذہبی کسی وقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہاں جب

مسٹر گاندھی کا کلمہ پڑھتے ہوئے اُس کی اُمت میں داخل ہوئے تو اس تلقین کی تبلیغ شروع کی کہ نیشنل کالج بناؤ کتابیں طاق نسیان کے حوالہ کر دو بارہ گھنٹے یومیہ چرخا چلاؤ سیاست سلطنت علم مذہب اور خلافت سب اس چرخے کی گردش و چکر سے تمہیں حاصل ہو جائے گا۔

اس وقت تک قومی اسکولوں اور قومی کالجوں نے جو کچھ خدمت ملک و قوم کی کی ہے وہ آج سامنے موجود ہی لیکن بلند ہمت فراخ حوصلہ ہمدردان قوم نے اسے بھی اپنے اغراض و مقاصد کے لئے محض ناکافی سمجھا اس لئے یونیورسٹی کے خواہاں ہوئے۔

قومی یونیورسٹی کا خیال بھی آج سے ۵۴ برس قبل جس کے دماغ میں آیا وہ اسی مصیبت زدہ قوم مسلم کا ایک فرد تھا اب کہ یونیورسٹیاں مل گئی ہیں اُن کی آزادی کا سوال درپیش ہے غرض تعلیم کے متعلق اس وقت جو کچھ کہا جا رہا ہے یہ وہی صدا ہے جس کی منادی تیس برس سے مسلمانوں میں پکاری جا رہی ہے افلاس بے پروائی اور برکات علمیہ سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے جواب اگر مسلمانوں کی ایک یونیورسٹی ہوئی ہے جس کے انجام کا علم عالم الغیب کو ہے۔

ہاں جس آزاد یونیورسٹی کی آواز بندگان گاندھی نے اس وقت بلند کی ہے اس کا خصوصی امتیاز سب وشتم اور لعن وطعن البتہ ہے اس فتنہ انگیز اور دل آزار جز کو اگر ان کی تقریر و تحریر سے الگ کر لیا جائے تو یہ وہی دیرینہ سی سالہ تمنا ہے بلکہ اگر بہ نظر انصاف دیکھئے تو حامیان قوم نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا ہے۔

ملک نے کامل غور کے بعد یہ طے کر لیا کہ مسلمانوں کو اگر کسی وقت آزاد یونیورسٹی مل بھی گئی تو علوم و فنون کا غیر زبان میں پڑھنا عمر کو برباد کرنا ہے کسی قوم کے لئے

یہ بہت بڑی مصیبت ہی کہ علوم کو اجنبی زبان میں حاصل کرے اس دشواری کو اُس ذات نے حل کیا جس کے جود و کرم کا شفیق و مہرپرور ہاتھ ہمیشہ مسلمانوں کی طرف دستگیری وتسکین کے لئے آبڑھتا رہا ہے یعنی خسرو دکن شہنشاہ حیدرآباد نے ایک دارالترجمہ قایم کیا علوم و فنون کے تراجم اُردو زبان میں ہوئے اور ہو رہے ہیں ایک اُردو یونیورسٹی کی بنیاد قایم کر دی گئی جو ابھی اپنے عہد رضاعت میں ہی لیکن اپنی رونق و آب و تاب سے اپنے شباب کا خوش آیند نظارہ پیش کر رہی ہے بیشک اگر ہندوستان کو آزاد یونیورسٹی کی اجازت ہو گئی یا موقع مل گیا تو اُس وقت یہی اُردو یونیورسٹی آزاد تعلیم کی مربی ہو گی دوستو ناقص کو کامل بنانا کامل کو کامل تر کی حیثیت تک پہنچانا ترقی و کمال پروری ہے موالات و عدم موالات سے اس کا کیا تعلق اس وقت گفتگو مسئلہ موالات میں ہی نقص اور اُس کے دفاع کا مسئلہ درپیش نہیں نقص تعلیم ایک مسئلہ مسلمہ ہے اور دفاع کی تجاویز بعض زیر عمل اور بعض زیر بحث۔

آپ نے یہ کہا کہ ترک موالات اور نان کوآپریشن باہم مرادف ہیں مسٹر گاندھی نان کوآپریشن کے حدود جو کچھ متعین فرمائیں اور جس طرح اس میں توسیع کرتے جائیں وہ سب ترک موالات میں داخل ہوتے جائیں گے۔

اسی بنا پر سب سے پہلے آپ نے اسلامی تعلیم گاہوں کی طرف توجہ فرمائی مسئلہ الحاق اور امداد مالی ان دونوں کو آپ نے فریق محارب سے امداد و استمداد قرار دیتے ہوئے ان پر خالص موالات کا حکم صادر فرمایا ایسی درسگاہیں جو گورنمنٹ سے امدادی روپیہ لیتی ہیں اُن میں پڑھنا پڑھانا یا کسی ادارہ صیغہ میں اُس کے ملازم رہنا آپ نے حرام اور کفر قرار دیا حالانکہ بحیثیت ٹرسٹی آپ خود اُس سے تعلق رکھتے تھے اور اس وقت تک بھی یہ علاقہ آپ کا

باقی ہی شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ آپ اس تعلق سے اصلاح چاہتے ہیں پس آپ کا یہ اقدام نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہی لیکن معلمین کا مقصود افساد مسلمین و تائید عیسائیت کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا اس لئے حرام و کفر جیسا کہ سنین ماضیہ میں دونوں کے آثار خدمت کا تجربہ ہو چکا ہی۔

بہر حال اس بحث کو چھوڑیئے اس لئے کہ اس وقت، دین مذہب ایمان اور اسلام صرف آپ کے اعمال و اقوال کا نام ہے سنہ ۱۹۲ء سے اسلام و ایمان کی تعریف کچھ اور ہی ہو گئی ہے۔

تعلیمی امداد کا مسئلہ | لیکن ادب سے یہ گزارش ہی کہ وہ اشخاص جو ابھی آپ کا وہ مرتبہ تسلیم نہیں کرتے جس منصب کا آپ کو ادعا ہے بلکہ وہ اسی واحد قہار کے ماننے والے ہیں جو آپ کا اور جملہ عالم کا خالق و رب ہی اور اسی نبی کو پیغمبر یقین کرتے ہیں جسے حق سبحانہ نے خاتم النبیین فرمایا ہی ایسے اشخاص کے لئے مجرد آپ کا فرمان اس وقت تک لاسود ہو گا جب تک آپ اُن کے معبود احکم الحاکمین کا حکم یا اُن کے پیغمبر صادق مصدوق کا ارشاد پیش نہ فرمائیں لہذا نہایت عاجزانہ آپ حضرات گرامی قدر سے فقیر اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہے کہ۔

از روئے شریعت اسلام مالی امداد اور الحاق مدارس موالات کیوں کر ہے مالی معاونت کی حقیقت یہ ہی کہ گورنمنٹ ہم سے تعلیمی ٹیکس وصول کرتی ہے اس کا مالگذاری اراضی سے کوئی تعلق نہیں یہ تو وہ رقم ہے جسے علاوہ لگان ہم ہندوستانیوں سے وصول کیا جاتا ہے ہندوستانی اپنے کمائے ہوئے اور حاصل کئے ہوئے روپے میں سے ادا کرتے ہیں ٹیکس کے نام سے گورنمنٹ ہم سے لیتی ہی اور مدد کے نام سے ہمیں واپس دیتی ہی اس لین دین اور الٹ پھیر میں نہ عیسائیت کی مدد نہ نصرانیت کی معاونت اپنا الیا دیا ہوا

مال جو تعلیم ہی کے لئے ادا کیا گیا تھا جب اس کی واپسی ہوئی تو یہ موالات کیوں کر ہوگیا۔

(۱) کیا کافر کے ہاتھ میں جب اپنا مال پہونچ جائے تو اس کی واپسی موالات ہوجائے گی۔

(۲) کیا زبردست کافر جب کسی ناتواں سے کچھ چھین لے پھر اسے واپس کرے اور واپس کرتے ہوئے اپنے احسان وامتنان کا اظہار کرے تو کیا وہ ضعیف جو اپنے مال کی طرف محتاج بھی ہے بایں خیال اس کے لینے سے انکار کرے گا کہ اس طرح مال کی واپسی موالات ہے۔

(۳) خلافت کے متعلق سلطنت برطانیہ سے آج جو کچھ طلب کیا جارہا ہے اگر برطانیہ یہ کہکر واپس کرنا چاہے کہ یہ میرا احسان وکرم ہے جو فتح کئے ہوئے ملک کو واپس کررہا ہوں ساتھ ہی ایک معاہدہ جس میں آیندہ کے لئے اپنے ساتھ عمل معروف کا خلافت سے مطالبہ ہو پیش کرے تو کیا مسلمان اپنے ملک کو واپس لینے سے اس بنا پر انکار کردیں گے کہ یہ موالات ہے براہ کرم قرآن حدیث یا فقہ سے اس کا جواب دیجئے اور اسے ثابت کیجئے کہ اپنے مال کی واپسی کافر یا فریق محارب سے موالات ہے کفر ہے حرام ہے نفاق ہے۔

تغیر عالم کو دیکھتے ہوئے علمار کرام نے اپنے دل ودماغ کو یا سیاست کی فکر سے ایسا بے نیاز کرلیا تھا کہ علامہ ابن خلدون کو اس مقدس گروہ کے حق میں یہ فیصلہ دینا پڑا کہ ابعد الناس عن السیاسۃ ھم العلماء یعنی علمار کا دماغ سیاست کے سمجھنے سے بہت ہی دور ہے یہ فیصلہ کیوں جائز رکھا گیا اور اس کے اسباب وعلل کیا ہیں اس وقت اس سے بحث نہ کیجئے صرف اس قدر ملاحظہ فرمایئے کہ آج یہ فیصلہ صدق وحق کے معیار پر

کیسا کھرا ثابت ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں ریفارم اسکیم کا ملنا لفظ سوراج کا شاہی خاندان کے رکن رکین کے زبان پر آنا کس کا نتیجہ ہے آیا مدارس عربیہ کے علما اور طلبہ کے فکر و عمل کا نتیجہ ہے یا تعلیم یافتگان علوم مغربیہ کے افہام و تفہیم اور جد و جہد کا ثمرہ ہے۔

علوم عربیہ کے جاننے والے اس وقت جس حال میں ہیں امور دنیاوی اور پولیٹکس حالیہ میں اُن کے دماغ کی بلندی حوصلہ و ہمت کا علو قوت فکریہ کی صحت جس درجہ پر ہے وہ محتاج بیان نہیں ہندوستان کے ہر باشندے کو اس دینی گروہ سے روزانہ سابقہ رہتا ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔

علوم عربیہ جو جملہ مقاصد تعلیم کو علیٰ وجہ الکمال حاوی و محیط آج اُس کے جاننے والوں کی یہ حالت کیوں ہے اس کی تحقیق و تنقیح چھوڑیے حالات و واقعات ہند کو دیکھیے کہ کیوں کر ہوئے اور کس کے ہاتھوں سے ہوئے۔

علوم مغربیہ اور مسلمان انگریزی سلطنت جب اپنے ساتھ علوم مغربیہ ہندوستان میں لائی تو ہندوستانیوں نے دیکھا کہ اب بقا اور نمود کی زندگی بغیر علوم مغربی حاصل کیے ناممکن ہے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور ہندوؤں نے بڑھکر تعلیم انگریزی کا استقبال کیا خوش آمدید کا نعرہ بلند کیا جب اس قوم کے ایک خاص حلقہ میں یہ تعلیم پھیل گئی اور انگریزی کے واقف کار کچھ ہندوؤں میں تیار ہو گئے تو اُن میں احساس پیدا ہوا اور حکومت کے انداز فرماں روائی پر نکتہ چینی شروع کی اپنے حقوق کے باب میں صدائے احتجاج بلند کی ہوم رول سلف گورنمنٹ یا سوراج کا تخیل سب سے پہلے علم مغربی سے آشنا دماغ میں آیا حکومت خود مختاری کی صدا جنہوں نے اپنے منہ سے نکالی اور ہندوستان کے رہنے والوں کو یہ سامعہ نواز نغمہ جس نے سنایا وہ

انگریزی داں ہندوستانی تھا۔ کانگریس جو سوراج کا سنگ بنیاد ہے اس کی تاسیس اور پھر اس عمارت کی تعمیر و تکمیل جن ہاتھوں نے کی ہے وہ سب انگریزی خواں اور انگریزی داں ہیں۔

مسلمانوں میں جب علوم مغربیہ کا آغاز ہوا اور پھر ان میں بھی ایک تعداد تعلیم یافتوں کی تیار ہوگئی تو احساس و تاثر یہاں بھی ظاہر ہونے لگے لیکن افسوس ع

ہم ابھرتے ہوئے جھونکے ہیں خزاں کے آئے

یہ واقعہ ہے حقیقت ہے اس سے انکار کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے کہ ہندوستانیوں کا حکومت کے سامنے آنا اپنے مطالبات کو موثر پیرایہ میں پیش کرنا ثبات و قرار سے اپنے حقوق کے طلب میں مسلسل سرگرم کار رہنا اور پھر اپنی کامیابی کے لئے ایثار و قربانی سے دریغ نہ کرنا یہ سب تعلیم انگریزی کا ثمرہ ہے۔

آئین سلطنت پر جنھوں نے نکتہ چینی کی ہے وہ انگریزی خواں ہیں حکومت خود اختیاری کا جنھوں نے نعرہ بلند کیا ہے وہ انگریزی خواں ہیں غلامی کی ذلتوں کا جس نے احساس پیدا کیا ہے وہ انگریزی خواں ہیں قید خانوں میں سب سے پہلا قدم جن کا پہنچا ہے وہ انگریزی خواں ہیں دار و رسن سے جن کے گلے پہلے آشنا ہوئے وہ انگریزی خواں ہیں۔ ایک گوشۂ ملک سے دوسرے گوشہ تک جنھوں نے ہلچل مچا رکھی ہے وہ انگریزی خواں ہیں طرفگی یہ کہ سارے انگریزی خواں انھیں کالجوں کے تعلیم یافتہ اور سند یاب ہیں جن کا الحاق گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں سے ہے سرکاری کالج یا امدادی کالج میں تعلیم پانے سے اُن کے جذبات قومی نہ فنا ہوئے نہ مٹے الحاق نے امداد نے اگر ایسی غلامی ایسی محبت قلبی اور ایسی مزدوری کی تعلیم دی ہے جس کا نتیجہ ملک کے پیش نظر ہے تو کیا اچھا ہوتا

کہ سارے مدارس عربیہ کو امداد ملتی اور ان کا الحاق بھی گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں سے ہوتا تاکہ آج مسلمانوں کے پاس بھی گروہ عربی خواں یہ ایسی ہی آئین سلطنت کے غاشیہ بردار عشق ومحبت انگریزمیں سرشار اور خدمت سلطنت کے لئے مزدور موجود ہوتے۔

اس وقت علمار سیاسی میں جو خروش وجوش ہے وہ بھی نتیجہ انھیں انگریزی خوانوں کا ہے انھیں کے ہاتھوں نے انھیں جھنجوڑا جب ان کی آنکھیں کھلیں انھیں کے ہاتھوں نے سہارا دیا جب ان کے قدم اُٹھے انھیں کی آوازوں نے ان کی زبانیں کھولیں جب یہ بولنے لگے رہا گروہ علمائے ربانیین کا وہ پہلے بھی عقلار دنیا سے بے نیاز تھا اور آج بھی مستغنی ہی ہے

ملک کا جناح اُن کے زیرِ قدم ہے
عزیزوں کا قد سامنے اُن کے خم ہے

اس وقت بھی اگر انگریزی خواں جماعت ان تحریکات سے الگ ہو جائے تو سارے جمعیت العلمار کے فضلائے یگانہ اپنی اپنی درسگاہوں میں ہوں گے یا ممبر ومحراب میں کسی یتیم خانہ یا مدرسہ یا مسجد یا انجمن اسلامیہ کا وعظ فرماکر آخر میں تحریک چندہ فرماتے ہونگے وزرائے انگلستان کے آرا پر تنقید اور سیاست ہند پر مباحثہ کسی کے وہم میں بھی نہ آئے گا ع گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش" فرماتے ہوئے سیاست کے سارے ابواب طے فرمادیں گے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فرمایئے کہ تعلیم انگریزی ہندوستانیوں کے احساس تاثر اور تقویتہ کا واسطہ ہے یا فریق محارب کے لئے اجیر اور غلام وغیرہ بننے کا ذریعہ و واسطہ مسلمان اپنی ہستی قایم و باقی رکھنے کی غرض سے پڑھتے ہیں یا انگریزوں کی

معاونت وامداد کے لئے تعلیم پاتے ہیں ۱۸۳۵ء میں مسلمانوں نے ایک میموریل گورنمنٹ میں بھیجی تھی جس پر آٹھ ہزار مسلمانوں کے دستخط تھے درخواست یہ تھی کہ انگریزی تعلیم پر کوئی رقم صرف نہ کی جائے۔ اسی رقم کو گورنمنٹ علوم مشرقیہ پر صرف کرے اگرچہ اسی سال راجہ رام موہن رائے کی ایسر کردگی جو وفد ہندوؤں کے طرف سے پیش ہوا تھا اُس میں یہ استدعا تھی کہ گورنمنٹ بجائے علوم مشرقیہ کل رقم علوم مغربیہ پر صرف کرے۔

آج گورنمنٹ اُس وقت کو اور مسلمانوں کی میموریل کو یاد کرتی ہوگی کہ کاش مسلمانوں کی درخواست قبول کرلی جاتی تو گورنمنٹ کے سامنے ایسے ہی تعلیم یافتہ ہوتے جیسا کہ درسگاہ مشرقی نے تیار کیے ہیں۔ تار، ڈاکخانہ ریل وغیرہ اگر موالات کے قسم میں اس لئے داخل نہیں کہ اس سے مسلمانوں کا فائدہ ہے تو تعلیم انگریزی اور اسکول وکالج کا الحاق ومالی مدد بدرجۂ اولیٰ داخل موالات نہیں۔

مسئلہ موالات کے تحت میں یہ بحث اچھی طرح صاف وواضح کردی گئی کہ کفر کی حمایت یا کفر کی طرف رجحان کا نام موالات ہے مالی امداد جب کہ اپنے ہی مال کی واپسی ہو تو اس میں کفر کی طرف یا کافر کی طرف رجحان کا کیا احتمال پھر جیسا رجحان ہوا وہ اس ہنگامہ سے عیاں ہے اس پر بھی الحاق یا امداد مالی کو اگر موالات کہا جائے تو یہ شرعی مسئلہ کا بیان اور احکام دین کی تبلیغ نہیں ہے یہ تو کھلی ہرزہ سرائی اور فحش گوئی کا ایک حیلہ پیدا کرنا ہے۔

تعلیمی تناسب کا اثر یہ مسئلہ بالکل بدیہی ہے کہ ملک موجودہ اصلاح پر کام کرے یا انقلاب کے بعد کوئی اور پہلو اختیار کرے پرسش جب کبھی اور جہاں کہیں بھی ہوگی جماعت تعلیم یافتوں ہی کی ہوگی جس گروہ میں تعلیم یافتہ زیادہ اسی گروہ کا حکومت میں حصہ اور اقتدار زیادہ عہد

موجود میں ہندو تعلیم میں بہت آگے ہیں اسی سبب سے حکومت میں اُن کا حصہ بھی بہت ہی غالب ہی عملاً آدھی حکومت اگر اس وقت بھی ہندوؤں کی تسلیم کی جائے تو یہ حقیقت واقعی ثابت ہو گی۔ ہندوؤں نے اس قدر تعلیم حاصل کر لی ہے کہ اگر دس برس تک بلکل تعلیم سے دست کش ہو جائیں اور مسلمان اس اثنا میں بڑی سرگرمی سے تعلیم حاصل کریں جب بھی ہندو تعلیم یافتوں کا شمار مسلمانوں سے المضاعف ہو گا۔

ہندوستان میں جس قدر کالج یا اسکول سرکاری ہیں اگرچہ نام و تنخواہ کا اُن کے تعلق سرکار سے ہی لیکن دراصل اُن کا فیض ہندوؤں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے اختیارات وغیرہ کہیں بلا واسطہ اور کہیں بواسطہ چوں کہ ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے متعاقات بھی اسی قوم کے حصے میں ہیں سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے صرف تین کالج ہیں علی گڑھ، لاہور اور پشاور۔

اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس [۱۲۵] ہے تین مسلمانوں کے اور ایک سو بائیس [۱۲۲] ہندوؤں کے ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل چونتیس [۳۴] ہی الگ کر لیجئے جب بھی اٹھاسی کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں ان میں بائیس [۲۲] کالج ایسے ہیں جس میں گورنمنٹ کی امداد قطعاً شامل نہیں اور چھیاسٹھ [۶۶] ایسے کالج ہیں جن میں گورنمنٹ کی امداد جاری ہے تین اور اٹھاسی کی نسبت ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے پھر تعلیم کے ما بہ ما بیٹ کر دینے کا فیصلہ کیجئے سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس [۴۶] ہزار چار سو سینتیس [۳۷] (۴۶۴۳۷) ہی جن میں سے مسلمان طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس [۴۱] ہزار پانچ سو باسٹھ (۴۱۵۶۲) ہی۔

کہا جاتا ہی کہ ہندو چوبیس [۲۴] کروڑ اور مسلمان سات کروڑ ہیں اس تناسب سے جب کہ

مسلمانوں کے تین کالج تھے ہندوؤں کے بارہ ہوتے۔

مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی تو ہندو سولہ ہزار ہوتے لیکن جب کہ واقعہ نمونہ عبرت پیش کر رہا ہو تو سلسلہ تعلیم کو تہ و بالا کرنے میں کس کا نقصان ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم ہوں اُس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں اگر خبط و سودا نہیں تو اور کیا ہے سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "رائے بے طاقت مکر و فسون ست و طاقت بے رائے جہل و جنوں"۔

مشرقی تعلیم کی کس مپرسی انگریزی تعلیم جس سے معاش وابستہ تھی اُس کا جب یہ حال ہے تو عربی تعلیم کا کیا انجام ہوا اُسے شہداء علوم مشرقیہ سے پوچھیے علم کی مسندیں ویران ہو گئیں مدارس دینیہ سُونے پڑ گئے نہ پڑھنے والا ملتا ہے نہ پڑھانے والا۔

مدرس اوّل کی تلاش میں اعلیٰ مدارس سرگرداں ہیں جستجوئیں کرتے ہیں بیش قرار تنخواہیں دیتے ہیں لیکن مدرس ہے کہ نہیں ملتا سارے ہندوستان میں پھر آئیے پانچ چھ عالموں کے سوا کوئی ساتواں اور آٹھواں نہ ملے گا۔ یہ تو آپ کے جمعیت العلما کے اولین برکات میں سے ہے جہاں ایک اعلان پر پانچسو عالم جمع ہو کر فتویٰ مرتب کر دیتے ہیں لیکن افسوس کہ وہ عالم انس میں سے نہیں ہوتے جو اُن کا فیض ہم خاکیوں تک متعدی ہوتا۔

علوم عربیہ و دینیہ سے مسلمانوں کی لاپروائی و توحش کا اس سے اندازہ کیجیے کہ ندوۃ العلما کی اس وقت کیا حالت ہے۔

ندوۃ العلماء کی بنیاد جس اصول پر رکھی گئی تھی اُس سے مقاصد تعلیم زمانۂ حال کے مطابق علیٰ وجہ الکمال پورے ہوتے تھے علماء اہل سنت کا اختلاف نظام تعلیم سے نہ تھا

یہ مسئلہ تو متفق علیہ تھا۔

ندوہ نے منجملہ علوم عربیہ و دینیہ کے ساتھ تعلیم انگریزی بھی داخل نصاب کی تاکہ اس مدرسہ کا فارغ التحصیل طالب العلم اگر انگریزی تعلیم حاصل کیا چاہے تو پانچ برس میں گریجویٹ ہو جائے اور اگر مطالعہ و محنت سے کام لے تو اس قدر استعداد اُس میں موجود ہے کہ بغیر داخلہ کالج قوت مطالعہ سے ہر طرح کا فائدہ کتب انگریزی سے حاصل کر سکے۔

ندوۃ العلماء کے سند یافتہ اس وقت ملک میں موجود ہیں اُن کی لیاقت و فضل کا ثبوت اُن کی مصنفہ کتابوں سے ملتا ہے قوم میں اگر علم کی تشنگی ہوتی تو اس وقت ندوۃ العلماء میں کم از کم دو ہزار طلبہ مشغول درس و تدریس ہوتے مالی حالت اُس کی ایسی ہوتی کہ دربدر کاسۂ گدائی لیے کرائے پھرنا نہ پڑتا لیکن اس وقت جو خستہ و شکستہ حالت اُس کی ہو رہی ہے وہ اہلِ بصیرت سے مخفی نہیں۔ رہے مدارس اہل سنت اُن سے چشم پوشی کا یہ حال ہے کہ آج اس کی بھی خبر و تمیز نہیں کہ اہل سنت کے کیا معنی ہیں اور اس کی صحیح تعلیم کہاں مل سکتی ہے۔

دستو جا بجا نیشنل کالج اور اسکول قایم کرنے سے تو یہ کہیں بہتر ہوتا کہ اوّلاً تم اپنی مجموعی قوت سے ندوۃ العلماء کی تائید و تقویت کرتے جو باکمال ہستیاں کہ اس وقت علوم عربیہ کی امین و خازن ہیں اُنھیں ندوۃ العلماء میں لاکر جمع کرتے اور اس اجتماع سے لایق ترین فضلا ایک کافی تعداد میں ملک و قوم کے لئے تم تیار کر دیتے۔

الحاق کا سوال تو ندوہ میں تھا ہی نہیں امداد لیتا تھا سو اُس نے بند کر دی انگریزی تعلیم پہلے سے موجود ہی عربی و دینی علوم تو اُس کا اصل جوہر ہی اس سے بہتر اور کیا نیشنل کا نمونہ تمہارے ذہن میں ہی ہاں چرخہ چلانا مسلمانوں کو کافر کہنا دین کسی کافر سے سیکھنا رامائن کی پوجا میں شریک ہونا بیشک وہاں کے نصاب سے خارج ہی۔

عزیزانِ وطن لیے وقت میں جب کہ اسلام اپنے متبعین کو آخری پیغام بیداری کا دے رہا ہو کیا یہ اسی کا موقع تھا کہ مسلمانوں کی جماعت اس طرح پراگندہ کر دی جائے ان میں ایسا افتراق ڈالا جائے کہ گھر گھر نزاع قایم ہو جائے۔

کیا یہ اسی کا وقت تھا کہ مسلمانوں کے رہے سہے اخلاق بھی تباہ و برباد کر دیئے جائیں کیا یہ اسی کا محل تھا کہ ان کی بچی بچائی ہستی یوں کفار میں مدغم کر دی جائے۔

اسلامی تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ بعد شہادت شہزادۂ کونین حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مختار بن ابی عبید ثقفی نے دعویٰ تو یہ بلند کیا کہ مظالم اہل بیت کا عوض لینا چاہتا ہوں لیکن جو خیال کہ اُس کے دل میں مکنون تھا بعد کامیابی اُس کا ظہور رہوا پھر جو نتیجہ مختار کا ہوا صفحات تاریخ میں وہ عبرت و بصارت کا سبق آج بھی موجود ہے۔

نوحہ خوانانِ خلافت اسلامیہ کی سوگواری مختار ثقفی کی رخنہ اندازی اور ذاتی جلوہ آرائی کی ہُو بہو تصویر ہے ان کی جبروتی و خود نمائی ان کے مضمرات کا پردہ فاش کر رہی ہے لیکن اس وقت ان کے شرکِ تقویٰ نام کو تو حوالہ بخدا کرتا ہوں مَکَرُوا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ؕ

لیکن مسئلہ تعلیم جس پر ساری قومی ترقیوں کی بنیاد ہے اس کے متعلق ان بلند بانگ حضرات کے تباہ کن فرمانوں کی حقیقت کا اظہار منظور ہے۔

عزیزانِ وطن اگر ان حضرات کو خلافت کی ہمدردی ہوتی اور دل میں اسلام کا درد ہوتا تو خدمتگزاری دین کی وہ روش اختیار کرتے جو مصلحائے اُمت کی سنت سنیہ ہے اقوام و امم کی تاریخ موجود ہے اُسے دیکھ لو۔

مصلحین اُمت نے اصول تدریج و آہستگی کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا صلح کی

تقریر شفقت و ہمدردی سے لبریز ہوتی ہے وہ قوم کے ہاتھوں سے جفائیں اُٹھاتا ہی مصیبتیں جھیلتا ہے لیکن غمگساری و رافت کی روش سے متجاوز نہیں ہوتا اُس کے جلال میں ایک شان جمال ہوتی ہے اور اُس کے قہر میں رحمت کا جاں نواز پیام ہوتا ہی۔

اُس کی زندگی میں مظلومیت کے واقعات بکثرت ملتے ہیں لیکن ظالمانہ حرکات کا اُس کے اعمال میں نام ونشان بھی نہیں ہوتا قوم سے وہ فحش ودلخراش الفاظ سنتا ہی لیکن جواب میں قول معروف اُس کی زبان پر ہوتا ہے وہ اپنی ہستی مٹاتا ہے اور قوم کی اخلاقی ومذہبی ہستی قایم کرتا ہے اُس کی پاک وبے ریا زندگی منکرین ومعاندین کے گروہ کو بھی آخرکار راستی کا گرویدہ اور حق کا جویندہ بنا دیتی ہی ؎

سوختم خود را و طرز سوختن
شمع را پروانہ را آموختم

لیڈران قوم کی عجیب وغریب تحریکات پر نظر ڈالیے اُن کے تشکلات کی بوقلمونی دیکھیے پھر با وجود اس کورانہ لیڈری کے اُن کی اُس شدت وسختی کا لحاظ فرمائیے جسے مسلسل ہر کس وناکس کے ساتھ عمل میں لایا جا رہا ہی اُس کے بعد یہ فیصلہ بسہولت کیجیے کہ یہ مصلح ہیں یا مفسد واشرار۔

قومی قوت کے ارکان قومی طاقت کا انحصار تین چیزوں میں ہی مادی اخلاقی اور روحانی اس وقت نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ مسلمانانِ عالم ہر طرح کی طاقت اپنے ہاتھوں سے کھو چکے ہیں مادی قوت کا فقدان تو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے رہی قوت اخلاقی و روحانی اُس کے متعلق شاید بعضوں کو یہ دھوکا ہو کہ مسلمانوں کے پاس ابھی یہ سرمایہ باقی ہی لیکن اگر آپ بچشم انصاف ملاحظہ فرمائیں گے تو خود معلوم ہو جائیگا کہ مسلمانوں کی

یہ متاع بے بہا بہت پہلے لُوٹی جا چکی ہے ہاں کچھ دُھندلی سی نشانی رہ گئی تھی اس صدی میں مسلمانوں نے اُسے بھی اپنے ہی ہاتھوں مٹا دیا۔

میں اس کی تفصیل و تثبیت کرنا نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کے اخلاق میں اس درجہ تنزل آگیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ معیار اسلامی پر ان کے اخلاق کھرے ثابت نہیں ہوتے نہیں بلکہ دیگر غیر مسلم اقوام کے اخلاق سے بھی ان کا اخلاق کہیں فروتر ہو گیا ہے رہی روحانیت وہ عنقا کا دوسرا نام ہے۔

اگر کوئی مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی کمزوری اس درجہ تسلیم نہیں کرتا تو اس سے میرا خطاب بھی نہیں ہے لیکن حقیقت بین حضرات سے گزارش ہے کہ جس قوم کے پاس نہ دولت ہو نہ اخلاق نہ علم ہو نہ تدین ایسی گری ہوئی مُردہ قوم کے سامنے وہ پیش کرنا جو کسی زندہ قوم کے لئے سزاوار تھا خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ایک طفل نوزائیدہ کو ایک وقت میں دودھ چھوڑنا پڑے گا اور غلہ کھانا ہوگا لیکن اگر کوئی بہ لحاظ آیندہ آج ہی اُسے روٹی کھلانی شروع کر دے اور دودھ چھوڑا دے پھر دلیل یہ لائے کہ جو غذا دو برس بعد اس کی ہوگی اُسے آج ہی اختیار کیا جائے۔

اور جو چیز دو برس بعد ضرور چھوڑنی ہوگی اُسے آج ہی ترک کیا جائے تو فی الحقیقت ایسا عمل کرنے والا اُس طفل نوزائیدہ کا خیر خواہ نہیں ہے بلکہ قاتل ہے اپنی بدنیتی کو اپنی سوفسطائیت سے مخفی رکھنا چاہتا ہے۔

امعان نظر سے کام لیجئے تو لیڈران موسمی کی تحریک کی سرتا سر سوفسطائیت معلوم ہو جائیگی وہ باتیں جو بعد قوت وطاقت کے کہے جانے اور کئے جانے کے قابل تھیں

اُنھیں حالت ضعف میں اس شد ومد سے پیش کرنا فی الحقیقت ناتواں قوم کو مٹا دینا ہی۔

ہندوؤں کی تعلیم گاہوں کی خبر نہیں اس لئے اُن کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں کس قدر طاقت ہی لیکن مسلمانوں کی تعلیم گاہوں کا ضعف واضمحلال ہر پہلو سے واضح ہی باوجود اس جد وجہد کے جس میں تیس برس سے دردمندان قوم مسلسل مصروف ہیں مسلمانوں کے پورے ہندوستان میں تین کالج قایم ہوسکے یونیورسٹی کا غلغلہ جب اس زور شور کے ساتھ اُٹھا کہ خواندہ وناخواندہ اور محتاج وامیر دونوں یکساں جوش سے لبریز معلوم ہورہے تھے تو اُس وقت جو سرمایہ جمع ہوسکا اُس کی مقدار تیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہی اُسی کے مقابلہ میں ہندو یونیورسٹی کو دیکھئے اس کے لئے جو سرمایہ فراہم ہوا ہے اُس کا اندازہ ہندو یونیورسٹی کو دیکھنے سے کیا جاسکتا ہے لیکن مثال کے لئے ایک واقعہ پر اکتفا کیجئے۔

انھیں ایام میں جب کہ کالجوں کے الحاق وترک امداد مالی کا مسئلہ اُٹھایا گیا پنڈت مالویاجی ایک ہفتہ کے لئے بمبئی کا سفر کرتے ہیں اور سات دن میں اُس قدر روپیہ جالے آتے ہیں جس قدر مسلمانوں کا کل سرمایۂ یونیورسٹی ہی۔

تعداد کالج اور تعداد طلباء مسلمین ابھی گزارش کرچکا ہوں مالی حالت کے لئے ایک واقعی مثال پیش کردی گئی اگر اس سے زیادہ واضح بیان کروں تو اس کا خوف ہی کہ شاید مایوسی کوئی اور مضر نتیجہ پیدا کرے لہٰذا ناظرین سے یہ گزارش کہ وہ اپنی توجہ مسئلہ مدارس کی طرف مبذول فرمائیں۔

اسلامی درسگاہوں میں منتظمین کالج واسکول نے ابتدا میں بعض ایسے امور اختیار کئے کہ جن سے اپنی تعلیم گاہ کو فروغ دینا اور طلبہ میں بلند حوصلگی کا پیدا کرنا منظور تھا اصل

حکامِ سرکاری کا آنا تقسیم انعام میں شریک ہونا چاہئے کی دعوت میں مجتمع ہونا وغیرہ وغیرہ ان سب کی غایت یہ تھی کہ طلبہ سے جھجک دُور ہو اور استعجاب و استغراب مٹ جائے تاکہ آیندہ زندگی میں اُنھیں ہر طرح کی سہولت ہو سکے۔

لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان امور نے جو مقاصد کے لئے محض ذریعہ و واسطہ تھے مسلمانوں کی پست ہمتی اور حوصلہ کی شکستگی سے خود مقصود بالذات کا مرتبہ حاصل کر لیا اس لئے بجائے منزل رساں ہونے کے پاؤں کی زنجیر ہو گئے۔ اس کی ایسی مثال ہوئی کہ ایک شخص کے دل میں یہ ذوق پیدا ہوا کہ اجرامِ فلکی میں صنعت خالق السماوات کا مطالعہ کرے اس مقصد کے لئے ایک دُوربین کی تیاری شروع کی لیکن اُس کے کل پُرزے کے تزئین و تحسین میں ایسا مصروف و مشغول ہوا کہ عمر اُس کی تمام ہو گئی اور کبھی اُسے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا نصیب نہ ہوا دوستو جب کبھی واسطہ کو مقصود بالذات سمجھ لیا جائے گا تو اُس سے یہی محرومی حاصل ہو گی۔

ایسے دردمند مسلمان جنھیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانوں کو من حیث قومِ مسلم اُسی وقت ترقی نصیب ہو گی جب کہ ان میں حقیقی معیار قومی پر تعلیم کا اجرا ہو گا انھیں حضرات سے فقیر مینوا کی یہ التماس ہے کہ یہ موقع ایک لمحہ تغافل کا بھی متحمل نہیں ضرورت ہے کہ جلد سے جلد تر باہمی مشورے سے تعلیم گاہوں کا ایک صحیح نصب العین قرار دیا جائے۔

پہلے واقعات و ماحول پر گہری نظر ڈالی جائے مسلمانوں کی موجودہ مادی اور ذہنی استطاعت کا صحیح اندازہ کیا جائے اس کے بعد ایک ایسی شاہ راہ کی طرف رہبری کی جائے جو فی الحقیقت منزل رساں ہو نیز اُس پر کثیر تعداد کا چلنا سہل و آساں بھی ہو

اصول شریعت غراء وملت بیضاء کو مدنظر رکھکر یہ گزارش ہی کہ طلبہ میں احساس و ایثار پیدا کیا جائے بظاہر یہ دونوں امور محض ہی خفیف معلوم ہوتے ہیں لیکن فی الحقیقت تمام ترقیوں کا راز انھیں دو باتوں میں مخفی ہے۔

موجودہ ہنگامہ آرائی کو دیکھتے ہوئے احساس کی تحریک اور بھی نظروں سے گرجاتی ہی لیکن اس وقت فقیر کا خطاب لیڈر حضرات سے نہیں ہی بلکہ اُس گروہ سے خطاب ہی جو سچ مچ مذہب کا درد رکھتا ہی اور دین کی خدمت اپنی سعادت جانتا ہی ایسے نیک نیت مخلص بزرگوں سے مودبانہ التماس ہی کہ اس دور شور و فتن میں زبان درازی اور فحش گوئی جو مسلمانوں کے ورد زبان ہو رہی ہے اس تباہ کن حصّہ کو علیٰحدہ کر دیجئے پھر اُس سوز قلبی اور جوش دلی سے مقابلہ کیجئے جو موقع جنگ بلقان پر ہر قلب مسلم میں تھا تو چند ہی لمحات کے تفکر میں آپ کہہ اُٹھیں گے ع

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

اس بحث کو نہ چھیڑیئے کہ مسلمانوں کا موجودہ جوش مذہبی ہے یا سیاسی ملکی ہے یا دینی مصنوعی ہی یا فرضی واقعی ہے یا وہمی۔

اس وقت تو اس التماس کو قبول کیجئے کہ طلبہ میں احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہی رہا یہ سوال کہ احساس کیوں کر پیدا کیا جائے اور پھر اُس احساس سے کس طرح مفید نتائج پیدا کئے جائیں اسے اُس وقت تک ملتوی رکھئے جب کہ آپ حضرات کی منتخب جماعت اس فیصلہ کے لئے مجتمع ہو۔

رہا دوسرا امر یعنی ایثار اُس کا درسگاہوں میں ایسا فقدان ہے کہ عربی مدارس بھی اس سے محروم ہو گئے مدارس دینیہ میں اولاً کس طرح کے ایثار کی حاجت ہی مختصر الفاظ میں اُس کی بھی

گزارش کئے دیتا ہوں عموماً درسگاہ کے تین ارکان ہوا کرتے ہیں پہلا رکن منتظمین کی جماعت ہے دوسرا رکن جماعت معلمین و اساتذہ ہے تیسرا رکن جماعت طلبہ و متعلمین ہے طالب العلموں کو یہ چاہیئے کہ تحصیل علم میں ہر وہ چیز جو سنگ راہ ہوئے بالکلیہ ترک کر دیں وقت کی بربادی مطالعہ سے محرومی اکتساب تحصیل سے بے نصیبی جس معاشرت وعادت کا ثمرۂ تلخ ہے اُسے یکقلم محو و سہو کر دینے کا عزم بالجزم کر لیں۔

اساتذہ کو بھی اس ایثار میں طلبہ کا شریک حال ہونا چاہیئے وہ وضع اور طرز زندگی جو منافی تعلیم ہے اُس سے دست بردار ہوں معلم صرف اُسی وقت اُستاد و سبق آموز نہیں ہے جب کہ وہ مسند درس اور کرسی تعلیم پر جا کر بیٹھے بلکہ اُس کی پوری زندگی ایک خاموش درس اپنے تلامذہ کو ہر وقت دیا کرتی ہے نقوش و حروف کا درس دینا بہت آسان ہے لیکن اپنی عملی زندگی سے علمی و اخلاقی اسباق کی تعلیم حقیقی تعلیم ہے۔

منتظمین کی جماعت کو بھی اس قدر ایثار سے ضرور کام لینا ہوگا کہ وہ اساتذہ کو اپنا شریک عمل سمجھکر مساویانہ حیثیت سے تعلیم اور اُس کے متعلقات کی طرف مشغول رکھیں اُن کی افسری و حکمرانی میں بھی ایک شان برادر نوازی اور عزت افزائی کی ہو وہ صحبتیں اور ملاقاتیں جو ضابطہ و قانون سے ماوراء ہیں اُن میں اخلاق و تواضع کا اور بھی دلگیر و جاذب قلوب نمونہ پیش کریں۔

اس وقت اس سے زیادہ تفصیل ایثار کی مقصود نہیں مصلحین قوم غور فرمائیں اور خود فیصلہ کر لیں کہ تعلیم گاہوں کے لئے کس طرح کے ایثار کی حاجت ہے آج جو نمونہ لیڈران موسمی ایثار کا پیش کر رہے ہیں اُس پر تو ہزار تن پروری و عشرت پرستی قربان ہے موٹا کپڑا پہن لینا بلا تنخواہ کسی کام کا ذمہ اپنے متعلق لے لینا نہایت سہل و آسان ہے

لیکن جس خدمت کا بار اپنے ذمہ لیا جائے اُسے خدمت سمجھکر صحیح اور سچی محویت سے انجام دینا نہایت ہی اہم و معرکتہ الآرا ہی۔

مسلمانان ہند کو یہ موقع ضائع نہ کرنا چاہیئے اگر اس وقت بھی اُنھوں نے اپنی تعلیم گاہوں کا صحیح نصب العین قرار نہ دیا تو پھر آیندہ کے لئے ذلت و خواری سے رستگاری کی کوئی سبیل نہیں بہت سی لایعنی و فضول باتیں بہ تقلید یورپ مدارس میں اس طرح داخل ہو گئی ہیں جو خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہیں اس وقت ہمت دردمندی اور اخلاص کی سخت ضرورت ہی قدیم طرز کی گرویدگی اور یورپ کے ہر ادا پر شیفتگی سے اب کچھ حاصل نہیں۔

قطع نظر اُس تنبیہ و اعلام کے جو یورپ کے میدان جنگ سے ہولناک بازپرس الٰہی کی اطلاع مسلمانوں کو دے چکے خود لیڈران موسمی نے علما ریاسی سے مل کر مسلمانان ہند کو ایسے کفر و شرک کے بھنور میں پھنسا رکھا ہے کہ دو ہی تین برس بعد ہندوؤں کی ایسی متعصبانہ حکومت ان پر شروع ہو جائے گی کہ فرار کی راہ بھی نہ مل سکیگی۔

اس لئے آخر میں پھر نہایت نیازمندانہ التماس ہے کہ تعلیم گاہوں کی طرف سے غفلت نہ کیجئے۔ الحاق و امداد مالی نے نہ مسلمانوں کو تباہ کیا ہے نہ آیندہ کی تباہی کا ان سے خطرہ بلکہ مقصد تعلیم و تعلم سے بے پروائی کا یہ نتیجہ ہے جو پیش نظر ہے۔

لیڈران موسمی جو ترک الحاق و امداد مالی پر اپنا زور صرف کر رہے ہیں اُس کی یہ علت نہیں کہ ان دونوں امور کو وہ سنگ راہ مقاصد تعلیم یقین کرتے ہیں بلکہ انھیں تو مسلمانوں کا گھر تباہ کر کے ہندوؤں سے خلعت تشریف پانا ہی۔

ان کی جاہ طلب نگاہوں نے جب یہ دیکھ لیا کہ سلطنت برطانیہ کی روز افزوں

چشمِ عنایت نے ہندوؤں کو اس قابل بنا دیا کہ اب ہوم رول اور سواراج کا مطالبہ اُن کی زبان سے ایک صحیح اور سچی تمنا کا اظہار ہے تو وہ اشخاص جن کی طینت میں حکومت کی غاشیہ برداری خمیر تھی اُنھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ساعت دُور نہیں جب کہ انگریز ہندوؤں کو اُن کا مُنہ مانگا سواراج دے کر خود اپنے ملک و وطن کو چلے جائیں اُس وقت ہندوؤں کی اطاعت و فرماں برداری اضطراری و بے اختیاری ہو گی جس کی آستانِ سواراج پر نہ کوئی قیمت ہو گی نہ کسی طرح کی قدر دانی۔

لہٰذا یہی مناسب ہے کہ قبل اس کے کہ ہندوؤں کو حکومت مل جائے اور انگریز حکومت ہند سے دست کش ہوں نئی ہونے والی حکومت کے ساتھ ابھی سے ارادت مندی و عقیدت کیشی کی سلسلہ جنبانی اُمید افزا ہے اسی ضمن میں انگریزوں سے بیزاری کا بھی اگر اظہار کر دیا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہو گا۔

اسی نقطۂ خیال نے پرستاران حکومت کو غلامی ہنود پر مجبور کیا یہ خیال جس ہمت و جرأت کی تصویر پیش کر رہا ہے اور قوت ایمانی کی جیسی شکل دکھا رہا ہے اُسے چھوڑیے صرف از روئے دیانت و انصاف یہ فیصلہ کیجیے کہ اسلام و مسلمین کی اس میں کیا فلاح و بہبود ہے آج انگریزوں کی حکومت ہے کل ہندوؤں کی ہو گی تبدیلی حکومت اور خیر خواہی ملت میں کیا علاقہ ہے اسے حضرات لیڈر ہی ارشاد فرمائیں۔

ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اس وقت انگلینڈ ہے اور انگلستان کی قوت ہندوستان کی بدولت ہے جب انگریزوں کی حکومت ہندوستان میں نہ ہو گی تو اُس وقت مسلمانوں کا خلافت کا ترکوں کا سب سے بڑا دشمن کمزور ہو جائے گا یا عداوت کے قابل نہ رہیگا اس عجیب مغالطہ آمیز منطق کا جواب کیا دیا جائے۔

اس موقع پر ایک نقشہ پیش کرتا ہوں جو عالی جناب پروفیسر قاضی جلال الدین صاحب مراد آبادی کے قلم کا نتیجہ ہے اُسے ملاحظہ فرمایئے ۱۸۰۰ء کا نقشہ پہلے ملاحظہ ہو اُسی کے مقابل ۱۹۲۰ء کا نقشہ ہی اُسے دیکھئے جنگ طرابلس کا آغاز ۱۹۱۱ء میں ہوا ہی اور ۱۹۱۸ء میں جنگ یورپ کا خاتمہ ہے اسی آٹھ برس کی مدت میں ترکی سلطنت کیا سے کیا ہو گئی یورپین طاقتوں نے کس طرح اپنے حصے بخرے کر لئے اس نقشہ میں پھر ملاحظہ کر لیجئے کرۂ ارضی کے وہ مقدس حصص جن پر صدیوں تک واحد قدوس کا نام لیا گیا تھا جہاں سے تکبیر و تہلیل کی صدا بلند ہو کر کفار کے دل کپکپا دیا کرتی تھی آج وہاں تثلیث کا علم بلند اور کفر کا بازار گرم ہے اس خاکدان عالم میں اسلام کو سلطنت کرتے ہوئے چودہ صدیاں گزر گئیں اس اثنا میں متعدد خاندان اسلامی کے ہاتھوں میں شمشیر اسلامی کا قبضہ رہا بہت سے ملک فتح ہوئے بہت سی قومیں اسلام کی اطاعت میں آئیں لیکن قلب یورپ کو جس کی برّش شمشیر نے صلیب پرستوں سے قطع کر کے خدا پرستوں کے مقبوضات سے واصل کر دیا وہ ترک ہیں۔

یہی وجہ ہے جو یورپ کا ہر عیسائی ترکوں کو دیکھکر اپنی انسانیت اپنی مدنیت اپنی شان علمی اور اپنی تہذیب بھول جاتا ہی ترکوں کی تاریخ جنھوں نے مطالعہ کی ہے اُن کے لئے یہ کوئی راز نہیں کہ یورپ میں جس سلطنت نے طاقت و قوت حاصل کی وہی سلطنت ترکوں کی سب سے بڑی دشمن رہی ہے ایک زمانہ روس کی عداوت و سبعیت کا تھا اب انگریزوں کا وقت آیا ہی ابھی تیس برس کا بھی زمانہ نہیں گزرا جا اٹلی کا وجود محض حقیر و کس مپرس سمجھا جاتا تھا لیکن جوں ہی کہ اُس نے قوت حاصل کی اپنی حوصلہ آزمائی کے لئے اُسے طرابلس کا میدان سب سے پہلے دکھائی دیا۔

دوستو انصاف شرط ہے اس وقت زارِ روس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا روسی سلطنت ایک عجیب اُمید و بیم کے عالم میں ہے لیکن روس کی تباہی سے ترک کہاں سلامتی کے برکات پا سکے اسی طرح اگر انگریز تباہ ہو گئے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ترکی اقتدار قایم ہو جائے گا روسیوں کے بعد انگریز نمودار ہوئے تو ان کے بعد کوئی اور دوسرا حریف پیدا ہو جائے گا۔

اس حقیقت سے انکار کی تمھیں کیوں کر جرأت ہوتی ہے کہ قوم ہو یا شخص اپنی تاب و توانائی سے قایم و باقی رہ سکتا ہے نہ کہ دشمن کے ضعف و ہلاکت سے کیا ایک مریض نحیف اُس وقت تندرست و قوی ہو جائے گا جب کہ اُسکے دشمنوں میں سے ایک قوی دشمن ہلاک ہو جائے اور اپنی نیابت اُس کے دوسرے دشمن کے سپرد کر جائے۔

عزیزانِ وطن! پاک مذہب اسلام جس کی ساری تعلیمات کا جوہر توحید خدا پرستی ہے اُس کا دشمن تم صرف انگریزوں کو کیوں قرار دیتے ہو ہر وہ مذہب باطل جو دنیا میں موجود ہے یا کسی وقت اختراع کیا جا سکتا ہے وہ اس دین قویم اور صراط مستقیم کا دشمن جانی ہے کفر و اسلام میں جب کہ تضاد ذاتی ہے پس یہ محال عقلی ہے کہ کوئی مذہب کفر ٹھنڈی آنکھوں سے اسلام کو دیکھنا گوارا کرے ہاں مجبوری معذوری کی اور بات ہے قرآن کریم نے سیکڑوں جگہ اسی کی خبر دی ہے پس مسلمانوں کو خود اپنے آپ میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ غیر قوم میں جذب و مدغم ہونا۔ یہی شریعت کا فتویٰ ہے اور یہی عقل سلیم کا حکم ایک دشمن سے نجات پانے کی تدبیر میں رستگاری سے قبل دوسرے دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانا نہ عقل کا فتویٰ ہے نہ تعمیل حکم شریعت الٰہی ہے۔

تلخیص مباحث الاختلاف (۱) گرامی قدر حضرات شور و غوغا اور جنگ و جدال کا موقع نہیں انصاف کے ساتھ

امر ما بہ النزاع کو طے فرمایئے آپ نظام تعلیم میں تبدیلی چاہتے ہیں یہ کوئی نئی تمنا نہیں مدتوں سے اس کی سعی جاری ہے کلکتہ یونیورسٹی باوجود اُن تمام تعلقات کے جو گورنمنٹ سے اُسے حاصل ہیں باعتبار دیگر یونیورسٹیوں کی بہت زیادہ قوم اور ملک کے حق میں مفید ہوتی جاتی ہے سر آشوتوش مکرجی نے ریفارم اسکیم ملنے سے قبل اور اس سے پیشتر کہ صیغہ تعلیم کا منسٹر ہندوستانی ہو اپنے زبردست مدبرانہ تدابیر سے اس حد تک سہولت پیدا کر لی ہے کہ بقیہ چار یونیورسٹیوں کا نتیجہ ایک پلہ میں اور کلکتہ یونیورسٹی کا نتیجہ دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو پھر بھی کلکتہ یونیورسٹی کا پلہ بھاری رہیگا۔

پس اگر آپ کا مقابل فریق یہ عرض کرتا ہے کہ موجودہ تعلیم گاہوں کو تباہ نہ کیجئے بلکہ اپنے زبردست دلائل اور قوی براہین سے انھیں بھی فائدہ بخش بنایئے چار ہزار طلبہ جو اس وقت مصروف تعلیم ہیں اُنھیں ترک تعلیم کا وعظ نفرمایئے۔ ہاں چھ کروڑ ننانوے لاکھ چھیانوے ہزار مسلمانوں کے لیے جیسی تعلیم گاہ آپ چاہیں قایم کریں بس یہ التماس کفر وحرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۲) انگریزی تعلیم یا انگریزی ملازمت یا ممبری کونسل مسلمانوں نے تائید حیثیت واستحکام حکومت انگریزی کے خیال سے نہ اختیار کی تھی نہ اس وقت اس خیال سے اس کی تائید کر رہے ہیں بلکہ مقصود اس سے اپنا اور اپنی قوم کا نفع اور قیام تھا ہندوؤں کا بھی یہی مقصد تھا لیکن مسلمان اپنی سہل انگاری وتن آسانی کی بدولت مقصد سے غافل ہوگئے اور ہندوؤں نے مطلب وغایۃ کو ایک آن بھی فراموش نہ ہونے دیا پس اس وقت مسلمانوں کو صحیح مقصد ومطلب کی طرف متوجہ کرنا مفید ہے یا ہر ایک امر کے ترک کی تلقین منفعت رساں ہے یہ التماس کفر وحرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۳) آپ مسلمانانِ ہند کو ہر طرح کی قوت و طاقت سے بھرپور تسلیم کرتے ہیں دوسرا فریق اُن کے ضعف و ناتوانی کا یقین رکھتا ہے اس لئے اُس کی درخواست یہ ہے کہ پہلے قوت پیدا کیجئے پھر اُسی مقدار کی مناسبت سے انھیں عمل کا حکم دیجئے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۴) آپ اس پہلو کو بالکل نظر انداز فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال و تباہی کی حقیقی علت کیا ہے اسی لئے اُس جانب سے چشم پوشی ہے لیکن آپ کا فریق مقابل یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کی بدعقیدگی توحید سے بے نصیبی عبادات سے بے تعلقی معاملات میں شریعت کی خلاف ورزی کا یہ نتیجہ ہے جو سامنے آیا ہے پس اصلاح مسلمین میں اس پہلو کو نظر انداز نہ فرمائیے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۵) آپ دین و مذہب کی حقیقت صرف اس قدر قرار دیتے ہیں کہ دنیا کمانے کا سب سے زیادہ موثر آلہ ہے انسان کو مطیع فرماں بردار بنانا اور اُنھیں جوش میں لانا مذہب کا نام لے کر بسہولت حاصل ہوتا ہے اسی غرض سے دانشمندوں نے مذہب کا ایجاد کیا لیکن آپ کا فریق مقابل یہ کہتا ہے کہ مذہب کے متعلق ایسا عقیدہ تحت الحاد و زندقہ ہے دنیا محض بے حقیقت شے ہے ہاں جب کبھی اہل حق کے پاس یہ آئی ہے تو اس کو متعلق دین کی خدمت گزاری ہوتی ہے خادم کو مخدوم سمجھنا نہ صرف نادانی ہے بلکہ جنون و دیوانگی ہے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۶) آپ یہ کہتے ہیں کہ دین و مذہب باقی رہے یا مٹ جائے لیکن دنیا کسی طرح ہاتھ آئے اسی خیال سے آپ ایک ہندو کو امام مہدی علیہ السّلام کا رتبہ دیتے ہیں حدیث میں تحریف کرتے ہیں تفسیر کی ناتمام عبارت نقل فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کا فریق مقابل یہ کہتا ہے،

کہ ساری دنیا بھی اگر ایمان فروشی پر مل جائے تو وہ ملعون ہے ہاں دین کی شوکت و قوت کے لئے اگر دنیا شرعی طور پر حاصل کی جائے تو وہ دنیا نہیں بلکہ محافظ دین ہے جس طرح رُوح جب تک کسی جسم میں باقی ہے تو اُس کے لئے ماکل و مشارب مساکن و ملابس و دیگر ضروریات زندگی کا سامان درکار ہوتا ہے لیکن ایک قالب بیجان جس سے رُوح نے مفارقت کرلی ہو تو اُس کے لئے صرف لحد کا گوشہ کافی ہے پس اگر مسلمانوں نے اپنی قومی رُوح یعنی مذہب ہی کھو دیا تو پھر اس مردہ لاش کے لئے پیوند خاک ہی ہونے کا فتویٰ ہے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

لیڈروں کے جوش کی حقیقی علت

خیر اس تمام شدت واستبداد کا یہ عذر فرض کرلیا جاتا کہ اس وقت التہاب اندرونی نے گرامی قدر لیڈروں کو ایسا مضطرب کردیا ہے کہ آنکھوں سے نیک و بد کی تمیز اُٹھ گئی ہے مضطرو بے قرار پر الزام کیا لیکن جب اس حقیقت پر نظر پڑتی ہے کہ یہ سارا جوش و خروش طرف اس لئے ہے کہ کفر کی گرم بازاری اور کفار کی چیرہ دستی ہو تو پھر سارا لفافہ کھل جاتا ہے اور آپ کے خود ساختہ مذہب کی حقیقت بالکل ہی بے نقاب ہوجاتی ہے۔

اہل بصیرت وارباب خبرت سے یہ راز مخفی نہیں کہ بلند بانگ لیڈر کے قلوب آج بھی یورپ وانگریزیت کی محبت سے لبریز و مالا مال ہیں لیکن باوجود اس کے جو انگریزوں کو اس پابندی والتزام سے ہر روز بُرا کہا جاتا ہے کہ نمازیں ادا ہوں یا قضا تلاوت کلام مجید سے آنکھیں سعادت اندوز ہوں یا بے نصیب ومحروم مگر یہ ورد قضا ہونے پائے اس کی علت نہ تو انگریزوں سے بیزاری نہ نفرت ہے نہ اسلام کی دردمندی و خیر خواہی بلکہ یہ بھی تقلید اہل ہنود وکفار میں ادا کی جارہی ہے۔

ہندوؤں کو انگریزوں سے نفرت ہے بلند بانگ لیڈر بھی نفرت کا اظہار انگریزوں سے

کرتے ہیں ہندوؤں کو سوراج چاہیئے بلند بانگ حضرات بھی سوراج کے لئے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں ہندوؤں کو انگریزوں سے عداوت ہے اور وہ ان کے درپے اخراج ہیں بلند بانگ لیڈر بھی اس کی نقل اُتارتے ہیں خلاصہ یہ کہ انھیں تو ہنود کی رضا و خوشنودی مطلوب ہے جو وہ کہیں گے یا کریں گے بلند بانگ لیڈر اُسی کی محاکات کردیں گے۔

صلح نامہ ترکی میں اگر تبدیلی نہ ہوئی تو ایشیا میں برٹش گورنمنٹ کا اقتدار خیال سوراج کو باطل کردے گا اس لئے ہندو بیتاب ہیں بلند بانگ لیڈر بھی باتباع ہنود مصروف مرثیہ خوانی ہیں۔

ہاں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ محبوب کا ذکر ایجاباً و سلباً ہر طرح لذت بخش ہوتا ہے خاص کر شاعرانہ تخیل معشوق کو قاتل ظالم سفاک بیوفا اور بدعہد کہے بغیر حق عاشقی سے سُبکدوش ہی نہیں ہوتا اسی مناسبت سے اب سے قبل انگریزوں کے مناقب دا وصاف سے زبان لطف لیتی رہی اب اُن کی ہجو و ذم کی باری ہے۔ شاعرانہ مذاق پر انھیں کی یاد ہو رہی ہے، اور انھیں کے نام کا ورد ہے۔

لیڈروں کے اقسام اس وقت سطح لیڈری پر جن کا وجود سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ دو قسم کے اشخاص ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی ہستی اور نمود کا مدار اسی لیڈری پر ہے مسلمانوں کے سامنے اشتعال انگیز تحریکیں یکے بعد دیگرے پیش کرتے رہنا اُن کی لیڈری کی جان ہے ایک امر تباہ کن کا سامنے لانا اور پھر قبل اس کے کہ مسلمان اُس تباہی سے باخبر ہوں دوسری تباہی اُن کے سروں پر لاکر ہیجان میں ڈال دینا ان کی لیڈری کا جوہر ہے اسی کے ساتھ جلب مال کا اصول کسی حال میں نہ بھولنا لیڈری کی روح رواں ہے۔

دوسری قسم کے وہ اشخاص ہیں جن کی گورنمنٹ میں جب زیادہ قدردانی نہ ہو سکی دربار وغیرہ کے مواقع پر معمولی اشخاص کے ذیل میں ڈال دیئے گئے تو پھر مجبور ؏

دیکھا کہ وہ ملتا ہی نہیں کعبہ کو ہو آئے

اس میں ایک سِر یہ بھی تھا کہ شاید حکومت پر ایسی دھمکی پڑ جائے کہ جس سے خائف ہو کر تلافیِ مافات کر دے اسی کے ساتھ اگر دین پر بھی منت کرم داشتن کی رسم ادا ہو جائے تو کیا مضائقہ غرض نمایاں لیڈروں کی حقیقت ان دو صورتوں سے خالی نہیں رہی ہے ان حضرات سے ماورا اُن کے حسب حال غالب کا یہ مصرعہ۔ ؏

مجھے تو خُو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

حضرات لیڈر! انصاف شرط ہے موقع جنگ بلقان پر وفد طبیہ جانے کی تجویز ہوئی بلا اختلاف مسلمانانِ ہند نے اس تحریک پر لبیک کہا دل کھول کر چندہ سے وفد کی اعانت کی آپ اُس کا حساب نہ دیں لیکن اس قدر بتائیں کہ وفد طبیہ کے مصارف کا آپ کے اس وفد اپیل سے جو ابھی لائڈ جارج کی خدمت میں پیش ہوا تھا کیا مقابلہ ہے جب کہ مسلمان ایک موقع پر رقم خطیر خدمت خلافت کے لئے پیش کر چکے تھے جب کہ مسلمانوں کے روپئے سے مسجد کانپور کے متعلق آپ کو زیارت عروس البلاد لندن کا لطف مل چکا تھا تو پھر اس موقع پر بھی اگر اس خدمتِ دینی کی سعادت صرف مسلمانوں کے حصہ میں مخصوص رکھی جاتی تو کیا کفر و حرام ہوتا اگر مسلمان کافی سرمایہ آپ کی عشرت پرستی کے لئے جمع کرتے تو آپ اپنی بعض لذتوں کو قربان کر دیتے ارتکاب محرمات شرعیہ اور اسراف بیجا سے محفوظ بھی رہتے اور ہندوؤں سے استعانت بھی نہ ہوتی جو موالات حقیقی ہے۔

حضرات لیڈر! اہلِ حق کی آپ سے اختلاف کی اصلی وجہ یہی ہے کہ آپ اہلِ ہنود سے

وہ سارے تعلقات پیدا کر رہے ہیں جنھیں حق سبحانہ نے حرام فرمایا ہے۔ موالات، وداد اور رکون، یہ تین ایسے امور ہیں جنھیں ایک مومن کسی حال میں بھی کسی کافر کے ساتھ برتنے اور پیدا کرنے کا مجاز نہیں بنایا گیا آپ حضرات انھیں منہی عنہ امور کو نہ صرف جائز بلکہ واجب و فرض قرار دے رہے ہیں۔ بکمال غلو اور انتہائے انہماک سے کفر کی امداد اور مسلمانوں کے حقوق مذہبی کا اتلاف کر رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتا تو آپ سے کچھ بھی اختلاف نہ تھا۔

آپ جائز تعلقات کو انگریزوں سے موالات کہتے تھے ضعف کو قوت سمجھتے تھے غفلت کو تیاری جانتے تھے اہل حق آپ کے ان خیالات کو جوش مفرط پر محمول کر لیتے پھر آپ سے مخلصانہ عرض کرتے کہ جائز امور کو موالات کہنا شارع علیہ السلام اور شریعت پر الزام ہے۔ لفظ موالات کا استعمال نہ کیجیے ضعف کو قوت سمجھنے میں مسلمانوں کی تباہی ہے غفلت کو تیاری سمجھنا دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہونا ہے امید تھی کہ آپ گرامی قدر حضرات بھی سمجھ جاتے اور باہمی مفاہمہ و تبادلہ خیال سے اصلاح مسلمین کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔

لیکن ستم تو یہ ہے کہ آپ گاندھی کو اپنا امام بناتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کی اقتداء پر مجبور کرتے ہیں آپ کفر کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں پر اعانت کفر کے لیے زور ڈالتے ہیں۔ زبردستی کرتے ہیں اہل حق قرآن کریم کا فتویٰ سناتے ہیں آیۃ کریمہ کی تلاوت کیجیے۔

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین الخ	مسلمانوں کو نہیں ہو چتا کہ وہ مومنین کے سوا کافروں کو اپنا دوست یا مددگار بنائیں۔

موالات کی تفسیر گزر چکی ہندوؤں کے کافر ہونے آپ کو بھی انکار نہیں پھر نہ صرف یہ کہ

آپ اپنے دینی امور میں اُن سے مدد لے رہے ہیں بلکہ خود اُن کے دین کی آپ مدد کر رہے ہیں یہ موالات نہیں تو کیا ہے۔

ہندو گائے کی قربانی اُٹھانا چاہتے تھے حضرات لیڈر نے اس غلو کے ساتھ ہندوؤں کی تائید میں اپنی آواز بلند کی کہ حدیث شریف میں تحریف تک کر گزرے علماء سیاسی نے بھی اس تحریف سے چشم پوشی کی اور یہی فتویٰ دیا کہ مسلمان بکرے یا مینڈھے کی قربانی کریں گائے کی قربانی سے باز آئیں۔

رامائن کی پوجا میں مسلمان شریک ہوئے کالکا پر ریوڑیاں مسلمانوں نے چڑھائیں رام لچھمن کو تاج مسلمانوں نے پہنایا سنگم و پریاگ کو مقدس معبد مسلمانوں نے کہا یہ مذہب ہنود کی معاونت نہیں تو کیا بیخکنی ہے۔ عجب یہ کہ جس نے ان اعمال خبیثہ سے منع کیا شریعت اسلام کا حکم سنایا تو حضرات لیڈر نے اُس مخلص ناصح کو کافر، منافق، خیر خواہ انگریز، اور مذہب فروش کہا سچ ہے ہندو مسلمانوں کو ملیچھ جانتے ہیں اس لئے وہ فرقہ جو اب ہندوؤں میں شامل اور اُن کے دین میں داخل ہوا ہے اگر پکے اور سچے مسلمانوں کو کافر نہ کہے تو خود کافر ہو جائے۔

(۲) ہندوؤں سے آپ وداد رکھتے ہیں اور اسی کی تلقین مسلمانوں کو کرتے ہیں اہل حق وداد کفار کے ساتھ حرام بتاتے ہیں قرآن کریم کا فتویٰ پیش کرتے ہیں آیۃ کریمہ کی تلاوت کیجئے۔

لا تجد قوماً یومنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا	تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتی ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کرے اُن سے جنھوں نے مقابلہ کیا اللہ کا اور اُس کے

اٰبآءھم او ابنآءھم او اخوانھم رسول کا اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی او عشیرتھم الخ یا رشتہ دار ہی کیوں نہوں۔

آیۃ کریمہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مخالفین اسلام سے وداد شیوہ اہل ایمان نہیں جس قلب میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہو وہاں کسی کافر کی محبت کا ہونا محال ہی حضرات لیڈر! آپ نہ صرف گاندھی کے نشۂ اُلفت میں سرشار ہیں بلکہ اُس کے بادۂ عظمت سے آپ کے قلوب سیہ مست ہو رہے ہیں۔

جیبب کبریا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ جناب میں کھُلی گالیاں دینے والا حق سبحانہٗ کی طرف کذب جیسے قبیح امر کا منسوب کرنے والا آپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے لیکن اگر کوئی گاندھی کو کافر کہے جو محض واقعہ ہی تو آپ میں تاب سُننے کی نہیں رہتی۔

دُنیا دیکھ رہی ہے کہ اس وقت گاندھی کی عظمت و محبت لیڈر حضرات کس کس نوعیت سے مسلمانوں کے دل میں پیدا کر رہے ہیں یہ صریح خلاف ورزی حکم الٰہی نہیں تو کیا ہی۔

(۳) آپ حضرات نے ہندوؤں کا سہارا پکڑا ہے اہلِ حق اس سے منع کرتے ہیں اور قرآن کریم کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ آیۃ کریمہ کی تلاوت کیجئے۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا مسلمانوں ظالموں (کافروں) کی طرف نہ جھکو فتمسکم النار الخ ورنہ تمھیں آگ پکڑلے گی۔

امام راغب اصفہانی رکون کے معنی یہ بتاتے ہیں۔

رکن الشئی جانبہ الذی یسکن کسی شے کا رکن اُسے کہیں گے جس کی طرف

الیہ ویستعار للقوۃ شے آگر ٹھہرے اور استعار معنی اس کی قوت کے ہیں۔

آپ نے ہندوؤں کا سہارا پکڑا اُن کی قوت کو اپنی قوت سمجھا ابتدا میں جس قدر اعلان و اشتہار شائع ہوئے اُن میں یہ ہوتا تھا کہ مولٰنا عبدالباری صاحب کا فتویٰ اور رہا تما گاندھی کا حکم لیکن اب تو صرف گاندھی صاحب کا حکم ہی حکم رہ گیا فرمان گاندھی نے اب ایسی قوت حاصل کر لی کہ اُس کی غاشیہ برداری کے لئے مولانا صاحب کے فتوے کی بھی حاجت نہ رہی اس وقت گاندھی نہ صرف آپ کا رکن ہے بلکہ مدار لیڈری ہے اگر گاندھی آپ کا ساتھ چھوڑ دے تو آپ کی لیڈری کی عمارت دھم سے زمین پر آرہیگی۔

سچے مسلمانوں کے مزید اطمینان کی غرض سے چند احادیث شریفہ نقل کرتا ہوں تاکہ اُنھیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ دینی امور میں جب کہ کفار سے مدد لینا مکروہ ہے تو دین کا فر کی مدد مسلمان کے لئے کب جائز ہو سکتی ہے۔

(۱) عن حبیب بن اساف قال اتیت انا ورجل من قومی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یرید غزوا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نستحی ان یشھد قومنا مشھدا لا نستعین معھم فقال اسلمتما فقلنا لا قال فانا لا نَستَعِینُ بالمشرکین قال فاسلما وشھدنا معہ الی آخر الحدیث رواہ الحاکم وصححہ۔

حضرت حبیب ابن اساف کہتے ہیں کہ کسی غزوہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جا رہے تھے میں اور ایک شخص اور میری قوم کا حاضر خدمت ہو کر ملتمس ہوئے کہ ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم ایک معرکہ پر جا رہی ہو اور ہماری مدد اُس کے شامل نہو۔ ارشاد ہوا کہ کیا تم دونوں اسلام لائے حبیب کہتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ارشاد ہوا ہم مشرک کی مدد نہیں لیتے حبیب کہتے ہیں پھر ہم دونوں مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک غزوہ ہوئے۔

(۲) ان عبادة بن الصامت كان له حلفاء من اليهود فقال يوم الاحزاب يارسول الله ان معي خمسمائة من اليهود وقد رأيت ان استظهر بهم على العدو فنزلت هذه الاية لا يتخذ المومنون الكافرين اولياء۔

عبادہ بن صامت کے حلیف یہودی تھے غزوۂ خندق کے موقع پر عبادہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہے کہ دشمن کے مقابلہ پر اُن سے مدد لوں تو اس وقت یہ آیۃ نازل ہوئی کہ مومنین کو یہ نہیں پہونچتا کہ وہ کافروں کو اپنا مددگار بنائیں۔

(۳) امام مسلم صحیح مسلم شریف میں ایک باب منعقد فرماتے ہیں باب کراہۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر یعنی اس باب کے تحت میں وہ حدیث بیان ہوگی جس سے یہ ثابت ہوگا کہ غزوات میں کافر سے مدد لینا مکروہ ہے۔

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل بدر فلما كان بحرة الوبرادركه رجل قد كان يذكر منه جرءة ونجدة ففرح اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حين راوه فلما ادركه قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔ جئت لاتبعك واصيب معك قال له

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ بدر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے جب مقام حرۃ الوبر پر پہنچے تو ایک ایسا شخص حاضر ہوا جس کی بہادری مسلم تھی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے دیکھکر خوش ہوئے جب وہ رسول اللہ کے پاس پہونچا تو اُس نے حضور سے عرض کیا کہ میں اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ اس کام میں آپ کی اتباع کروں اور آپ کے ہمراہ لڑوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ کیا اللہ اور اُس کے رسول پر تو ایمان لاتا ہے اُس نے کہا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ پلٹ جا میں ہرگز مشرک سے مدد نہ لوں گا۔ پھر جب ہم مقام شجرہ پر پہنچے تو اُس نے اپنی خدمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تؤمن باللہ ورسولہ قال لا قال فارجع فلن استعین بمشرک قالت ثم مضی حتیٰ اذا کنا بالشجرۃ ادرکہ الرجل فقال لہ کما قال اوّل مرۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قال اوّل مرۃ قال فارجع فلن استعین بمشرک قال ثم رجع فادرکہ بالبیداء فقال لہ کما قال اوّل مرۃ تؤمن باللہ ورسولہ قال نعم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق (مسلم)

پیش کی اور دربار رسالت سے وہی پہلا جواب ملا کہ پلٹ جا میں ہرگز مشرک کی مدد نہ لوں گا۔ پھر ہم مقام بیدا پر پہونچے تو اُس نے پھر اُنھیں کلمات سابقہ کے ساتھ اپنے کو پیش کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ کیا اللہ اور اُس کے رسول پر تو ایمان لایا اب تیسری دفعہ اُس نے عرض کیا ہاں ایمان لایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ساتھ چلو۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیۃ کریمہ لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء لفظ اولیاء کی تفسیر بایں الفاظ کرتے ہیں اَی لا تعتمدوا علی الاستنصار بہم ولا تتوددوا الیھم۔ یعنی اُن کے مدد کرنے پر اعتماد و بھروسہ نہ کرو اور اُن سے دوستی پیدا نہ کرو۔

فاروق اعظم کا ایک فتویٰ نقل فرماتے ہیں۔

اس موقع پر اُسے بھی سُن لیجئے بصرہ پر حکومت مسلمانوں کی قایم ہو چکی ہے ابوموسیٰ اشعری وہاں کے عامل یعنی گورنر ہیں وہ اپنا دیوان جسے اُس وقت کاتب کے لقب سے خطاب کرتے تھے ایک نصرانی کو مقرر کرتے ہیں فاروق اعظم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ابوموسیٰ سے فرمایا کہ اُسے معزول کر کے کسی مسلمان کے سپرد یہ عہدہ کرو مسلمانوں کے کام میں

ایک نصرانی سے اعانت نہ لینا چاہیئے. ابو موسیٰ نے کہا لہ دینہ ولی کتابتہ یعنی اُن کا مذہب اُسے مبارک ہو مجھے تو اُس کے فن سے مطلب وغرض ہے امیرالمومنین نے فرمایا لا اکرمھم اذا اھانھم اللہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ یعنی میں اُس کی توقیر نہیں کرتا جس کی خدا نے توہین کی، ہو میں اُسے عزت نہیں دیتا جسے خدا نے ذلیل کیا ہو میں اُسے قریب نہیں کرتا جسے خدا نے دُور کیا ہو ابو موسیٰ کہتے ہیں مجبوری یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی اس کام سے واقف نہیں بغیر اُس نصرانی کے بصرہ کا کام چل نہیں سکتا ابو موسیٰ کے خاص الفاظ یہ ہیں لا یتم امر البصرۃ الا بہ یعنی بصرہ کا کام نہیں پُورا ہو گا مگر اُسی نصرانی سے فاروق اعظم فرماتے ہیں مات النصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ نصرانی مر گیا اُس کے مرنے کے بعد آخر گورنری کے دفتر کا کچھ انتظام ہو گا وہی انتظام جو اُس وقت کیا جاتا اب کرلیا جائے۔

فاروق اعظم پر یہ امر تمام تھا کہ دفتر کے کام میں کوئی مسلمان ماہر نہیں نصرانی کی واقفیت ومہارت بھی معلوم تھی لیکن ایک کافر کا تسلط اسلامی گورنری میں غیرت فاروقی کے برداشت میں نہ تھا۔

نصرانی محکوم تھا مطیع اسلام تھا ابو موسیٰ کا ماتحت تھا لیکن دیوان ہو کر سارے دفتر پر حاوی ہوا جاتا تھا کافر کا ایسا معتمد علیہ ہونا فاروق اعظم کو گوارہ نہ تھا احتمال تھا کہ جب قلم اُس کے ہاتھ میں ہے تو اپنے فن کو اگر مضرت رسانی میں مسلمانوں کے استعمال کرے تو کچھ بعید نہیں۔

نصرانی کا کمال اور مسلمانوں کا اس فن سے ناآشنا ہونا ابو موسیٰ کو اس پر مائل کرتا

تھا کہ نصرانی عہدۂ کتابت پر برقرار رہے امیر المومنین کو اسی وجہ سے اُس کے معزول کرنے پر اصرار تھا کہ ایسا کام جس پر مسلمانوں کو دسترس کامل نہیں اور کافر میں اُس کی صلاحیت کامل موجود ہی مسلمانوں کے ضرر و نقصان کا اندیشہ ہی۔

ابو موسیٰ اپنے خیال کی بنا پر کہتے تھے۔ لایتم امر البصرۃ الا بہ یعنی بصرہ کا کام بغیر اُس نصرانی کے پورا نہو گا۔ فاروق اعظم نے اپنے خیال کی بنا پر فیصلہ صادر فرمایا مات النصرانی والسلام نصرانی مر گیا اور اُس کا کمال دفن ہو گیا۔

اس عمل فاروقی نے یہ نکتہ بھی حل کر دیا کہ جب تک اپنا کام آپ نہ سنبھالا جائے گا اُس وقت تک نہ تو کام کرنا آئے گا نہ تن آسانی چھوٹے گی دوسروں کی محنت پر بھروسہ کرنے کا ہی تو یہ نتیجہ ہے جو آج مسلمان ہر چیز میں محتاج اغیار ہیں انتہا یہ کہ دین بھی ایک کافر سے سیکھتے ہیں۔

(۱) فاروق اعظم کے فتوے نے یہ ثابت کیا کہ کافر اگر فریق محارب نہو جب بھی اُس پر ایسا اعتماد نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کے کاموں کی کفالت اُس کے سپرد کر دی جائے کیا گرامی قدر حضرات سنت فاروقی پر عمل آرا ہوں گے مات الکافر کہکر اپنی جمعیت العلما اور مجلس خلافت کو گاندھی سے پاک کریں گے۔

(۲) احادیث ثلثہ جنھیں فتویٰ فاروقی سے قبل لکھا گیا ہے اُن سے یہ معلوم ہوا کہ کافر کی مدد امور دینی خصوصاً جہاد میں قبول کرنے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرار تمام انکار فرمایا ہے کیا گرامی قدر حضرات اپنے پیغمبر روحی فداہ کی سنت پر عمل آرا ہو کر یہ کہدیں گے لن نستعین بمشرک ہر گز مشرک سے مدد نہ لیں گے۔

(۳) آیات الٰہیہ نے صاف و صریح الفاظ میں ظاہر کر دیا کہ موالات، وداد، اور رکون

مطلقاً کفار کے ساتھ حرام ہے خواہ لائڈ جارج ہو یا مسٹر گاندھی کیا گرامی قدر حضرات تعمیل حکم قرآن پر آمادہ ہیں۔

گرامی قدر حضرات بکفار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدد قبول فرمائی ہے مثلاً جنگ حنین کے موقع پر صفوان بن اُمیہ سے مجاہدین کے لئے زرہیں عاریۃً لی گئی تھیں آپ کو بھی اختیار ہے کہ کفار سے اسلحہ وغیرہ عاریۃً لیجئے۔

یا جنگ خیبر میں یہودیان بنو قینقاع کو داخل لشکر فرمایا تھا بنو قینقاع کے یہودی اسلام سے مغلوب اور اُس کے محکوم ہو چکے تھے مسلمان ان پر غالب و مستولی تھے غدر کا اندیشہ نہ تھا آپ بھی کفار ہند پر غلبہ حاصل کیجئے پھر اُنھیں داخل لشکر کیجئے۔

فتح القدیر اور مبسوط علامہ سرخسی میں کتاب السیر ملاحظہ ہو نہایت صاف الفاظ میں یہ مسئلہ مسطور ہے اگر کافر اپنی رضا و رغبت سے داخل لشکر اسلام ہو اور مسلمانوں کا مقابلہ کفار سے ہو کافر عسکر اسلامی میں اپنا اختصاصی و امتیازی علم نہ رکھے بلکہ مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے رہ کر دشمنان اسلام سے مقابلہ کرے تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں مال غنیمت میں کافر کا حصہ نہ ہوگا ہاں کچھ ہاتھ اُٹھا کر عطا کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔

لیکن غالب گروہ کفار کو اپنی معیت میں اس طرح لینا کہ کفر کا علم بلند ہو اور مسلمان اُس کے تحت میں لڑ رہے ہوں یہ قطعی حرام ہے۔

نصوص صریحہ کے بعد کسی صاحب ایمان کے لئے مزید بحث و گفتگو کی حاجت نہیں رہتی اگر علماء سیاسی و جنٹلمین لیڈر کو دعوائے ایمان ہے تو وہ کفار و مشرکین کی معیت امور دینیہ میں ترک کریں اور مذہب کفر کی اعانت و تائید سے جو صریح حرام ہے توبہ کریں۔

مسٹر گاندھی اور اُن کی پارٹی کے ساتھ مدارات، فعل معروف، اور رحم و شفقت

کیجیے ضروریات زندگی میں اُن کی مدد کیجیے اگر اُن میں سے کوئی بیمار ہو تو بیمار پُرسی کیجیے دوا و علاج سے ہمدردی فرمائیے حیات تمدنی اور معاملات دنیوی میں خرید فروخت بیع و رہن اور اجارہ وغیرہ بے دغدغہ بشروطہا جاری رکھیے اس لئے کہ یہ امور نہ موالات ہیں نہ وداد و رکون بلکہ جائز و مرخص ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس ان امور کو عزت عمل عطا فرمائی ہے۔

لیکن خدا کے لئے یہ مصیبت مسلمانوں پر نہ لائیے کہ جلسہ جمعیۃ العلماء کا منعقد ہوا اور مسٹر گاندھی اُس میں خطیب و مذکر بن کر علماء اور عامہ مسلمین سے خطاب کرے جلسہ خلافت و اماکن مقدسہ ہو اور مسٹر گاندھی اُس کی صدارت کریں علماء زیر صدارت گاندھی تحریک شرعی پیش کریں للہ مسلمانوں کی دینی مجالس کو کفار و مشرکین سے پاک کیجیے۔

اس سے بڑھکر مصیبت عظمیٰ یہ ہے کہ آپ اسلامی خصائص مٹا رہے ہیں قشقہ پوجا حمل جنازۂ مشرک وغیرہ سے عوام بے علم بہت کچھ گمراہ ہو چکے اب بھی اُنھیں توبہ و انابت کی طرف متوجہ کیجیے میں ایک فقیر بے نوا ہوں کسی طرح کی بضاعت اپنے پاس نہیں رکھتا ایک گوشۂ تنہائی ہے اور محنت کی زندگانی نہ تو لیڈری کا ساز و سامان رکھتا ہوں نہ رسمی پیری و مریدی کا ڈھب جانتا ہوں نہ مریدوں کی کوئی فرد اپنے پاس ہے نہ تلامذہ کی کوئی جماعت انگریزی مدارس میں اُستادی و شاگردی ع

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

پھر آپ جیسے گرامی قدر اشخاص کا کیا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن ہاں یہ التماس کر سکتا ہوں کہ حق و صداقت میرے ساتھ ہے لیڈری کا غرور اگر چند لمحات کی فرصت آپ حضرات کو عطا کرے تو فقیر کی معروضات پر توجہ فرمائیں۔

آج سے دس برس قبل فقیر نے جو کچھ عرض کیا تھا آپ حضرات نے اُسے اُس وقت قبول نہ فرمایا لیکن بات حق تھی اور وہی راہ سیدھی تھی اب آکر آپ حضرات نے انھیں باتوں کو کہا اور انھیں کاموں کو کیا لیکن حمایت اسلام و خلیفۃ المسلمین کے لئے نہیں بلکہ سوراج اور گاندھی کے لئے پس اُن نیک کاموں کی بھی صورت آپ کے طرزِ عمل سے مسخ ہو گئی۔

انا للہ ثم انا للہ ۔

(۱) فقیر نے التماس کیا تھا کہ ہر مسلمان سالانہ اپنی آمدنی کا ایک سہل حصّہ التزاماً خدمات اسلامیہ کے لئے نکالا کرے اور ایک جگہ تجویز کر لی جائے جہاں سب کے مرسلہ روپے جمع ہوا کریں ایک صدر مجلس ہو جس کے تحت میں تمام قصبات و دیہات کی مجلسیں کام کرتی ہوں خرچ کے قواعد امینوں اور ارکانوں کے اختیار و خصوصیات مقرر کر لئے جائیں اُس روپے میں سے ایک معینہ رقم سلطان کی خدمت میں مصارف حرمین کے لئے بھیجی جائے باقی دیگر ضروریات مذہبی کے لئے محفوظ رہے۔

کیا خلافت کمیٹی آج اپنا یہی مقصد نہیں بتاتی ہے لیکن افسوس آٹھ نو برس بعد قایم بھی ہوئی تو ہندو کی سرپرستی میں نہ خرچ کے قواعد نہ مصارف کا حساب اس بیدردی سے مسلمانوں کا روپیہ عیش پرستی اور ہوا و ہوس میں لیڈر حضرات اُڑا رہے ہیں کہ کسی کافر نے بھی مسلمانوں کا گھر لوٹ کر اس طرح دادِ عشرت نہ دی ہوگی۔

(۲) فقیر نے التماس کیا تھا کہ مصلحین اُمّت میں سے بعض افراد بلاد عرب کا دَورہ فرمائیں امعانِ نظر سے یہ اندازہ کریں کہ کس خطۂ عرب میں کس طرح کی تعلیم مفید ہوگی بعد غور و فکر تعلیم گاہیں قایم کریں نیز عربوں کو اچھی طرح سمجھا دیں ؂

پائے مدزنجیر پیشِ دوستاں ✦ بہ کہ بابیگانگاں در بوستاں

یہ تحریک بہت وسعت و وضاحت سے بیان کی گئی تھی اگر اس پر لیڈر حضرات غور فرماتے تو عربوں کا شیرازہ ترکوں سے جدا ہوکر نہ بکھرتا نیز جس قسم کے ہندوستانی اہل صنعت و حرفت یا صاحب علم و فن کی حاجت دیار عرب میں ہوتی انھیں وہاں جانے کی ترغیب دی جاتی خطۂ عرب کو استوار کرنا اور پھر ہندی مسلمانوں کا بقدر حاجت و وسعت عربوں سے جاکر ملنا استوار بنیاد پر خدمت اسلام کا انجام پانا تھا۔

آٹھ نو برس بعد آپ نے اس التماس کو تسلیم کیا لیکن ہجرت کی نفیر عام پکار کر مسلمانوں کو تباہ اور ہندوؤں کو مالا مال کر دیا اب چندہ ہوتا ہے اور مہاجرین کو بھیجا جاتا ہے اس طرح ایک مستقل تحریک تحصیل زر کی تو بیشک قایم ہوگئی لیکن مسلمانوں کا ذرہ برابر بھی فائدہ نہ ہوا۔

(۳) فقیر نے یہ التماس کیا تھا کہ علمار کا باہم ایک تعلق قایم ہونا چاہیئے جس طرح سلاطین کے سفرا ایک دوسرے کی سلطنتوں میں مقیم رہا کرتے ہیں اسی طرح چند علمار جو شیخ الاسلام کے نائب ہوں افغانستان و ہندوستان وغیرہ میں اقامت اختیار کریں باہمی جمعیت و مشورہ سے دینداری مسلمانوں میں پیدا کریں الخ اس گزارش کو بھی نہایت بسط و ایضاح سے عرض کیا تھا آٹھ نو برس بعد آپ نے اسے تسلیم فرمایا جمعیۃ العلما کی مجلس منعقد فرمائی لیکن وہاں مسٹر گاندھی تلقین و ہدایت کے لئے بلائے گئے ان کے مناقب کا خطبہ پڑھا گیا۔

مدینہ اخبار بجنور ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء میں مسٹر شوکت علی کی تقریر شایع ہوئی تھی اس کے دو فقرے نقل کرتا ہوں زبانی جی پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم "ہندو بھائیوں کو راضی کروگے تو خدا کو راضی کروگے" "بھائیو خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اگر ہم اس رسی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے

جاتا رہی مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی" یہ فقرات جہاں یہ بتا رہے ہیں کہ مطمع نظر ان حضرات کا کیا ہی مذہب کی حقیقت اور وقعت ان کے نزدیک کس قدر رہی دین و مذہب کا نام کیوں لیا جاتا ہے وہاں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہنود کے ساتھ انھیں کیسی عقیدت وارادت ہی۔ چنانچہ جلسہ جمعیۃ العلماء میں جس کا انعقاد بماہ نومبر دہلی میں ہوا مسٹر شوکت علی نے صاف الفاظ میں یہ کہا "اے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہوگیا ہی کہ میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی ہوگئے ہیں" (فتح دہلی ۲۴ر نومبر ۱۹۲۰ء) پھر ایک عالم نے یہ کہا "خدا نے اُن کو (گاندھی کو) ہمارے واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہی قدرت نے اُن کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہی" (فتح دہلی ۲۴ر نومبر ۱۹۲۰ء) ایمان سے کہئے یہ جمعیۃ العلماء ہے یا اُمت گاندھی کا حلقہ یہ اسلام اور شارع علیہ السلام کی طرف اللہ کے بندوں کو دعوت دے رہی ہی یا گاندھی کی نبوت تسلیم کرا رہی ہے یہ حضرات اسلام کی دردمندی میں انگریزوں سے لڑنا چاہتے ہیں یا دین گاندھی کے حمایت میں پھر اگر کسی نے ان کی بات نہ سُنی تو کافر، منافق، یزیدی، ملعون، اور جہنمی کیوں کر ہوا۔

لیڈران قوم آج اخبار و جرائد تمہارے ہاتھوں میں ہیں جسے چاہو گالیاں دو کافر کہو حق کو باطل اور باطل کو حق کہو اور چھاپ کر شائع کرو اس وقت تو تمہاری بات بن آئی ہے مخلوق اندھی ہوگئی ہے لیکن ایک وقت آئیگا اور ساری حقیقت عریاں ہو جائے گی۔

میدان کربلا میں یزیدیوں نے بعد شہادت شہزادہ کونین سیدنا امام حسین علیہ السلام فتح کے نقارے بجائے، دودمان نبوت کو جس طرح چاہا اسیر کیا لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہی کہ یزیدیوں پر خدا نے ایسی لعنت بھیجی کہ آج تک اُس کا سلسلہ نہ منقطع ہوا نہ قیامت تک منقطع ہو

اس وقت اہل حق کے مقابلہ میں تمہیں اپنے انبوہ پر ناز ہے جسے چاہتے ہو عوام سے فضیحت و رُسوا کراتے ہو اہلِ حق فصبر جمیل کہکر ضبط کر جاتے ہیں۔

اہلِ حق کے مقابلہ میں مثل یزید دعویٔ اجماع پیش کرتے ہو صریح نص قرآن اور نص حدیث کی مخالفت اور پھر اجماع کا دعویٰ ؟ کیا احکام قرآن کا نسخ اجماع سے جائز ہے اور پھر اجماع بھی ایسے علماء کا جن کے پاس خدا نے گاندھی کو مذکر بنا کر بھیجا ہے جو علماء پس رو گاندھی ہیں جس طرح قرآن مجید توریت وانجیل کا ناسخ ہے اسی طرح گاندھی کا فرمان آیات الٰہیہ کا ناسخ ان مدعیان علم واجتہاد کے عقیدہ میں ہے۔

ایسے نجس وناپاک عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کچھ تو شرمایئے الحیاء شعبة من الایمان۔

یزیدیوں نے جب یزید کی امامت وخلافت کا علم بلند کیا تو اہلِ حق کے مقابل میں اُنہوں نے یہی دلیل پیش کی تھی کہ سارے ملک نے یزید کی امامت تسلیم کرلی اجماع ہوگیا صرف چار شخص ہیں جو اُس کی امامت تسلیم نہیں کرتے یعنی عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ ابن زبیر عبداللہ ابن عمر اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دیکھتے ہو وہ اجماع جو یزید کی امامت پر ہوا تھا کیسا خائب وخاسر ہوا عبرت پکڑو اور اہلِ حق کو گالیاں دینے سے باز آؤ اُن کی تکلیف وایذارسانی سے اپنے ہاتھ اور زبان کو منع کرو تمہاری دشنام دہی کی یہ ہمہ گیری ہے کہ جہاں تم نے ایک رکنِ دین حامی شرع متین امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملۃ طاہرہ پر سب وشتم کیا وہاں اس فقیر بے نوا کو بھی بار بار متعدد جرائد میں تم نے گالیاں سنائیں میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا بیشک یہ قصور ہوا کہ جس وقت ساری زبانیں گنگ تھیں مجھ گنہگار کی زبان کلمۂ حق کہہ رہی

تھی جس وقت سارے اقلام خشک تھے مجھ بے بضاعت کا قلم مصروف تحریر تھا جس وقت سارے پاؤں مفلوج تھے مجھ ضعیف کا پاؤں منزل رساں راستہ پر تھا انصاف کر دو اس میں میری کیا خطا ہوئی یہ تو اللہ کا فضل تھا تم ہلال احمر کے نام سے چندہ تحصیل کرتے تھے اور داد عیش و نشاط دیتے تھے زرکشی کے لئے جس طرح کے مضامین ضروری تھے تم اُنھی کو لکھتے اُنھی کو کہتے تھے لیکن اس فقیر کو خلافت کی لو لگی تھی اس لئے ترکوں کی مختصر تاریخ پھر اُن کی خلافت اُن کی اطاعت اور اُن کے حقوق دلیل و بُرہان کے ساتھ لکھکر مسلمانوں کے سامنے پیش کر دئے (دیکھو فقیر کا رسالہ البلاغ)

تمھیں مسئلہ خلافت کی اب آکر جو دھن بھی بندھی تو ایک کافر کے تذکیر و تلقین سے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کی جگہ سوا راج نے، خلیفۃ المسلمین سے کہیں ارفع دائمی مقام گاندھی نے اور شیخ الاسلام کا لقب شیخ الھند نے لے لیا۔

حقیقت یہ ہی کہ غرق ہو کر طوفان اور جہاز کے تباہی کا علم عامی و امی سبھی کو ہوتا ہے لیکن جہاز کا ناخدا طوفان کو بہت پہلے اور بہت دُور سے دیکھ لیتا ہی جن کے دماغ اس علم و تجربہ سے خالی ہوتے ہیں وہ ناخدا کے تدابیر و اضطرار پر ہنستے ہیں لیکن وہی قہقہ آخرکار نالہ و شیون ہو جاتا ہی۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا ہزار احسان اور اُس کے اس خاص کرم کا ہزار ہزار شکر کہ جس چیز کو آج آپ قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں فقیر کو دس برس قبل قوم کے سامنے پیش کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جس جگہ آج لیڈروں کے اقدام جانا چاہتے ہیں وہاں کی سیر برسوں قبل اس مسکین و عاجز کو دکھائی گئی جس راہ پر آپ لیڈروں کو کچھ دُور چل کر رجعت ہو گئی الحمد للہ کہ

اُسی راہ سے منزلِ مقصد تک یہ بے بضاعت پہونچا اور استقامت کے لطائف سے سعادت اندوز ہوا۔

گرامی قدر حضرات اعمال نامہ آپ کے سامنے پیش نہ ہوگا نہ محاسبہ و فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا پھر اپنے ربِ کریم کے اُن احسانات و افضال کو کیوں پیش کروں جن کی بدولت توفیق خدمت دین و ملت کی پائی۔

گذشتہ سال بماہ دسمبر سنہ ھ اور الہ آباد میں ایک عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اُسے الہ آباد کے اُنھیں اشخاص سے پوچھئے جو اس وقت خلافت کمیٹی کے سرگرم ارکان ہیں۔

مولوی بشیر الدین احمد صاحب اڈیٹر البشیر اٹاوہ سنہ ھ کے جلسہ میں شریک تھے اُن سے دریافت کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دعوتِ حق کسے کہتے ہیں۔

اگرچہ مجھے اپنی سیہ کاریوں کا اعتراف ہے کوئی عمل شرکت نفس سے خالی نہیں کوئی فعل ریا و سمعہ سے صاف نہیں اپنے حسب حال یہ رُباعی ہے ؎

اے فسق و فجور کار ہر روزہ ما　　　وے پر ز گناہ کاسۂ و کوزۂ ما
می خندد روزگار و میگرید عمر　　　بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

لیکن اسی کے ساتھ اس کا شکر کہاں ادا ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہٗ نے محض اپنے فضل عمیم سے بطفیل آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دین فروشی و گمراہ سازی سے مصئون و محفوظ رکھا اُسی اپنے مولیٰ تعالیٰ سے خواستگاری و تمنا کہ صدقہ تاجدار مدینہ کا عفو تقصیر اور مغفرت معاصی کے ساتھ اتنا اور کرم کر اس رُو سیاہ کی زندگی کا باقی حصہ غلامی و اطاعت میں سرکار مدینہ کے بسر ہو جائے ؎

دارم دلکے غمیں بیا مرزو مپرس — صد واقعہ درکمین بیا مرزو مپرس
شرمندہ شوم اگر بہ پرسی عملم — یا اکرم الاکرمیں بیا مرزو مپرس

حالات دائرہ کے متعلق نفیر کو جو کچھ عرض کرنا تھا بعونہ تعالے اُس سے فارغ ہو چکا رہی ہفوات حضرات لیڈریا علمار سیاسی کے اُن کا کہاں تک جواب دیا جائے یہ سلسلہ تو غیر متناہی ہے مجھے اس قدر فرصت کہاں کہ جواب وسوال کے پیچھے پڑوں لیکن تحریر کا خاتمہ اس پہ کرتا ہوں کہ اگر فیقر کے جواب میں آپ نے اُسی رسم کہن دشنام کا اعادہ فرمایا تو نفیر کی طرف سے سکوت محض ہوگا ہاں جو امور مشورہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں اُن کا اگر آپ رد فرمائیں گے تو یہ فیصلہ ارباب حل وعقد پر موقوف کہ صحیح مشورہ کس کا ہے لیکن اگر مسائل شرعیہ میں آپنے کلام کیا تو اُس کا فیصلہ ابھی سے کئے دیتا ہوں عوام بھی سمجھ جائیں گے اور اُنھیں اس کی دشواری پیش نہ آئے گی کہ کس کی سُنوں ہر ایک قرآن وحدیث ہی پیش کرتا ہے۔

(۱) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مطلقاً کفار ومشرکین سے موالات، وداد، اور رکون حرام ہے منہی عنہ ہے اور ہر ایک کا ثبوت کلام اللہ سے پیش کیا ہے آپ براہ کرم اُس آیۃ کی تلاوت فرمائیں جس میں حق سُبحانہ نے یہ حکم دیا ہو کہ ایسی حالت میں یا اس طرح کے کافروں کے ساتھ موالات یا وداد یا رکون کی مسلمانوں کو اجازت ہے اگر آپ نے آیۃ پیش فرمائی اور مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ تولوھم یا تودوھم یا ترکنوا الیھم کا موجود ہے تو پھر میں بھی توبہ کرلوں گا اور اپنی جہالت کا اعتراف۔

(۲) میں نے عرض کیا ہے کہ کفار ومشرکین سے جہاد میں مدد لینا ممنوع ومکروہ ہے ہاں اگر کفار مسلمانوں سے مغلوب ہوں یا اُن کے محکوم ہوں تو اُن سے استعانت جائز ہے

اس لئے کہ یہ استعانت فی الحقیقت استخدام و خدمت گزاری ہے یا محکوم تو ہوں لیکن مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے رہ کر دشمنان دین کا مقابلہ کریں علم مسلمانوں کا ہو اور لشکر پر حکومت مسلمانوں کی ہو تو ایسی صورت میں بھی کافر کا شریک کرنا جائز ہو گا اس دعوے کے ثبوت میں تین حدیثیں پیش کی ہیں فقہائے کرام کی تحقیق کا حوالہ دیا ہے۔

آپ کوئی حدیث ایسی لکھدیں جس میں یہ حکم ہو استعینوا بالکفار والمشرکین (یعنی کفار و مشرکین سے مدد لو) یا فقہائے کرام کا کوئی فتوی نقل فرمایئے جس میں یہ ہو کہ کافر کو علم بردار اسلام اور فوجی سپہ سالار بنا کر مسلمانوں کو جہاد لڑنا جائز ہے۔

(۳) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ آیۃ لا ینھکم اللہ الخ کو قتادہ نے منسوخ فرمایا ہے اور یہی مذہب امام عطا ابن رباح کا ہے آپ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا ایک قول بھی ایسا نقل فرما دیں جس میں یہ ہو کہ آیۃ لا ینھکم اللہ الخ اُن ساری آیتوں کی ناسخ ہے جن میں مطلقاً کفار سے موالات، وداد، اور رکون حرام فرمایا گیا ہے۔

(۴) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اگر آیۃ لا ینھکم اللہ الخ کو منسوخ نہ بھی مانیں جیسا کہ علامہ ابن جریر طبری کا مسلک ہے جب بھی ایسے کفار سے جو مسلمانوں سے دین کے معاملہ میں نہ قتال کریں نہ اُنھیں اُن کے گھروں سے نکالیں صرف بر و اقساط کی اجازت پائی جاتی ہے نہ کہ موالات اور وداد کی آپ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا ایک قول ایسا نقل فرمائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بر و اقساط مرادف موالات و وداد ہے یا بر و اقساط کی اجازت سے موالات وداد اور رکون کی بھی اجازت ہو گئی آپ کا لکھنا اور فقیر کا تسلیم کرنا ان شاء اللہ معاً علی الفور ہو گا۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا

فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین. ہاں اس قدر اور عرض کردوں کہ یہ تکلیف مستغنی عن الالقاب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی کو نہ دی جائے ورنہ حدیث و تفسیر دونوں سے ثبوت چشم زدن میں پیش کردیا جائیگا۔ اس لئے کہ وہاں تصنیف کا دروازہ بہت وسیع وکشادہ ہی حالاں کہ مجھے نقل درکار ہے نہ عبارت مصنفہ۔

مسئلہ قربانی میں حکیم صاحب حدیث تصنیف فرما چکے تھے نومبر ۱۹۲۰ء میں جو جلسہ جمعیۃ العلماء کا دہلی میں منعقد ہوا وہاں بحیثیت صدر استقبالیہ کمیٹی آپ نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا تفسیر ابن جریر کی اس قدر عبارت پڑھکر کہ آیۃ لا ینھٰکم اللہ الخ منسوخ نہیں ہے فوراً اس نتیجہ پر حکیم صاحب پہونچ گئے کہ ہندوؤں سے موالات جائز ہی طرفگی یہ کہ استخراج نتیجہ اس شان سے فرمایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حکیم صاحب کا اجتہاد و استنباط نہیں ہی بلکہ ابن جریر کی تحقیق ہی۔

پھر ایک حدیث بیان کرنے کی بھی زحمت گوارہ فرمائیے اور حسب معمول تحریف و افترا کا ایک دوسرا نمونہ آپ نے پیش فرمایا ارشاد ہوتا ہی۔

"احد کی لڑائی میں قزمان جو ایک مشرک تھے رسول مقبول کی طرف سے لڑے اور انھوں نے بنی عبد الدار کے ان تین آدمیوں کو قتل کیا جو فریق مخالف کے علم بردار تھے یہاں تک کہ رسول مقبول نے خوش ہوکر فرمایا۔ ان اللہ لیا زہر ہٰذا الدین بالرجل الفاجر" (بیشک اللہ اس دین کی مدد فاجر سے مدد کرتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو فاجر فرمائیں حکیم صاحب مشرک کہیں کیا فاجر و مشرک دونوں الفاظ مرادف ہیں سب مسلمان جانتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہی صلوا خلف کل بر و فاجر

یعنی نیکو کار اور بدکار دونوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہے پس اگر فاجر و مشرک باہم مرادف ہیں تو کل سے گاندھی کے پیچھے آپ نماز پڑھنے کا اجتہاد فرمائیں گے اور کیا عجب کہ آپ حضرات نے یہ سعادت حاصل کی ہو۔

کس دلیری سے حکیم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قزمان کے مقاتلہ سے خوش ہو کر آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ اس دین کی مرد فاجر سے مدد فرماتا ہے حکیم صاحب! یہی مصیبت کیا کم تھی کہ ہندوؤں کی محبت آپ کے دل میں جاگزیں ہو گئی اب حدیث صاحب لولاک میں افتراء و تحریف کی بلا کیوں اپنے سر لیتے ہیں۔

زیادہ بحث کی گنجائش و مہلت نہیں براہ کرم اس کا ثبوت پیش کیجئے کہ قزمان مشرک تھا اور قزمان سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا۔

حکیم صاحب! قزمان منافق تھا اور اس عیاری سے اپنے نفاق کو اس نے مخفی رکھا تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مومن صادق جانتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے متعلق یہ پیشینگوئی فرمائی تھی کہ یہ دوزخی ہے صحابہ کرام متحیر تھے معرکہ قتال میں جب کہ اُس کے سرگرم مقابلہ و مقاتلہ کی خبر ہوئی اُس وقت بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ دوزخی ہے۔

قزمان مجروح ہوا زخم کی تکلیف برداشت نہ کرسکا آخر اُس نے خودکشی کر لی اور اس طرح اپنے دوزخی ہونے کو سچ کر دکھایا اُس وقت جب کہ اُس کی

خودکشی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی تب ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے دین کی مدد مرد فاجر سے فرماتا ہے۔ دُنیا جانتی ہے کہ منافقین کے ساتھ برتاؤ مثل مُسلمین جاری تھا۔ وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے نمازیں پڑھتے تھے غزوات میں مسلمانوں کے ہمرکاب ہوتے تھے۔

اللہ اللہ کفر کے ساتھ کیسی شیفتگی و فریفتگی ہے کہ کذب و افترا کا ارتکاب ایسے سنجیدہ و متین اشخاص کس اطمینان و سکون سے کرتے ہیں۔

جمعیۃ العلماء کے پانو فضلا کیسے متبحر و متدین عالم ہیں کہ تفسیر میں حدیث میں افترا ہوتا ہے لیکن اصلاح کی قسم ہے۔

مسلمانوں! آنکھیں کھولو علماء سیاسی یہ کہتے ہیں کہ "خدا نے گاندھی کو مذکر بناکر بھیجا ہے"۔ "پس رو گاندھی صاحب کا ہوں"۔ علوم مشرقیہ کا فرد فرید اس طرح تحریف کرتا ہے جنٹلمین لیڈر یہ کہتا ہے کہ اگر "ہندو بھائیوں کو راضی کروگے تو خدا کو راضی کروگے"۔ عوام گاندھی کی جے پکارتے ہیں ع۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

جب دیانت و تقوے کا یہ حال ہو کفر کی اس بیباکی سے حمایت کی جارہی ہو تو پھر یہ خدمت خلافت ہے یا ہلاکت مسلمین ایسی مجلس میں شریک ہونا چندہ دینا ثواب ہے یا گناہ عظیم خدا مسلمانوں کو ہدایت فرمائے یہ فقیر گنہگار بھی دل سے اولاد مسلمین کے حق میں دعاء ہدایت کرتا ہے اور لیڈران قوم سے نہایت

نیازمندانہ التماس پیش کرتا ہی کہ دروازہ توبہ کا ہنوز بند نہیں ہوا ہے پاک مذہب اسلام تم سے کہہ رہا ہی کہ ؎

بمژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کز چشم بیمارت ہزاراں درد برچینم

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ؕ

حررہ بقلمہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہٗ

محلہ میر داد

بہار شریف ضلع پٹنہ

فروغ اہل سنت کے لئے امام اہل سنت کا دس نکاتی پروگرام

- عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
- طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
- مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔
- طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے۔ معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔
- ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔
- حمایت مذہب و رد بد مذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دیکر تصنیف کرائے جائیں۔
- تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔
- شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
- جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
- آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ ”آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔ (فتاوی رضویہ: جلد ۱۲، ص ۱۳۳)

نوٹ: یہ کتاب بطور تجارت فروخت کے لئے نہیں ہے۔ MRP Rs. 40/-

RAZA ACADEMY
52, Dontad Street, Khadak, Mumbai-9, Ph.: 022-66342156, 66659236